



www.KitaboSunnat.com

آیۃ الکرسی

کے
فضائل و تفسیر

آیۃ النور اسلام آباد

پروفیسر اکرم رضا اللہی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ
وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

آیت الکرسی کے فضائل و تفسیر

پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی

دائِرۃ النور اسلام آباد



اشاعت _____ 2014ء
قیمت _____ 400/- روپے
اہتمام _____ قذوسیہ اسلامک پریس
Tel # 042-37351124, 7230585

پاکستان میں ملنے کے پتے

مکتبہ قذوسیہ

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Tel # +92-42-37351124 . +92-42-37230585
E-mail: info@quddusia.com
www.QUDDUSIA.com

دار السلام

اسلام آباد

Mobile: 0333-5139853 , 0321-5336844
V-Phone: 051 - 2575158

سعودی عرب میں ملنے کے پتے

دلالة الفقان

الریاض سعودی عرب

Phone & Fax: 4354686
Mobiles: 0507419921-0508176378
0553093117

مکتبہ بیت السیلا

الریاض 11474 سعودی عرب

Phone: 4381122-4381155 Fax: 4385991
Mobiles: 0505440147-0542666646
0532666640

متحدہ عرب امارات میں ملنے کا پتہ

دار السلام، شارجه

Phone: 00971 6 5632623
Fax: 5632624

فہرست مضامین

پیش لفظ

- ۲۱ تمہید ❀
- ۲۳ کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں ❀
- ۲۳ خاکہ کتاب ❀
- ۲۳ شکر و دعا ❀

مبحث اول

آیت الکرسی کے فضائل

- ۲۵ تمہید ❀

-۱-

قرآن کریم کی عظیم ترین آیت

- ۲۷ حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ❀
- ۲۸ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بیان ❀

-۲-

آیت الکرسی میں اسم اعظم

دلیل:

- ۲۹ فرمان نبوی ﷺ: إِنَّ اسْمَ اللَّهِ الْأَعْظَمَ ❀
- ۳۰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی رائے ❀

۳۰ امام ابن قیم کا بیان

-۳-

اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا

دلائل:

۳۲ ا: حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

۳۷ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بیان

۳۸ علامہ عینی کا قول

۳۸ ب: حدیث ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

۴۱ ج: حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

۴۳ امام ابن حبان کا اس پر تحریر کردہ عنوان

۴۴ تینوں احادیث سے معلوم ہونے والی تین باتیں

-۴-

بعد از نماز پڑھنے سے آئندہ نماز تک حفاظتِ الہی

دلیل:

فرمانِ نبوی ﷺ: "مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ الصَّلَاةِ... الْحَدِيثُ --- ۴۵

-۵-

بعد از نماز پڑھنے والے اور جنت کے درمیان

صرف موت کا حائل ہونا

دلیل:

فرمانِ نبوی ﷺ: "مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ كُلِّ... الْحَدِيثُ --- ۴۷

شرح حدیث:

- ۴۸ ----- i: علامہ طیبی کا بیان
- ۴۸ ----- ii: ملا علی قاری کا بیان

مبحث دوم آیت الکرسی کی تفسیر

۵۱ ----- * تمہید

-۱- (اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) کی تفسیر

i: جملے کا معنی:

- ۵۴ ----- چھ علماء کے بیانات
- ب: (لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) کا قرآن کریم میں تکرار:
- ۵۶ ----- آٹھ مقامات پر ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کا تکرار
- ۵۸ ----- چھبیس مرتبہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کا تکرار
- ۵۸ ----- جملے کے معانی کا معمولی اختلاف کے ساتھ بہت زیادہ مقامات پر ذکر
- ج: اللہ تعالیٰ کا اپنی توحید کی گواہی دینا:
- ۵۹ ----- ا: شریفہ: ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ... الْآيَةَ
- ۵۹ ----- دو مفسرین کے اقوال

ب: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کے تکرار کی حکمت:

۶۰ ----- قاضی ابن عسود کا بیان

ج: اعلیٰ ترین بلندی پر: بلند ترین شاخ:

فہرست مضامین

دلیل :

فرمانِ نبوی ﷺ "الْإِيمَانُ بِضْعٌ الحديث----- ۶۱
 شرح حدیث میں علامہ نووی کا بیان ----- ۶۱
 ہ: اخلاص سے کہے ہوئے کلمہ توحید کا عرش تک پہنچنا:

دلیل:

ارشادِ نبوی ﷺ: "مَا قَالَ عَبْدٌ الحديث----- ۶۲
 ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کا سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر ہونا:

دلیل:

ارشادِ نبوی ﷺ: "أَفْضَلُ الذُّكْرِ الحديث----- ۶۳
 اس شان و عظمت کا سبب:

علامہ مبارک پوری کا بیان ----- ۶۳
 ز: توحید کا نبوی سیادت و قیادت کا سبب ہونا:

دلیل:

ارشادِ نبوی ﷺ: "إِنَّمَا أَرَادْتُهُمْ عَلَى الحديث----- ۶۴
 تاریخِ عالم کی شہادت:

i: دورِ نبوی ﷺ، صدیقی، فاروقی اور عثمانی رضی اللہ عنہم میں سلطنتِ توحید کی وسعت کی

ii: ایرانی محاذ پر اہل توحید کی فتوحات ----- ۶۷

iii: سرزمینِ مصر میں پرچمِ توحید کی بلندی ----- ۶۸

iv: ارضِ شام میں علمِ توحید کی بلندی ----- ۶۸

v: چین کی سلطنتِ توحید میں شمولیت اور فرانس میں لشکرِ توحید کا پہنچنا ----- ۶۹

vi: وہیل (سندھ) ملتان اور کابل کا اہل توحید کے لیے سرنگوں ہونا ----- ۶۹

مشیمیا:

عقیدہ توحید کا ہر زمانے میں قیادت و سیادت کا سبب ہونا:

۶۹----- دو غیر مسلم مفکرین کے بیانات

ح: دعوتِ توحید میں چلک کا نہ ہونا:

دلیل:

۷۱----- ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿قَلَّا تُطَعِ الْمُكذِّبِينَ.....﴾ الآتین

۷۱----- دو مفسرین کے اقوال

رسولِ کریم ﷺ کا استقلال و ثبات:

۷۲----- عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ واقعہ

ط: توحید کے بغیر اعمال کا برباد ہونا:

دو دلیلیں:

۷۴----- ا: ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبَطَ.....﴾ الآیة

۷۵----- ب: ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿قُلْ أَفَغَيَّرَ اللَّهُ تَأْمُرُونَ...﴾ الآیات

۷۶----- چار مفسرین کے اقوال

ی: بوقتِ موت کہنے سے غم کا چھٹنا اور رنگ کا چمکنا:

دو دلیلیں:

۷۹----- ارشادِ نبوی ﷺ: ”كَلِمَةٌ لَا يَقُولُهَا عَبْدٌ.....“ الحدیث

ص: بوقتِ موت کہنے والے کا جنت میں داخلہ:

دلیل:

۸۰----- ارشادِ نبوی ﷺ: ”مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ.....“ الحدیث

ل: توحید پر فوت ہونے والے کا جنت میں داخلہ:

دلیل:

- ۸۱----- ارشاد نبوی ﷺ: ”مَنْ مَاتَ، وَهُوَ يَعْلَمُ.....“ الحدیث
- ۸۲----- شرح حدیث میں علامہ نووی کا بیان
- م: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی گواہی دینے والے پر دوزخ کی آگ کا حرام ہونا:
دو دلیلیں:
- ۸۳----- ا: ارشاد نبوی ﷺ: ”فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ.....“ الحدیث
- شرح حدیث:
- ۸۴----- حافظ ابن حجر کا بیان
- ب: ارشاد نبوی ﷺ: ”مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ.....“ الحدیث
- ۸۴----- شرح حدیث میں علامہ مبارک پوری کا بیان
- ن: اخلاص سے کہنے والے کا شفاعت نبوی سے سب سے زیادہ فیض یاب ہونا:
دلیل:
- ۸۵----- ارشاد نبوی ﷺ: ”أَسْأَلُ النَّاسَ.....“ الحدیث
- ۸۵----- ایک دوسری روایت: ”وَشَفَاعَتِي لِمَنْ شَهِدَ.....“ الحدیث
- س: تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل کردہ شریعتوں اور ان کی دعوت کی اساس:
ا: اجمالی نصوص:
- ۸۶----- ا: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يُنزِلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ.....“ الآية
- ۸۷----- پانچ مفسرین کے اقتباسات
- ۹۰----- ۲: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ.....“ الآية
- ۹۱----- پانچ مفسرین کے اقوال
- ii: تفصیلی نصوص:

فہرست مضامین

آٹھ انبیائے سابقین علیہم السلام کے متعلق نصوص:

۱: دعوتِ نوح علیہ السلام:

۹۴ ----- الآية ﴿ وَالْقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا ﴾

۲: نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے رسول کی دعوت:

۹۴ ----- الآية ﴿ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ ﴾

۳: دعوتِ ہود علیہ السلام:

۹۵ ----- الآية ﴿ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ﴾

۴: دعوتِ صالح علیہ السلام:

۹۵ ----- الآية ﴿ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ ﴾

۵: دعوتِ ابراہیم علیہ السلام:

۹۵ ----- الآية ﴿ وَأَتْلُ سِيهِمْ نَبِيًّا ﴾

۶: دعوتِ شعیب علیہ السلام:

۹۷ ----- الآية ﴿ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ ﴾

۷: دعوتِ موسیٰ علیہ السلام:

۹۷ ----- الآية ﴿ وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴾

۸: دعوتِ عیسیٰ علیہ السلام:

۹۸ ----- الآية ﴿ مَا قُلْتُ لَهُمْ ﴾

۹۹ ----- شیخ محمد عدوی کا بیان

ع: دعوتِ توحید کے لیے اہتمامِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توحید کے لیے تاکیدِ ربانی:

دو آیتیں:

فہرست مضامین

- i: ارشادِ ربّانی: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ..... الْآيَةَ ۱۰۰
- ii: ارشادِ ربّانی: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ..... الْآيَةَ ۱۰۰
- سیرتِ نبوی a سے پانچ مثالیں:

۱: مقامِ مثنیٰ میں لوگوں کے خیموں میں:

۱۰۱: حدیثِ ربیعہ بن عبید اللہ بن جراح رضی اللہ عنہ

۲: بوقتِ وفات چچا ابوطالب کو:

۱۰۱: ارشادِ نبوی ﷺ: ”يَا عَمَّ أَقُلْ..... الْحَدِيثُ

۳: ارادہ قتل کے ساتھ آنے والے مشرک کو:

۱۰۲: ارشادِ نبوی ﷺ: ”أَتَشْهَدُ أَنْ..... الْحَدِيثُ

۴: شاہِ رومِ قیصر کو:

۱۰۵: خطابِ نبوی ﷺ: ”مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ..... الْحَدِيثُ

۵: یمنی اہل کتاب کے لیے توحید کے ساتھ آغازِ دعوت کا حکم:

۱۰۶: ارشادِ نبوی ﷺ: ”إِنَّكَ تَقْدُمُ عَلَى قَوْمٍ..... الْحَدِيثُ

ف: حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دعوتِ توحید کے لیے اہتمام:

۱۰۸: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی رسم کو دعوتِ توحید

۱۰۹: ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ کی رسم کو دعوتِ توحید

۱۱۰: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی رومی سردار جرجہ کو دعوتِ توحید

-۲-

(الْحَيُّ الْقَيُّومُ) کی تفسیر

۱: (الْحَيُّ) کا معنی:

سات علماء کے بیانات ----- ۱۱۲

فہرست مضامین

- ۱۱۳ ب: وصف (الْحَيُّ) والی دیگر آیات میں سے چار
ج: اسم مبارک (الْحَيُّ) کی شان و عظمت:
- ۱۱۴ تین علمائے امت کے اقوال
د: (الْحَيُّ) کے معنی والی دو نصوص:
- ۱۱۶ ا: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾
دو مفسرین کے اقوال
- ۱۱۶ دُعائے نبوی ﷺ: ”أَنْتَ الْأَوَّلُ ، فَلَيْسَ الحديث
حدیث شریف کے حوالے سے دو باتیں
- ۱۱۸ ہ: اللہ تعالیٰ کے سوا سب کا [مرنے والا] ہونا:
پانچ نصوص
- ۱۱۹ و: سید الخلق ﷺ کی زندگی کا ازلی اور ابدی نہ ہونا:
چار نصوص
- ۱۲۱ ز: (الْحَيُّ) کا پہلے جملے سے تعلق:
شیخ ابن عاشور کا قول
- ۱۲۳ خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ
ح: [الْقَيُّومُ] کا وزن اور معنی:
- ۱۲۷ چار علماء کے بیانات
ط: [تمام مخلوقات کے اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہونے] کے متعلق چھ نصوص
- ۱۲۹ ان نصوص کے حوالے سے چار باتیں
ہ: اسم مبارک (الْقَيُّومُ) کی شان و عظمت:
- ۱۳۳ دو علمائے امت کے اقوال

ک: [الْقَيُّومُ] کا پہلے جملے سے تعلق ----- ۱۳۶

-۳-

(لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ) کی تفسیر

ا: جملے کا معنی:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ----- ۱۳۷

امام طبری کا بیان ----- ۱۳۸

ب: [اوگھ] کی نفی کے بعد [نیند] کی نفی کی حکمت:

تین مفسرین کے بیانات ----- ۱۳۸

ج: [اوگھ] کے [نیند] سے پہلے ذکر کرنے کی حکمت:

مفسرین کی بیان کردہ دو حکمتیں ----- ۱۴۱

د: لفظ [لا] کے تکرار کی حکمت:

مفسرین کی ذکر کردہ دو حکمتیں ----- ۱۴۲

ه: اللہ تعالیٰ سے نیند کی نفی کے متعلق ایک حدیث:

ارشاد نبوی ﷺ: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ... الْحَدِيثُ ----- ۱۴۳

شرح حدیث میں علامہ نووی کا بیان ----- ۱۴۴

و: جملے کا ماقبل سے تعلق:

دو مفسرین کے اقوال ----- ۱۴۵

-۴-

[لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ] کی تفسیر

ا: جملے کا معنی:

چھ مفسرین کے اقوال ----- ۱۴۶

فہرست مضامین

- ب: خبر [لہ] کی تقدیم کی حکمت ۱۴۸
- ج: اسم موصول [ما] اور اس کے تکرار کا فائدہ: ۱۴۸
- دو مفسرین کے بیانات ۱۴۸
- د: اسی معنی پر دلالت کناں دیگر نو آیات شریفہ ۱۵۰
- ہ: جملے کا ماقبل سے تعلق: ۱۵۰
- دو مفسرین کے اقوال ۱۵۴
- و: جملے کے دیگر پانچ فوائد: ۱۵۴
- ۱: بندے کا اپنے پاس موجود چیزوں کا حقیقی مالک نہ ہونا:
- اس حوالے سے تین نصوص ۱۵۵
- ۲: مال و اسباب کی فراوانی کا سرکشی کے لیے وجہ جواز نہ ہونا:
- اس حوالے سے دو نصوص ۱۵۶
- ۳: ہر چیز کے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے کو انفاق فی سبیل اللہ کے وقت یاد رکھنا:
- اس حوالے سے دو نصوص کی طرف اشارہ ۱۵۷
- ۴: عطا کردہ چیزوں کے استعمال میں احکام الہیہ کی پابندی:
- اس حوالے سے تین نصوص ۱۵۸
- ۵: بطور امانت دی ہوئی چیزوں کے واپس لیے جانے پر صبر کرنا:
- اس حوالے سے تین باتیں ۱۵۹
- ز: تین سوالات اور ان کے جواب ۱۶۳

-۵-

[مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَنَا إِلَّا بِإِذْنِهِ] کی تفسیر

: جملے کا معنی:

فہرست مضامین

- ۱۶۵ ----- علامہ رازی کا بیان
- ۱۶۶ ----- بتوں کے شفاعت کرنے کی تردید میں دیگر تین آیات
ب: [مَنْ] اور [ذَا] کے ساتھ استفہام کی حکمت:
- ۱۶۸ ----- دو مفسرین کے بیانات
- ج: اذن الہی کے بغیر شفاعت کی نفی کے متعلق دیگر نصوص:
- ۱۷۰ ----- تین آیات شریفہ
- ۱۷۱ ----- ایک حدیث
د: جملے کا ماقبل سے تعلق:
- ۱۷۶ ----- امام طبری کا بیان
ہ: جملے کے دیگر تین فوائد:
- ۱۷۷ ----- ۱: اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور کبریائی کا بیان
- ۱۷۹ ----- ۲: اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت کا ثبوت
- ۱۷۹ ----- ۳: شفاعت کے لیے اذن الہی کا ثبوت

-۶-

[يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ] کی تفسیر

ا: جملے کا معنی:

- ۱۸۰ ----- تین مفسرین کے اقوال
ب: اسم موصول [مَا] کا فائدہ اور اس کے تکرار کی حکمت:
- ۱۸۱ ----- دو مفسرین کے اقوال کا خلاصہ
ج: [يُؤَيِّدِيهِمْ] اور [خَلْفَهُمْ] میں ضمیر [هُمْ] کا مرجع:

فہرست مضامین

- ۱۸۲ ----- مفسرین کے تین اقوال
- ۱۸۳ ----- د: [مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ] اور [وَمَا خَلْفَهُمْ] کی تفسیر میں آٹھ اقوال
- ۱۸۵ ----- ہ: علم الہی کا تمام کائنات کا احاطہ کرنے کے متعلق دیگر چھ آیات
- ۱۸۷ ----- دو تشبیہات
- و: جملے کا ما قبل سے تعلق:
- ۱۸۸ ----- دو مفسرین کے اقوال

-۷-

[وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عَلَيْهِ] کی تفسیر

ا: جملے کے مفردات کے معانی:

ا: [يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ]:

۱۹۱ ----- دو علماء کے اقوال

۲: [مِنْ عَلَيْهِ]:

۱۹۲ ----- [علم] کے دو معانی

ب: جملے کے معانی:

۱۹۲ ----- [علم] کے بیان کردہ دو معانی کے اعتبار سے جملے کے دو معانی

۱۹۳ ----- چار علماء کے اقوال

ج: مخلوق کے علم کا کامل نہ ہونا:

۱: فرشتوں کو پیش کردہ چیزوں کے ناموں کا علم نہ ہونا:

۱۹۵ ----- ارشادِ تعالیٰ: ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ ... الآيات

۲: جنوں کا سلیمان علیہ السلام کی موت سے بے خبر رہنا:

۱۹۷ ----- ارشادِ تعالیٰ: ﴿وَمِنَ الْجِنَّ مَنْ يَّعْمَلُ ... الآيتين

- ۱۹۸----- حافظ ابن کثیر کا بیان
۳: آدم علیہ السلام اور اماں حواء کا شیطان کے دھوکے میں آنا:
- ۱۹۹----- ارشادِ تعالیٰ: ﴿وَيَا آدَمُ اسْكُنْ... الْآيَاتِ
- ۲۰۰----- ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ... الْآيَةِ
- ۲: نوح علیہ السلام کی بیٹی کے لیے لاعلمی میں دعا پر اللہ تعالیٰ کی خلقی:
- ۲۰۱----- ارشادِ تعالیٰ: ﴿وَنَادَى نُوْحٌ رَبَّهُ... الْآيَاتِ
- ۲۰۲----- دو مفسرین کے اقوال
- ۵: ابراہیم کا، نتیجے سے بے خبر، بیٹے علیہ السلام کے ذبح کی خاطر مستعد ہونا:
- ۲۰۳----- ارشادِ تعالیٰ: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ... الْآيَاتِ
- ۶: یوسف کے ٹھکانے اور کیفیت کے متعلق یعقوب علیہ السلام کی لاعلمی:
- ۲۰۵----- ارشادِ تعالیٰ: ﴿وَتَوَلَّى عَنْهُمْ... الْآيَاتِ
- ۷: موسیٰ علیہ السلام کا چھڑی کی سانپ ایسی حرکت دیکھ کر بھاگنا:
- ۲۰۶----- ارشادِ تعالیٰ: ﴿وَأَنَّ الْبَقِيَّةَ... الْآيَةِ
- ۸: سلیمان علیہ السلام کا ہد ہدی غیر حاضری کے سبب کونہ جانا:
- ۲۰۷----- ارشادِ تعالیٰ: ﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ... الْآيَاتِ
- ۲۰۹----- علامہ قرطبی کا بیان
- ۹: یونس علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے گرفتِ تنگ نہ کرنے کا سمجھ کر چلے جانا:
- ۲۰۹----- ارشادِ تعالیٰ: ﴿وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ... الْآيَاتِينَ
- ۱۰: عیسیٰ علیہ السلام کا نفسِ الہی میں موجود بات نہ جاننے کا اقرار و اعلان:
- ۲۱۰----- ارشادِ تعالیٰ: ﴿قَالَ سُبْحَانَكَ... الْآيَةِ
- ۲۱۱----- دو مفسرین کے اقوال

فہرست مضامین

۱۱: آنحضرت ﷺ کا ارادہ قتل سے بلانے والوں کی طرف ستر صحابہ کو بھیجنا:

انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ----- ۲۱۲

آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب سمجھنے والے کے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ----- ۲۱۳
و: جملے کا ما قبل سے تعلق:

I: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ سے تعلق:

سابقہ جملے کا تہمہ ----- ۲۱۳

اسی قسم کی دیگر تین مقامات میں آیات شریفہ ----- ۲۱۴

II: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ... مِنْ عَلَيْهِ﴾ کے ساتھ مل کر جملہ اولیٰ سے تعلق:

دو مفسرین کے اقوال ----- ۲۱۵

-۸-

[وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ] کی تفسیر

ا: جملے کے معانی:

[وَسِعَ] سے مراد:

امام بغوی کا قول ----- ۲۱۷

[كُرْسِيُّهُ] سے مراد:

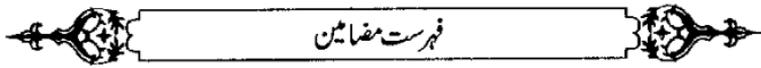
دو مفسرین کے بیانات ----- ۲۱۷

[وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ] کا معنی:

علامہ شوکانی کا بیان ----- ۲۱۹

ب: [الْكُرْسِيُّ] کی شان و عظمت کے متعلق حدیث:

ارشاد نبوی ﷺ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا السَّمَوَاتُ... الْحَدِيثُ" ----- ۲۲۰



- ۲۲۰ شرح حدیث میں شیخ البانی کا بیان
- ۲۲۱ [الکُرْسِيُّ] کے متعلق تین علماء کے بیانات
د: جملے کا اقبل سے تعلق:
- ۲۲۲ دو مفسرین کے بیانات

-۹-

[وَلَا يُوَدُّهَا حِفْظُهُمَا] کی تفسیر

ا: جملے کے معانی:

- ۲۲۵ چار علماء کے اقتباسات
ب: آسمانوں اور زمین میں موجود چیزوں کے عدم ذکر کی حکمت:
- ۲۲۷ قاضی ابوسعود کا بیان
ج: جملے کا اقبل سے تعلق:
- ۲۲۷ شیخ ابن عاشور کا بیان
د: جملے کا فائدہ:
- ۲۲۸ دو علماء کے بیانات

-۱۰-

[وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ] کی تفسیر

ا: [الْعَلِيُّ] سے مراد:

- ۲۳۱ چھ علماء کے اقوال
- ۲۳۳ ب: اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے اوپر ہونے کے متعلق چار علماء کے بیانات
- ۲۳۸ ج: اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے اوپر ہونے کے سات دلائل

فہرست مضامین

- ۲۴۳ د: اسم مبارک [الْعَلِيُّ] پر مشتمل دیگر آیات میں سے تین
 ہ: [الْعَظِيمُ] سے مراد:
- ۲۴۴ چھ مفسرین کے اقوال
 تنبیہ: اسماء و صفات والی نصوص کو کیفیت و تشبیہ بیان کیے بغیر رہنے دینا:
- ۲۴۶ حافظ ابن کثیر کا بیان
- ۲۴۶ و: اسم مبارک [الْعَظِيمُ] پر مشتمل دیگر آیات میں سے تین
- ۲۴۷ ز: [الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ] دونوں ناموں پر مشتمل ایک اور آیت شریفہ
 ح: جملے میں حصر اور اس کا فائدہ:
- ۲۴۷ شیخ بشیرین کے بیان کا خلاصہ
 ط: جملے کا ماقبل سے تعلق:
- ۲۴۹ شیخ ابن عاشور کا بیان
 ❀ حرف آخر:
- ۲۵۱ ا: خلاصہ کتاب
- ۲۵۵ ب: اپیل
- ۲۵۶ ❀ المصادر والمراجع



پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ
شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ
لَهُ. وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ
أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ ❶

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ
وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَ
نِسَاءً ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۗ إِنَّ اللَّهَ
كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ ❷

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا. يُضْلِحْ
لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ ❸

اما بعد!

امتِ اسلاميہ کی زيوں حالی ہر باشعور مسلمان کے دل کو پریشان کرنے والی ہے۔

❶ سورة آل عمران / الآية ۱۰۲ .

❷ سورة النساء / الآية الأولى .

❸ سورة الأحزاب / الآيات ۷۰-۷۱ .

اس خستہ حالت کا ایک بنیادی سبب رب ذوالجلال کی کتاب سے دوری ہے۔ امت کو ذلت و رسوائی سے نکالنے کا قوی ترین طریقہ، سرفراز و سر بلند کرنے کا مضبوط ترین ذریعہ اور عظمت پاریںہ تک پہنچانے کا سب سے قطعی، حتمی اور یقینی راستہ یہ ہے، کہ اسے اللہ مالک الملک کی کتاب عزیز کی جانب لایا جائے۔ امت کے افراد اس کتاب کریم کے سیکھنے سکھانے، اس کی شب و روز تلاوت کرنے، اس میں تدبیر کرنے، اس پر عمل کرنے اور انسانیت کو اس سے جوڑنے والے بن جائیں۔ صاحب قرآن اور وحی الہی سے زبان کو حرکت دینے والے ہمارے نبی کریم ﷺ نے چودہ صدیوں سے بھی پہلے خبر دی:

”إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْآخَرِينَ.“^①

[بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ساتھ (کچھ) قوموں کو بلند فرماتے ہیں

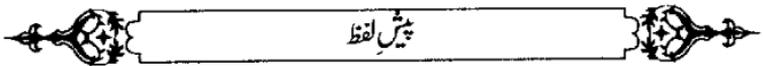
اور دوسروں کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں۔]

قرآن کریم کی ہر آیت کریمہ عالی مرتبت اور عظیم القدر ہے، لیکن ان میں سے عظیم ترین آیت: [آیت الکرسی] ہے۔^② پستیوں سے امت کی نجات اور پھر روئے زمین پر اس کی بالادستی اور غلبہ کی خاطر اس آیت کے سیکھنے، سکھانے، تلاوت و تدبیر کرنے، اس پر کما حقہ ایمان لانے، اس کے مطابق زندگی کے نقشوں کو ترتیب دینے اور اس کی خوب نشر و تبلیغ کا اہتمام کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ اپنی کم ہمتی اور بے بضاعتی کے باوجود، رب علیم و کریم پر توکل کرتے ہوئے، اسی آیت شریفہ کے فضائل و تفسیر کے متعلق یہ اوراق اس اُمید پر ترتیب دے رہا ہوں، کہ مولائے کریم امت کی

① امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين وقصرها،

باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه.....، رقم الحديث ۲۶۹ - (۸۱۷)، ۵۰۹/۱.

② اس بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے اس کتاب کے صفحات ۲۷-۲۸.



سر بلندی کے لیے جدوجہد کرنے والوں میں مجھ ناکارے کو بھی اپنے فضل و کرم سے شامل فرمادیں۔ اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ .

کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں:

۱: اس سلسلے میں توفیقِ الہی سے درج ذیل باتوں کے اہتمام کی کوشش کی گئی ہے:

۲: تفسیر کے دوران اساسی اور بنیادی مرجع قرآن و سنت ہی رہا ہے، البتہ متقدمین اور متاخرین علماء کی تفاسیر سے بقدر استطاعت استفادہ کیا گیا ہے۔

۳: آیت الکرسی کی تفسیر کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر حصے میں ضمنی عنوانات کے تحت گفتگو کی گئی ہے، تاکہ بات سمجھنے سمجھانے میں آسانی ہو۔

۴: کتاب کے آخر میں مراجع و مصادر کے متعلق تفصیلی معلومات درج کی جا رہی ہیں، تاکہ ان کی جانب رجوع کرتے وقت استفادہ میں آسانی رہے۔

خاکہ کتاب:

پیش لفظ

مبحث اول آیت الکرسی کے فضائل

[اسے پانچ مستقل عنوانات والے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔]

مبحث دوم آیت الکرسی کی تفسیر

[اسے دس مستقل عنوانات والے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔]

حرف آخر:

۱: خلاصہ کتاب

ب: اپیل

شکر و دعا:

اللہ جی و قیوم کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، کہ انہوں نے اپنی کتاب کریم کی عظیم ترین آیت شریفہ کے متعلق یہ اوراق مرتب کرنے کی توفیق دی۔ اس حقیر کوشش میں، جو بھی درست بات ہے، وہ محض ان کے فضل و کرم سے ہے اور جو کجی، خلل اور کوتاہی ہے، وہ مجھ ناکارے اور شیطان کی جانب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ اس سے بلند و بالا ہیں۔

مولائے کریم میرے قابلِ صدا احترام والدین کو جزائے خیر دیں، کہ انہوں نے اپنی اولاد کے سینوں میں قرآن کریم کی محبت ڈالنے، اسے سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کروانے کی راہ پر لگانے کی خاطر، بھرپور جدوجہد کی۔ (رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِی صَغِيرًا).

کتاب کی تیاری میں مفید مشوروں کے لیے اپنے بھائی اور دوست پروفیسر ڈاکٹر سید محمد ساداتی شفقپلی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد العظیم عدوی کا شکر گزار ہوں۔ کتب تفسیر سے استفادے اور کتاب کے عربی نسخے کی مراجعت میں تعاون پر اپنے عزیز بیٹوں حافظ حماد الہی و حافظ سجاد الہی اور پیاری بیٹی کے لیے شکر گزار اور دعا گو ہوں۔

محبت و اخلاص اور نہایت باریک بینی سے کتاب کے اردو نسخے کی مراجعت کے لیے محترم بھائی اور دوست میاں محمد شفیع ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج (ر) اور عزیز القدر عمر فاروق قدوسی کے لیے شکر گزار اور دعا گو ہوں۔

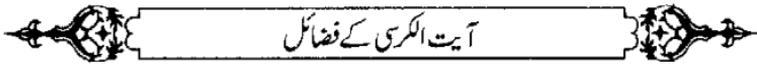
اپنی اہلیہ محترمہ، اولاد اور بہوؤں کے لیے شکر گزار اور دعا گو ہوں، کہ وہ میری خوب خدمت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کتاب کے ثواب میں شریک فرمائیں اور دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائیں۔ إِنَّهُ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ.

فضل الہی

۱۵-۱۰ بجے صبح بروز اتوار

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

برطانیہ ۷ اپریل ۲۰۱۳ء



آیت الکرسی کے فضائل

مبحث اوّل

آیت الکرسی کے فضائل

تمہید:

آیت الکرسی بہت بڑی عظمت و رفعت والی آیت ہے، اور اس بلندی اور برتری کا سبب اس میں بیان کردہ باتیں ہیں۔ یہ رب العالمین کی توحید، ان کی کبریائی، بڑائی اور صفات پر مشتمل ہے، اور جیسا کہ معلوم ہے، کہ سب سے بلند و برتر ذات اللہ مالک الملک کی ہے۔ اسی سلسلے میں علامہ رازیؒ نے تحریر کیا ہے:

وَأَعْلَمَ أَنَّ الدِّكْرَ وَالْعِلْمَ يَتَّبَعَانِ الْمَذْكُورَ وَالْمَعْلُومَ ،
فَكُلَّمَا كَانَ الْمَذْكُورُ وَالْمَعْلُومُ أَشْرَفَ ، كَانَ الدِّكْرُ وَالْعِلْمُ
أَشْرَفَ . وَأَشْرَفَ الْمَذْكُورَاتِ وَالْمَعْلُومَاتِ هُوَ اللَّهُ
سُبْحَانَهُ . فَلِهَذَا السَّبَبِ كُلُّ كَلَامٍ اشْتَمَلَ عَلَى نَعْوَتِ
جَلَالِهِ ، وَصِفَاتِ كِبْرِيَّائِهِ ، كَانَ ذَلِكَ الْكَلَامُ فِي نِهَائِهِ
الْجَلَالِ وَالشَّرَفِ . وَلَمَّا كَانَتْ هَذِهِ الْآيَةُ كَذَلِكَ ، لَا جَرَمَ
كَانَتْ هَذِهِ الْآيَةُ بِالْعَظَمَةِ فِي الشَّرَفِ إِلَى أَقْصَى الْغَايَاتِ
وَأَبْلَغِ النِّهَائِيَّاتِ . ①

خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے، کہ بلاشبہ و شبہ ذکر اور علم کا تعلق [مذکور] ②

① التفسیر الکبیر ۳/۷ باختصار؛ نیز ملاحظہ ہو: الکشاف ۱/ ۳۸۶-۳۸۷؛ و تفسیر القرطبی ۱۳/ ۲۷۰-۲۷۱؛ و شرح النووی ۶/ ۹۴؛ و تفسیر البیضاوی ۱/ ۱۳۵؛ و تفسیر التحریر و التنویر ۱۳/ ۲۴-۲۵؛ و ایسر التفاسیر ۱/ ۲۰۳۔
② جس کا ذکر کیا جائے۔

آیت الکرسی کے فضائل

اور [معلوم] ۱ سے ہوتا ہے۔ جب بھی [مذکور] و [معلوم] شرف و مرتبت والے ہوں گے، ان کا ذکر، اور ان کے متعلق علم بھی شرف کا حامل ہوگا۔ تمام جہانوں میں، جس جس کا ذکر کیا جاتا ہے، اور جس کسی کے متعلق معلومات حاصل کی جاتی ہیں، ان میں سے اشرف و اعلیٰ اور سب سے بلند و بالا اللہ جل شانہ کی ذات اقدس ہے۔ اسی وجہ سے وہ کلام، جو اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ، اور اوصاف کمال پر مشتمل ہوگا، وہ جلالت و عظمت کی انتہا کو پہنچا ہوا ہوگا۔

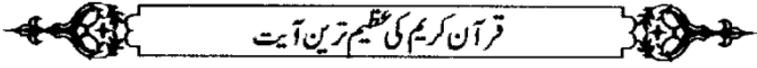
آیت الکرسی، چونکہ ایسا ہی کلام ہے، لہذا اس کا شرف و منزلت کی بلند یوں پر ہونا، شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

وحی الہی سے زبان کو حرکت دینے والے ہمارے نبی کریم ﷺ نے آیت الکرسی کے فضائل و اہمیت کو متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ انہی میں سے چند ایک درج ذیل پانچ عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیے:

- ۱: قرآن کریم کی عظیم ترین آیت
- ۲: آیت الکرسی میں اسم اعظم
- ۳: اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا
- ۴: بعد از نماز پڑھنے سے آئندہ نماز تک حفاظت الہی
- ۵: بعد از نماز پڑھنے والے اور جنت کے درمیان صرف موت کا حائل ہونا



۱ جس کا علم حاصل کیا جاتا ہے۔



-۱-

قرآن کریم کی عظیم ترین آیت

کائنات میں کیے جانے والے کلام میں سے سب سے بلند و برتر کلام کائنات کے خالق، مالک، رازق اور اس کا نظام چلانے والے رب العالمین کا ہے۔ انہوں نے مختلف زمانوں میں اپنے کلام پر مشتمل صحیفے اور کتابیں، حضرات انبیاء اور رسولوں ﷺ پر نازل فرمائے۔ ان میں سب سے بڑھ کر عظمت والا قرآن کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بھی بعض سورتوں اور آیات کو اس ہی کی دیگر سورتوں اور آیات پر فوقیت عطا فرمائی۔ انہوں نے خود ہی اس کی آیات میں سے آیت الکرسی کو سب سے زیادہ منقبت اور فضیلت والا بنایا۔ امام مسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”يَا أَبَا الْمُنْدَرِ! اتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَلَتْ أَعْظَمُ؟“

[”اے ابا منذر! کیا تم جانتے ہو، کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب

کی کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟“]

انہوں نے بیان کیا: ”میں نے عرض کیا:

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْقَيُّومُ﴾^①

انہوں نے بیان کیا:

”فَضْرَبَ فِي صَدْرِي، وَقَالَ: ”وَاللَّهِ! لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْدَرِ!“

① (ابا المنذر): حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کنیت۔

② یعنی آیت الکرسی: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْقَيُّومُ﴾ سے لے کر ﴿هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ تک۔

قرآن کریم کی عظیم ترین آیت

”تو آنحضرت ﷺ نے میرے سینے پر (اپنا دستِ شفقت) مارا اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! اے ابومنذر تجھے یہ علم مبارک ہوا!“ یہ حدیث واضح طور پر دلالت کرتی ہے، کہ آیت الکرسی قرآن کریم کی سب سے زیادہ قدر و منزلت والی آیت شریفہ ہے۔

شیخ الإسلام ابن تیمیہ کا بیان:

وہ لکھتے ہیں:

”وَلَيْسَ فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ وَاحِدَةٌ تَضَمَّنَتْ مَا تَضَمَّنَتْ آيَةُ الْكُرْسِيِّ . وَإِنَّمَا ذَكَرَ اللَّهُ فِي أَوَّلِ سُورَةِ الْحَدِيدِ وَآخِرِ سُورَةِ الْحَشْرِ عِدَّةَ آيَاتٍ ، لَا آيَةَ وَاحِدَةً.“^①

[جو کچھ آیت الکرسی میں ہے، وہ قرآن کریم کی کسی بھی دوسری ایک آیت میں نہیں ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے (آیت الکرسی میں موجود باتوں کو) سورة الحديد کی ابتدائی^② اور سورة الحشر کی آخری آیات میں بیان کیا ہے، لیکن وہ متعدد آیات ہیں، ایک آیت نہیں۔] ^③



① مجموع الفتاوى ۱۷/۱۳۰.

② مراد پہلی آیت: ﴿سَبَّحَ لِلَّهِ﴾ سے لے کر چھٹی آیت: ﴿وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ تک آیات ہیں۔ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

③ مراد سورت کی آخری تین آیات: ﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ سے لے کر ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ تک ہیں۔ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

آیت الکرسی میں اسمِ اعظم

-۲-

آیت الکرسی میں اسمِ اعظم

اللہ عزوجل کے بہت سے پیارے نام ہیں، جن کے ساتھ انہیں پکارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہی بابرکت ناموں میں سے ایک اسمِ اعظم (سب سے بڑا نام) ہے، کہ جب اُن کے حضور اُس کے ساتھ سوال پیش کیا جائے، تو وہ عطا فرماتے ہیں۔ اُس کے ساتھ فریاد کی جائے، تو وہ دعا شرف قبولیت پاتی ہے۔ وہ اسمِ اعظم قرآن کریم کی متعدد آیات میں موجود ہے، انہی میں سے ایک آیت الکرسی ہے۔
دلیل:

امام حاکم نے قاسم بن عبد الرحمن سے، اور انہوں نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ اسْمَ اللَّهِ الْأَعْظَمَ لَفِي ثَلَاثِ سُورٍ فِي الْقُرْآنِ : فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ، وَآلِ عِمْرَانَ، وَطه.“

فَالْتَمَسْتُهَا، فَوَجَدْتُ فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ: آيَةَ الْكُرْسِيِّ:

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾،

وَفِي سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ: ﴿الْمَلَأَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾

وَفِي سُورَةِ طه: ﴿وَعَنْتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ﴾^①

① المستدرک علی الصحیحین، کتاب الدعاء، ۱/۵۰۶۔ اسے حضرات ابن ماجہ، ابن حبان، ابن ماجہ، الطحاوی، الفریابی اور ابو عبد اللہ القرظی نے روایت کیا ہے، اور شیخ البانی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ، رقم الحدیث ۷۴۶، ۲/۳۸۲-۳۸۳)۔ نیز دیکھیے: سنن ابن ماجہ، أبواب الدعاء، باب اسم اللہ الأعظم، رقم الحدیث ۳۸۵۶، ص ۶۲۶۔ شیخ عمام نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش سنن ابن ماجہ ص ۶۲۶)۔

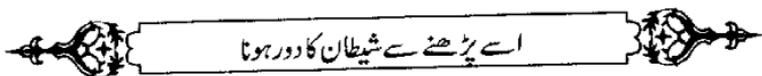
آیت الکرسی میں اسمِ اعظم

اس سلسلے میں صاحبِ بصیرت اس (حقیقت) سے آگاہ ہے۔ [

لہذا جو بھی اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کے ساتھ دعا کرنا چاہے، تاکہ اس کی دعا شرفِ قبولیت پائے، وہ آیت الکرسی کے اس جملے: [اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ] کے ساتھ اپنی فریاد مولائے رحمن و رحیم کے حضور پیش کرے۔

اے ہمارے جی و قیوم رب! ہمیں اپنے اسمِ اعظم کے ساتھ اپنے حضور التجائیں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائیے اور پھر ہماری فریادوں کو قبول فرمائیے۔ إِنَّكَ سَمِيعٌ مُّجِيبٌ.





- ۳ -

اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا

شیطان ہمہ وقت لوگوں کو نقصان پہنچانے کی خاطر جدوجہد میں مصروف رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر شفقت فرمانے والے ہیں۔ انہوں نے اپنے بندوں کو شیطان کے مقابلے میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا، بلکہ انہیں متعدد ایسی باتیں عطا فرمائی ہیں، کہ وہ ان کے ساتھ شیطان کے شرور و فتن سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ انہی باتوں میں سے ایک آیت الکرسی کا پڑھنا ہے۔

دلائل:

ہمارے نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث شریفہ میں امت کو اس بات سے آگاہ فرمایا ہے، کہ آیت الکرسی پڑھنے سے وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ انہی میں سے تین ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکاۃ رمضان ۱ کی حفاظت کی ذمہ داری

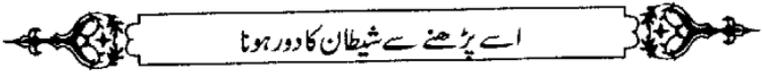
سونپی۔ [رات میں] ایک شخص میرے پاس آیا، اور غلے میں سے مٹھیاں

بھر بھر کر اٹھانے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا:

”وَاللّٰہِ! لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ.“

”اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے روبرو پیش کروں گا۔“

① (زکاۃ رمضان): صدقۃ الفطر کا جمع شدہ اثاب۔



اس نے کہا:

”إِنِّي مُحْتَاَجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ.“
 ”میں محتاج ہوں، میرے ذمے کنبے کی کفالت ہے، اور میں سخت ضرورت مند ہوں۔“

انہوں [ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ] نے بیان کیا: ”میں نے اسے چھوڑ دیا۔“

صبح ہوئی، تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا:

”يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! مَا فَعَلَ أُسَيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟“

”اے ابو ہریرہ! گزشتہ شب تمہارے قیدی نے کیا کیا؟“

انہوں نے بیان کیا: ”میں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ - ﷺ -! شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا،

فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ.“

”یا رسول اللہ - ﷺ -! اس نے شدید تنگ دستی، اور بال بچوں کا رونا

روایا، تو مجھے اس پر ترس آ گیا، اور میں نے اسے جانے دیا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”أَمَّا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُودُ.“

”اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا ہے، اور وہ دوبارہ ضرور آئے گا۔“

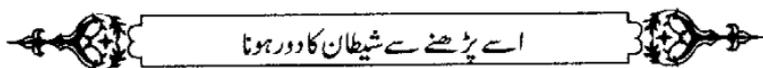
رسول اللہ ﷺ کے اس فرمانے کی وجہ سے مجھے یقین ہو گیا، کہ وہ ضرور آئے

گا، اسی لیے میں اس کی تاک میں لگا رہا۔ وہ آیا، اور غلے میں سے لپ بھر بھر کر اٹھانے

لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا:

”لَا رَفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.“

”میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔“



اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا

اس نے کہا:

”دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاَجٌ، وَعَلِيَّ عِيَالٌ، لَا أَعُوذُ.“

”مجھے چھوڑ دو، یقیناً میں محتاج ہوں، بال بچوں کا بوجھ میرے سر پر ہے،

میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔“

مجھے اس پر رحم آ گیا، اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ دن طلوع ہوا، تو رسول

اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

”يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟“

”اے ابو ہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟“

میں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ - ﷺ - شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا،

فَرَحَمْتُهُ، فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ.“

”اے اللہ کے رسول - ﷺ -! اس نے شدید تنگی اور بال بچوں کا رونا

رویادیا، تو مجھے اس پر ترس آ گیا، اور میں نے اسے جانے دیا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”أَمَّا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسِعُوذُ.“

”یقیناً اس نے تمہارے ساتھ جھوٹ بولا ہے، اور وہ پھر ضرور آئے گا۔“

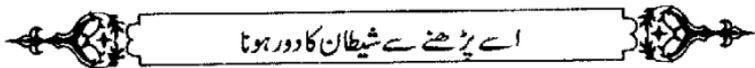
میں تیسری مرتبہ اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ وہ آیا، اور اناج میں سے چلو بھرنے

لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا:

”لَا رَفَعْنَاكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ - ﷺ - . وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ

مَرَاتٍ، إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوذُ.“

”میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کروں گا۔ تیرا یہ تیسری



اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہوتا

بار آنا، آخری موقع ہے۔ تم نہ آنے کا جھانسہ دیتے رہتے ہو، لیکن پھر پلٹ آتے ہو۔“

اس نے کہا:

”دَعْنِيْ أَعْلِمُكَ كَلِمَاتٍ ، يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا .“

”مجھے چھوڑ دو، میں تجھے (چند) ایسے کلمات سکھاتا ہوں، جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دیں گے۔“

میں نے پوچھا:

”مَا هُنَّ؟“

”وہ [کلمات] کیا ہیں؟“

اس نے کہا:

”إِذَا أُوْتِيَ إِلَى فِرَاشِكَ ، فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ : ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ ، حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ ، فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ ، وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ ، حَتَّى تُصْبِحَ .“

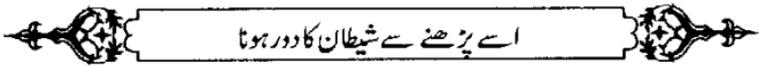
”جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو، تو آیت الکرسی [اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ] پوری پڑھ لیا کرو۔ [ایسا کرنے سے] تم پر یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ رہے گا، اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب نہیں پھلے گا۔“

”(یہ بات سن کر) میں نے اسے چھوڑ دیا۔“

صبح ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا:

”مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟“

”گزشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟“



اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا

میں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ - ﷺ - اَزَعَمَ اَنْهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ،
يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهَا، فَخَلِّتُ سَبِيلَهُ.“

”اے اللہ تعالیٰ کے رسول - ﷺ -! اس نے یقین دلایا، کہ وہ مجھے
ایسے کلمات سکھائے گا، جن کے سبب اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچائیں گے، تو
میں نے اسے چھوڑ دیا۔“

آنحضرت ﷺ نے استفسار فرمایا:

”مَا هِيَ؟“

”وہ [کلمات] کیا ہیں؟“

میں نے عرض کیا: ”اس نے مجھے کہا:

”إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ، فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى
تَخْتِمَ الْآيَةَ: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾.“

”جب بھی اپنے بستر کی طرف جاؤ، تو آیت الکرسی [اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
الْحَيُّ الْقَيُّومُ] آغاز سے لے کر آخر تک پڑھو۔“

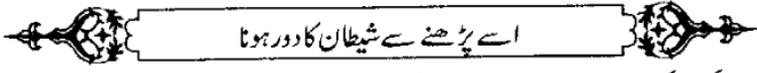
اور اس نے مجھے (یہ بھی) کہا:

”لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى
تُصْبِحَ.“

”[ایسا کرنے سے] تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان رہے گا، اور
صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔“

اور وہ [ابو ہریرہ اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم] خیر کی سب سے زیادہ خواہش

رکھنے والے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:



اے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا

”أَمَّا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ.“

تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطَبُ مُذْ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟“

”وہ تو جھوٹا ہے، لیکن یقیناً وہ تم سے سچ بات کہہ گیا ہے۔“

اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! کیا تم جانتے ہو، کہ تم تین رات سے کس سے گفتگو کر

رہے ہو؟“

انہوں نے عرض کیا:

”لا۔“

”نہیں۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”ذَلِكَ شَيْطَانٌ.“^①

”وہ شیطان تھا۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بیان:

اس حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وَلِهَذَا إِذَا قَرَأَهَا الْإِنْسَانُ عِنْدَ الْأَحْوَالِ الشَّيْطَانِيَّةِ بِصِدْقٍ“

أَبْطَلَتْهَا مِثْلُ مَنْ يَدْخُلُ النَّارَ بِحَالِ شَيْطَانِيٍّ أَوْ يَحْضُرُ

سَمَاعَ الْمُكَّاءِ وَالتَّصْدِيَةِ ، فَتَنْزَلُ عَلَيْهِ الشَّيَاطِينُ ،

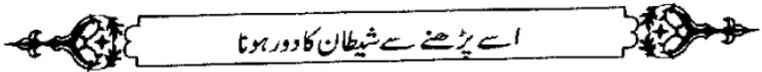
وَتَتَكَلَّمُ عَلَى لِسَانِهِ كَلَامًا لَا يَعْلَمُ ، وَرَبِّمَا لَا يَفْقَهُ .“^②

”اسی [حدیث کی] بنا پر شیطانی مکر و فریب والے کاموں کے وقت کسی

① صحیح البخاری، کتاب الوکالة، باب إذا وكل رجلا، فترك الوكيل شيئاً، فأجازه الموكل

فهو جائز،، رقم الحديث ۲۳۱۱، ۴/۴۸۷.

② مجموع الفتاوى ۱/۲۸۶.



انسان کا سچے دل سے آیت الکرسی کا پڑھنا، ان کاموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص شیطانی دجل و فریب سے آگ میں داخل ہو یا ایسی محفل میں حاضر ہو، جہاں سیٹیاں اور تالیاں سننے پر شیاطین آتیں اور اس کی زبان سے ایسی گفتگو کرنا شروع کر دیں، جسے وہ جانتا بھی نہ ہو، بلکہ بسا اوقات سمجھتا بھی نہ ہو۔“ (ایسے مواقع پر آیت الکرسی کا پڑھنا، ان حرکات کے جھوٹ اور مکر و فریب کو ظاہر کر دیتا ہے)۔

علامہ عینی کا قول:

انہوں نے تحریر کیا ہے:

”وَفِيهِ فَضْلٌ آيَةُ الْكُرْسِيِّ.“^①

”اس میں آیت الکرسی کی فضیلت ہے۔“

ب: امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ:

”بے شک ان کے ہاں [گھر میں] ایک طاق تھا، جس میں کھجوریں تھیں۔ ایک جفنی وہاں آ کر، اس سے کچھ اٹھا کر، لے جایا کرتی تھی۔ اس بارے میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت پیش کی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

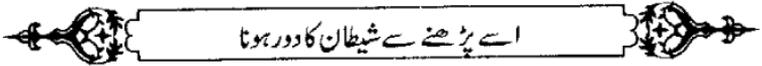
”إِذْهَبْ، إِذَا رَأَيْتَهَا، فَقُلْ:

”بِسْمِ اللَّهِ، أَجِيبِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ.“

”جائیے، جب تم اسے دیکھو، تو کہو:

”اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو جاؤ۔“

① عمدة القاری ۱۲/۱۴۸۔ نیز دیکھئے: فتح الباری ۴/۴۸۹۔



انہوں نے بیان کیا، کہ انہوں نے اسے پکڑ لیا، تو اس نے قسم کھائی، کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گی۔ اس پر انہوں نے اسے چھوڑ دیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا:

”مَا فَعَلَ أُسَيْرُكَ؟“

”تمہارے قیدی نے کیا کیا؟“

انہوں نے جواب دیا:

”حَلَفْتُ أَنْ لَا تَعُودَ.“

”اس نے قسم کھائی، کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گی۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”كَذَبْتُ، وَهِيَ مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ.“

”اس نے جھوٹ بولا ہے، اور جھوٹ بولنا اس کی عادت ہے۔“

انہوں نے بیان کیا، کہ انہوں نے اسے دوبارہ پکڑ لیا، تو اس نے دوبارہ نہ آنے کی قسم کھائی، تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا:

”مَا فَعَلَ أُسَيْرُكَ؟“

”تمہارے قیدی نے کیا کیا؟“

انہوں نے عرض کیا:

”فَحَلَفْتُ أَنْ لَا تَعُودَ.“

”اس نے واپس نہ آنے کی قسم کھائی ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”كَذَبْتُ، وَهِيَ مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ.“

اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا

”اس نے جھوٹ بولا ہے، اور دروغ گوئی اس کا شیوہ ہے۔“

انہوں نے اسے پھر پکڑ لیا، اور کہا:

”مَا أَنَا بِتَارِكِكَ حَتَّىٰ أَذْهَبَ بِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.“

”اب میں تمہیں نبی کریم ﷺ کے زور و پیش کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔“

وہ کہنے لگی:

”إِنِّي ذَاكِرَةٌ لَّكَ شَيْئًا: آيَةُ الْكُرْسِيِّ إِفْرَأَهَا فِي بَيْتِكَ، فَلَا يَقْرُبُكَ شَيْطَانٌ وَلَا غَيْرُهُ.“

”میں تمہیں ایک چیز بتلاتی ہوں: اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھا کرو،

شیطان تمہارے نزدیک نہیں آئے گا، اور نہ ہی کوئی اور [ضرر رساں] چیز۔“

وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا:

”مَا فَعَلَ أُسَيْرُكَ؟“

”تمہارے قیدی نے کیا کیا؟“

انہوں نے بیان کیا، کہ انہوں (یعنی حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ) نے آنحضرت ﷺ

کو، اس جہنمی کی کہی ہوئی بات بتلائی، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”صَدَقْتُ، وَهِيَ كَذُوبٌ.“^①

① الفتح الربانی لترتیب مسند الإمام أحمد، کتاب فضائل القرآن وتفسیره وأسیاب نزوله،

باب ما جاء فی فضل آية الكرسي، رقم الحدیث ۱۹۹، ۱۸/۹۳-۹۴؛ وجامع الترمذی،

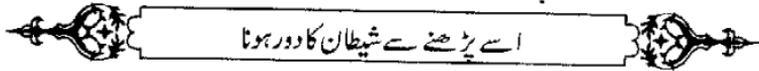
أبواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورة البقرة وآية الكرسي، رقم الحدیث ۳۰۴۰،

۱۶۸/۸-۱۵۰. الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن غریب] کہا ہے،

حافظ منذری نے نقد کے بغیر ان کے [حسن] کہنے کو نقل کیا ہے اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا

ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۵۰/۸، والترغیب والترہیب ۳۷۴/۲؛ و صحیح سنن

الترمذی ۴/۳).



اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا

”اس نے سچ بولا ہے، حالانکہ وہ جھوٹی ہے۔“

ج: حضراتِ ائمہ نسائی، ابن حبان، طبرانی، حاکم اور بغوی نے حضرت اُبی بن

کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ (انہوں نے بیان کیا، کہ)

”یقیناً وہ ایک کھجوریں سکھایا کرتے تھے۔ انہوں نے دیکھا، کہ

کھجوریں کم ہو رہی ہیں، تو انہوں نے ایک رات جاگ کر ان [کھجوروں]

کی حفاظت کی۔ یکا یک انہوں نے اپنے روبرو ایک جوان لڑکے کی شکل

کا شخص دیکھا۔ اُس نے انہیں سلام کہا۔ انہوں نے اُسے سلام کا جواب

دیا اور پوچھا:

”أَجْنِي أُمَّ إِنْسِي؟“

”کیا جن ہو یا انسان؟“

اس نے جواب دیا:

”بَلْ جِنِّي.“

”بلکہ جنوں میں سے ہوں۔“

انہوں نے کہا:

”أَرْنِي يَدَكَ.“

”اپنا ہاتھ دکھاؤ۔“

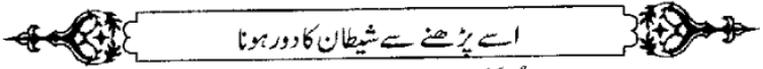
اس نے اپنا ہاتھ دکھایا، تو وہ کتے کا ہاتھ [یعنی اس کی مانند] تھا، اور کتے ایسے

بال تھے، اس پر انہوں نے پوچھا:

”هَكَذَا خُلِقَ الْجِنُّ؟“

”کیا جن اسی طرح تخلیق کیے گئے ہیں؟“

اس نے کہا:



اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا

”لَقَدْ عَلِمْتِ الْجِنَّ أَنَّهُ لَيْسَ فِيهِمْ رَجُلٌ أَشَدَّ مِنِّي.“

”[تمام] جن جانتے ہیں، کہ مجھ ایسا طاقت ور شخص ان میں کوئی نہیں ہے۔“

انہوں نے پوچھا:

”مَا جَاءَ بِكَ؟“

”تمہیں [یہاں] کون سی چیز لائی ہے؟“

اس نے کہا:

”أُنْسِنَا أَنَّكَ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ ، فَجِئْنَا نُصِيبُ مِنْ طَعَامِكَ .“

”ہمیں بتلایا گیا، کہ آپ صدقہ [کرنا] پسند کرتے ہیں، اسی لیے ہم آپ

کے غلے میں سے اپنا حصہ لینے آئے ہیں۔“

انہوں نے پوچھا:

”مَا يُجِيرُنَا مِنْكُمْ؟“

”ہمیں تم سے کون سی چیز محفوظ رکھتی ہے؟“

اس نے پوچھا:

”تَقْرَأُ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾؟“

”(کیا) آپ آیت الکرسی: [اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ]،

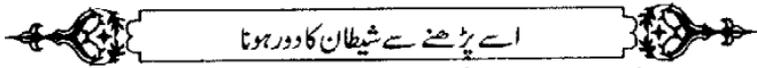
جو کہ سورۃ بقرہ میں ہے، پڑھتے ہیں؟“

انہوں نے فرمایا:

”نَعَمْ .“

”ہاں۔“

اس نے کہا:



”إِذَا قَرَأْتَهَا غُدُوَّةً، أُجِرْتَ مِنْهَا حَتَّى تُمْسِيَ، وَإِذَا قَرَأْتَهَا
حِينَ تُمْسِي، أُجِرْتَ مِنْهَا حَتَّى تُصْبِحَ.“

”اگر تم اسے صبح پڑھو گے، تو شام تک ہم سے محفوظ رکھے جاؤ گے، اور اگر
تم اسے شام کو پڑھو گے، تو صبح تک ہم سے محفوظ رکھے جاؤ گے۔“

حضرت ابی بنی اللہؓ نے بیان کیا: ”میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،
اور اس بات کی آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

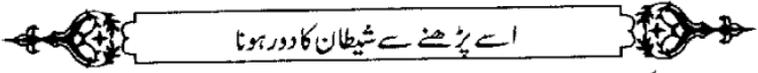
”صَدَقَ الْخَبِيثُ.“ ①

”خبیث نے سچ بات کہی ہے۔“

امام ابن حبان کا حدیث پر تحریر کردہ عنوان:
وہ لکھتے ہیں:

[ذِكْرُ الْإِحْتِرَازِ مِنَ الشَّيْطَانِ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْهُمْ بِقِرَاءَةِ
آيَةِ الْكُرْسِيِّ . ②]

- ① کتاب السنن الكبرى، الجزء الثالث من كتاب عمل اليوم والليلة، ذكر ما يجير من الجن
والشيطان، رقم الحديث ۱۰۷۹۷/۶۰۲/۲۳۹؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن
حبان، كتاب الرقائق، باب قراءة القرآن، رقم الحديث ۷۸۴، ۶۳/۳ - ۶۴؛ والمستدرک
على الصحيحين، كتاب فضائل القرآن، ۱/۵۶۲؛ وشرح السنة، كتاب فضائل القرآن،
باب فضل آية الكرسي والآيتين من آخر سورة البقرة، رقم الحديث ۱۱۹۷، ۴/۴۶۲۔
۴۶۳؛ ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الأذكار، باب ما يقول إذا أصبح وإذا أمسى،
۱۰/۱۱۷ - ۱۱۸۔ الفاظ حدیث المستدرک کے ہیں۔ امام حاکم نے اس کی [سند صحیح] کہا ہے اور
حافظ ذہبی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ حافظ یثمی لکھتے ہیں، کہ اسے (امام) طبرانی نے روایت کیا ہے اور
اس کے [راویان ثقہ] ہیں، شیخ ارنؤوط نے اس کی [سند کو قوی] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرک
۱/۵۶۲؛ والتلخیص ۱/۵۶۲؛ ومجمع الزوائد ۱۰/۱۱۸؛ وهامش الإحسان ۳/۶۴)۔
- ② الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الرقائق، باب قراءة القرآن، ۳/۶۳ - ۶۴۔



[آیت الکرسی پڑھنے سے شیطانوں — ہم ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے

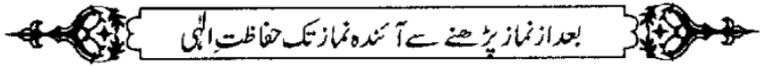
ہیں — سے بچنے کا بیان]

تینوں احادیث سے معلوم ہونے والی تین باتیں:

- ۱: بستر پر لیٹتے وقت آیت الکرسی پڑھنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر کیا جاتا ہے، اور صبح ہونے تک شیطان اس کے قریب نہیں پھسکتا۔ یہ بات پہلی حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔
- ۲: جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے، وہاں سے شیطان اور ہر نقصان پہنچانے والی چیز دور ہو جاتی ہے۔ یہ بات دوسری حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔
- ۳: صبح کے وقت آیت الکرسی پڑھنے والا شام تک، اور شام کے وقت اسے پڑھنے والا صبح تک شیطان کے شرور و فتن سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ یہ بات تیسری حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ جو شخص یہ پسند کرے، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان اس کی حفاظت کے لیے متعین کیا جائے، شیطان اور دیگر ضرر رساں چیزیں اس کے گھر سے دور ہو جائیں، اور وہ شیطانوں کے شرور و فتن سے پناہ الہی میں آجائے، تو وہ بستر پر لیٹتے وقت اور صبح و شام آیت الکرسی اہتمام اور پابندی سے پڑھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے اہل و عیال کو ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا حی یا قیوم۔





-۴-

بعد از نماز پڑھنے سے آئندہ نماز تک حفاظتِ الہی

آیت الکرسی کے فضائل میں سے ایک یہ ہے، کہ فرض نماز کے بعد اسے پڑھنے والا، آئندہ نماز تک، اللہ تعالیٰ کی سپرداری میں آجاتا ہے۔

دلیل:

امام طبرانی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

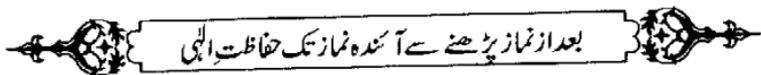
”مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ، كَانَ فِي ذِمَّةِ
اللَّهِ إِلَى الصَّلَاةِ الْآخِرَى.“^①

”جس شخص نے فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، وہ دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔“

یہ ذمہ داری کس قدر قوی، مضبوط، پختہ اور قابل اعتماد ہے!

اس کے ضامن ساری کائنات کے تہا خالق، بلا شرکت غیرے مالک اور نظام چلانے والے قادر و مقتدر ربِّ قدوس ہیں۔

① منقول از: الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، الترغیب فی آیات واذکار بعد الصلوات المکتوبات، رقم الحدیث ۷، ۲/۴۵۳. حافظ منذری اور حافظ بیہقی، دونوں نے، اس کے متعلق تحریر کیا ہے، کہ اسے امام طبرانی نے [سند حسن] کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲/۴۵۳؛ ومجمع الزوائد ۱۰/۱۰۲)۔



بعد از نماز پڑھنے سے آئندہ نماز تک حفاظت الہی

یہ ذمہ داری اللہ عزوجل کی ہے، کہ جس کے وہ دوست ہو جائیں، تو اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا، اور جس کے وہ دشمن ہو جائیں، تو وہ کبھی عزت نہیں پاسکتا (اِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَّيْتِ وَلَا يَعْزُّ مَنْ عَادَيْتِ)۔^①

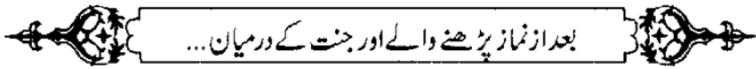
یہ سپرداری تو اس اللہ مالک کی ہے، کہ جس کی وہ مدد اور نصرت کریں، اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا، اور جسے وہ چھوڑ دیں، تو اس کی کوئی اعانت نہیں کر سکتا۔
﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ﴾^②

اس ذمہ داری اور بلند مرتبت سپرداری کے چاہنے والوں پر لازم ہے، کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی باقاعدگی اور اہتمام و توجہ سے پڑھیں۔
رب کریم! ہمیں اور ہماری نسلوں کو تاحیات اس کی توفیق عطا فرماتے رہیے۔
إِنَّكَ قَرِيبٌ مُجِيبٌ .



① یہ الفاظ مبارکہ اس دعائے قنوت کا حصہ ہیں، جو کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سکھائے۔ [ترجمہ: یقیناً وہ شخص ذلیل نہیں ہوتا، جس کے آپ (یعنی اللہ تعالیٰ) دوست ہو جائیں اور وہ عزت نہیں پاتا، جس کے آپ دشمن ہو جائیں۔] ملاحظہ ہو: سنن أبی داؤد، تفریع أبواب الوتر، باب القنوت فی الوتر، رقم الحدیث ۱۴۲۲، ۲۱۱/۴، ۲۱۲؛ و جامع الترمذی، أبواب الوتر، باب ما جاء فی القنوت فی الوتر، رقم الحدیث ۴۶۳، ۴۶۰/۲۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبی داؤد ۱/۲۶۷)۔

② سورۃ آل عمران / جزء من رقم الآیة ۱۶۰۔ [ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں، تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا، اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دیں، تو اس کے بعد کون ہے، جو تمہاری مدد کرے گا؟]



-۵-

بعد از نماز پڑھنے والے اور جنت کے درمیان صرف موت کا حائل ہونا

آیت الکرسی کے فضائل میں سے ایک یہ ہے، کہ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والے اور جنت میں داخلے کے درمیان صرف موت کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔

دلیل:

حضرات ائمہ نسائی، ابن حبان، طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَمْ يَمْنَعَهُ مِنْ

دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ.“^①

① کتاب السنن الكبرى، کتاب عمل اليوم والليلة، ثواب من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة، رقم الحديث ۹۹۲۸ / ۶۰۱ / ۳۰، والترغيب والترهيب، کتاب الذکر والدعاء، الترغيب في آيات وأذکار بعد الصلوات المكتوبات، رقم الحديث ۶، ۲ / ۴۵۳؛ ومجمع الزوائد، کتاب الأذکار، باب ما جاء في الأذکار عقب الصلاة، ۱۰۲ / ۱.

حافظ منذری لکھتے ہیں: ”اسے نسائی اور طبرانی نے کئی ایک سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، جن میں سے ایک سند صحیح ہے۔ ہمارے شیخ ابوالحسن نے بیان کیا، کہ یہ بخاری کی شرط پر ہے، اور ابن حبان نے اسے کتاب الصلاة میں روایت کیا ہے، اور اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔“ (الترغيب والترهيب ۲ / ۴۵۳). حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ”اسے نسائی اور ابن حبان نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس کی سند کو [صحیح] قرار ہے۔“ (منقول از: هامش تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في تفسير الكشاف للزمخشري ۱ / ۱۶۰ / ۱۶۱).

حافظ سیوطی رقم طراز ہیں: ”اسے نسائی، ابن حبان اور دارقطنی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔“ (الفتح السماوي بتخريج أحاديث تفسير القاضي البيضاوي ۱ / ۳۱۰).

بعد از نماز پڑھنے والے اور جنت کے درمیان ...

”جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، اسے جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روکتی۔“

شرح حدیث:

علامہ طیبی کا بیان:

”كَمْ يَمْنَعُهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ، أَي: الْمَوْتُ حَاجِزٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ دُخُولِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا تَحَقَّقَ وَانْقَضَى حَصَلَ دُخُولُهُ.“^①

”اس کے اور جنت کے داخلے کے درمیان صرف موت رکاوٹ ہوتی ہے۔ پس جب وہ آجائے اور وہ فوت ہو جائے، تو اس کا جنت میں داخلہ ہو جاتا ہے۔“

ملا علی قاری کا بیان:

انہوں نے اس کا ایک اور معنی بیان کیا ہے:

”أَي أَنَّهُ لَا يَمْنَعُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ شَيْءٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ الْبَتَّةَ، فَإِنَّ الْمَوْتَ لَيْسَ بِمَانِعٍ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ، بَلْ قَدْ يَكُونُ مُوجِبًا لِدُخُولِهَا، فَهُوَ مِنْ قَبِيلِ: وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُبُوقَهُمْ... البيت .

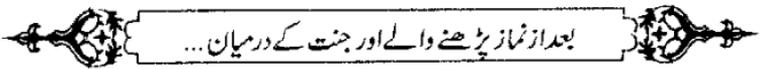
وَهَذَا لَيْسَ بِعَيْبٍ، فَلَا عَيْبَ فِيهِمْ أَصْلًا، فَيَكُونُ مِنْ بَابِ تَأْكِيدِ الْمَدْحِ بِمَا يُشْبِهُ الدَّمَّ. وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ﴾

أَي: مَا كَرِهُوا وَعَابُوا ﴿إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ﴾.“^②

”یعنی جنت میں داخل ہونے میں بلاشک و شبہ قطعاً کوئی چیز حائل نہیں

② المرجع السابق ۵۶/۳ - ۵۷.

① نقلا عن مرقاة المفاتیح ۵۶/۳.



رہتی۔ جہاں تک موت کا تعلق ہے، تو وہ جنت کے داخلے میں رکاوٹ نہیں، بلکہ وہ تو بسا اوقات داخلے کا سبب ہے۔ اور یہ بات اسی طرح ہوئی، جیسے ایک شاعر نے کہا ہے:

وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سَيُوفَهُمْ البیت . ❶

[ترجمہ: اور ان میں اس بات کے سوا کوئی عیب نہیں، کہ ان کی تلواروں میں مختلف گروہوں کے ساتھ معرکہ آرائی کی بنا پر دندانے پڑے ہوئے ہیں۔] اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔

(شاعر کا مقصود یہ ہے کہ) ان میں کوئی عیب نہیں۔ ❷ یہ [تاکید المدح بما يشبه الذم] کے باب میں سے ہے (یعنی ایسے انداز میں بات کہنا، کہ بظاہر اس میں مذمت معلوم ہو، لیکن حقیقت میں اس سے مدح کی تاکید ہو۔)

اسی قسم کا اسلوب ارشاد باری تعالیٰ میں ہے: ﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ﴾ انہوں نے انہیں ناپسندیدہ اور قابل عیب نہیں ٹھہرایا ﴿إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ﴾ ❸ سوائے اس سبب کے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے۔ ❹

❶ مکمل شعر اس طرح ہے:

وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سَيُوفَهُمْ
بِهِنَّ فُلُؤُكُ مِنْ قِسْرَاعِ الْكُتَابِ

❷ شاعر کے خیال کے مطابق۔

❸ سورة البروج / جزء ۱۸ من رقم الآية ۸.

❹ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا، ناپسند کرنے اور قابل عیب ہونے کا سبب، تو نہیں۔ مقصود یہ ہے، کہ انہوں نے، کسی ناپسندیدہ اور قابل نفرت بات کے بغیر ہی، ان کے ساتھ دشمنی کی۔

بعد از نماز پڑھنے والے اور جنت کے درمیان ...

سبحان اللہ! یہ عمل کس قدر آسان ہے، اور اس کا ثواب کتنا عظیم ہے! کیا کسی انسان کے وہم و خیال میں بھی اس سے اعلیٰ اور افضل ثواب کا تصور آ سکتا ہے؟ رب کعبہ کی قسم! جنت میں داخل ہونا ہی حقیقی کامیابی ہے۔

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾^①

[پس جو شخص آگ سے ہٹایا گیا، اور جنت میں داخل کیا گیا، اس نے مراد پائی، اور دنیا کی زندگی تو دعا کی پونجی ہے اور کچھ نہیں۔]

خلاصہ کلام یہ ہے، کہ نعمتوں والی جنتوں میں داخلے کے خواہش مند، ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کا اہتمام کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو، کہ شیطان انہیں اس عظیم خیر سے محروم کر دے۔



① سورۃ آل عمران / الآیۃ ۱۸۵.

آیت الکرسی کی تفسیر

بحث دوم

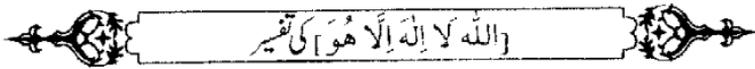
آیت الکرسی کی تفسیر

تمہید:

بعض حضرات مفسرین نے تحریر کیا ہے، کہ آیت الکرسی دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے۔ ۱۰ انہی دس جملوں کے ضمن میں توفیق الہی سے اس کی تفسیر کی جا رہی ہے، جس کا خاکہ حسب ذیل ہے:

- ۱: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر
- ۲: ﴿الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ کی تفسیر
- ۳: ﴿لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ کی تفسیر
- ۴: ﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر
- ۵: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر
- ۶: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کی تفسیر
- ۷: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر
- ۸: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ کی تفسیر
- ۹: ﴿وَلَا يَؤُودُهُ حِفْظُهُمَا﴾ کی تفسیر
- ۱۰: ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ کی تفسیر

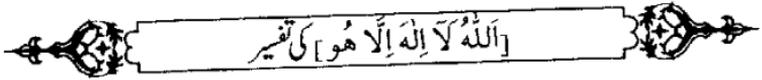
① ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۳۰؛ وایسر التفاسیر ۱/ ۲۰۳۔



-۱-

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

- ا: جملے کا معنی
- ب: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کا قرآن کریم میں تکرار
- ج: اللہ تعالیٰ کا اپنی توحید کی گواہی دینا
- د: ایمان کی بلند ترین شاخ
- ہ: اخلاص سے کہے ہوئے کلمہ توحید کا عرش تک پہنچنا
- و: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کا سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر ہونا
- ز: توحید کا دنیوی سیادت و قیادت کا سبب ہونا
- ح: دعوت توحید میں کسی چمک کا نہ ہونا
- ط: توحید کے بغیر اعمال کا برباد ہونا
- ی: بوقت موت کہنے سے غم کا چھٹنا اور رنگ کا چمکتا
- ک: بوقت موت کہنے والے کا جنت میں داخلہ
- ل: توحید پر فوت ہونے والے کا جنت میں داخلہ
- م: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی گواہی دینے والے کا دوزخ کی آگ پر حرام ہونا
- ن: اخلاص سے کہنے والے کا شفاعت نبوی ﷺ سے سب سے زیادہ فیض یاب ہونا
- س: تمام انبیاء پر نازل کردہ شریعتوں اور ان کی دعوت کی اساس
- ع: دعوت توحید کے لیے اہتمام مصطفوی ﷺ
- ف: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا دعوت توحید کے لیے اہتمام



۱: جملے کا معنی

اس جملے میں نفی اور اثبات ہے۔ نفی اس بات کی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق ہو اور اثبات اس بات کا ہے، کہ ہر قسم کی الوہیت و عبودیت کے حق دار صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہیں۔

چھ علماء کے بیانات:

i: امام طبری لکھتے ہیں: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کا معنی یہ ہے:

”الْتَهْيُ عَنْ أَنْ يُعْبَدَ شَيْءٌ غَيْرُ اللَّهِ الْحَيِّ الْقَيُّومِ الَّذِي صِفَتُهُ مَا وَصَفَهُ نَفْسَهُ تَعَالَى ذِكْرُهُ فِي هَذِهِ آيَةٍ.“^①

”اس آیت میں اپنی بیان کردہ صفات والے اللہ حی و قیوم کے علاوہ کسی بھی چیز کی عبادت کی ممانعت ہے۔“

ii: حافظ ابن کثیر نے قلم بند کیا ہے:

”إِخْبَارٌ بِأَنَّهُ الْمُتَفَرِّدُ بِالْإِلَهِيَّةِ لِجَمِيعِ الْخَلَائِقِ.“^②

”(اس بات کی) کی خبر ہے، کہ وہ تمام مخلوقات کے لیے تہا الوہیت والے ہیں۔“

iii: قاضی بیضاوی نے تحریر کیا ہے:

”وَالْمَعْنَى أَنَّهُ الْمُسْتَحَقُّ لِلْعِبَادَةِ لَا غَيْرُ.“^③

”معنی یہ ہے، کہ وہی عبادت کے مستحق ہیں اور کوئی نہیں۔“

iv: قاضی ابوسعود رقم طراز ہیں:

① تفسیر الطبري ۳۸۶/۵

② تفسیر ابن کثیر ۳۳۰/۱

③ تفسیر البيضاوي ۱۳۴/۱

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

”أَيُّ هُوَ الْمُسْتَحَقُّ لِلْعِبَادَةِ لَا غَيْرُ.“ ❶

”یعنی وہ ہی عبادت کے حق دار ہیں اور کوئی نہیں۔“

v: شیخ عبدالرحمن سعدی نے لکھا ہے:

”فَأَخْبَرَ أَنَّهُ [اللَّهُ] الَّذِي لَهُ جَمِيعُ مَعَانِي الْأُلُوْهِيَّةِ ، وَ أَنَّهُ لَا يَسْتَحِقُّ الْأُلُوْهِيَّةَ وَالْعِبَادِيَّةَ إِلَّا هُوَ: فَالْأُلُوْهِيَّةُ غَيْرُهُ وَعِبَادِيَّةُ غَيْرِهِ بَاطِلَةٌ.“ ❷

”انہوں نے خبر دی ہے، کہ بلاشبہ [اللہ سبحانہ و تعالیٰ] ہی کے لیے الوہیت کے تمام معانی ہیں اور یقیناً ان کے علاوہ کوئی بھی الوہیت و عبودیت کا حق دار نہیں۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کی الوہیت و عبودیت باطل ہے۔“

vi: شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمَعْلُومٌ أَنَّ الْإِثْبَاتَ بَعْدَ النَّفْيِ أَعْظَمُ دَلَالَةً فِي الْإِثْبَاتِ مِنْ إِثْبَاتٍ مُجَرَّدٍ بِلَا نَفْيٍ ، وَلِهَذَا صَارَ قَوْلُ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ أَبْلَغُ فِي الْإِثْبَاتِ مِنْ قَوْلِ: ﴿اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ﴾ .
جَاءَتْ [لَا] نَافِيَةً ، وَجَاءَتْ [إِلَّا] مُثَبِّتَةً لِيَكُونَ تَمَّ حَضْرٌ وَقَصْرٌ فِي اسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ دُونَ غَيْرِهِ. ❸
(یہ بات) معلوم ہے، کہ [نہی] کے بعد [اثبات]، [نہی] کے بغیر

❶ تفسیر ابي السعود ۱/۲۴۷.

❷ تیسیر الکریم الرحمن ۱/۲۰۲. ط: جدہ. تیز ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۱/۴۱۰؛ وفتح البیان

۱/۴۲۰؛ وایسر التفاسیر ۱/۲۰۳.

❸ اللکمی ء البھیة فی شرح العقیدة الواسطیة ۱/۴۲ باختصار.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

[اثبات] سے زیادہ زور دار ہوتا ہے۔ اسی لیے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (اللہ تعالیٰ کی الوہیت و معبودیت کے) ثابت کرنے میں ﴿اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ﴾ سے زیادہ زور دار ہے۔

[لا] (ہر قسم کے معبود کی) نفی کے لیے آیا ہے اور [إِلَّا] (اللہ تعالیٰ کے لیے ہر قسم کی الوہیت و عبودیت) ثابت کرنے کی غرض سے آیا ہے، تاکہ ہر کسی کے سوا صرف اللہ تعالیٰ کے عبادت کا مستحق ہونے کا حصر و قصر (واضح) ہو جائے۔]

گفتگو کا ماحاصل یہ ہے، کہ اس جملے کا معنی یہ ہے، کہ بلاشک و شبہ اللہ جل جلالہ ہر قسم کی عبودیت کے یکتا، منفرد اور تہا حق رکھنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کی بھی، چاہے وہ کوئی بھی ہو، کسی بھی قسم کی عبادت نہ کی جائے۔ ان کے سوا کسی کے لیے نہ قیام ہے، نہ رکوع، نہ سجدہ، نہ قربانی، نہ نذر و نیاز۔ یہ سب کچھ صرف انہی کے لیے ہے۔ سکھ چین اور تکلیف، یُسْر و عُسْر، فرح و غم، غرضیکہ سب حالات میں، ان کے سوا کسی سے دعا نہ کی جائے۔ مدد، نصرت اور اعانت انہی سے طلب کی جائے۔ طواف صرف انہی کے بیت عتیق کا کیا جائے، قسم صرف انہی کی قسم کھائی جائے۔ کائنات میں بلند و برتر، غیر مشروط حاکمیت، انہی کی تسلیم کی جائے۔ کسی بھی قسم کی عبادت میں ان کا کوئی مثل، نظیر، ثانی، شبیہ، ہمسر، سا جھی، شریک اور مد مقابل نہیں ہے۔

ب: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کا قرآن کریم میں تکرار

اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی کے پہلے جملے کو درج ذیل سات آیات میں بھی ذکر فرمایا ہے:

i ﴿الْمَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ ۱

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

﴿اللَّهُ﴾ اللہ تعالیٰ ہی ہیں (کہ) ان کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(ہمیشہ) زندہ از خود قائم اور ہر چیز کو قائم رکھنے والے۔^۱

ii: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لِيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾^۲

(اللہ تعالیٰ ان کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یقیناً تمہیں قیامت کے دن ضرور لے جا کر جمع کریں گے، اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے؟)

iii: ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾^۳

[پھر اگر وہ منہ موڑیں، تو کہہ دیجیے:

[مجھے کافی ہیں اللہ تعالیٰ۔ ان کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں نے انہی پر بھروسہ کیا اور وہ ہی عرش عظیم کے رب ہیں۔]

iv: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى﴾^۴

[اللہ تعالیٰ ان کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، انہی کے لیے سب سے اچھے نام ہیں۔]

v: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾^۵

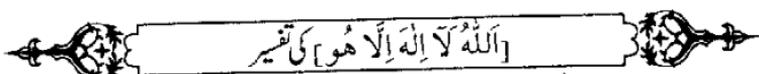
[اللہ تعالیٰ، ان کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہ) عرش عظیم کے رب (ہیں)]

① سورة النساء / الآية ۸۷.

② سورة التوبة / الآية ۱۲۹.

③ سورة طه / الآية ۸.

④ سورة النمل / الآية ۲۶.



vi: ﴿وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ
وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ❶

[اور وہی اللہ تعالیٰ ہیں، جن کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ انہی کے لیے دنیا و آخرت میں سب تعریف ہے اور انہی کے لیے حکم ہے اور انہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔]

vii: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ❷
[اللہ تعالیٰ، ان کے سوا کوئی معبود نہیں اور پھر لازم ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہی پر، اہل ایمان بھروسا کریں۔]

علاوہ ازیں چھبیس مقامات پر

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾

[ان کے سوا کوئی معبود نہیں۔]

فرمایا ہے۔

رب العالمین کا کسی بات کو صرف ایک دفعہ فرمانا، اس کی صداقت، قطعیت اور اہمیت و حیثیت کو واضح کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔ جب اللہ کریم نے اس بات کو آٹھ مرتبہ ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کے الفاظ مبارکہ اور چھبیس مرتبہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کے الفاظ شریفہ کے ساتھ بیان فرمایا ہے، تو پھر اس جملے کی حقانیت کتنی اہل اور قدر و منزلت کتنی عظیم ہوگی!

مزید برآں اس جملے کے معانی کو صرف الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ قرآن کریم کے بہت زیادہ مقامات پر ذکر کیا گیا ہے اور یہ بات اس جملے میں بیان

❶ سورة الفصص / الآية ۷۰.

❷ سورة التغابن / الآية ۱۳.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

کردہ عقیدے کی حیثیت و اہمیت اور شان و عظمت کو اور زیادہ اُجاگر کرتی ہے۔

ج: اللہ تعالیٰ کا اپنی توحید کی گواہی دینا

اس جملے میں بیان کردہ عقیدہ توحید کی حیثیت و اہمیت اور قدر و منزلت کو اُجاگر کرنے والی ایک بات یہ بھی ہے، کہ خود اللہ رب العزت نے اس کی گواہی دی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا
بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾^①

[اللہ تعالیٰ نے گواہی دی، کہ بے شک اُن کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور فرشتوں اور علم والوں نے (بھی)، اس حال میں، کہ وہ عدل کے ساتھ تدبیر و انتظام کرنے والے ہیں، اُن کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ سب پر غالب، کمال حکمت والے ہیں۔]

دو مفسرین کے اقوال:

۱: امام ابن قیم رقم طراز ہیں:

اس آیت کریمہ میں عقیدہ توحید کا اثبات اور ان سب گروہوں کی تردید ہے، جن کے باطل عقائد پہلے تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں، اس آیت میں سب سے جلیل القدر، سب سے بڑی عظمت والی، سب سے زیادہ عدل و انصاف والی اور سب سے سچی گواہی ہے، جو کہ سب سے بڑی شان و عظمت والے (اللہ تعالیٰ) نے، سب سے بڑی قدر و منزلت والی بات (عقیدہ توحید) کی دی ہے۔^②

② ملاحظہ ہو: بدائع التفسیر ۱/ ۲۱۷۔

① سورة آل عمران / الآية ۱۸۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

۲: شیخ سعدی نے قلم بند کیا ہے:

”وَفِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ أَشْرَفَ الْأُمُورِ عِلْمُ التَّوْحِيدِ،
لِأَنَّ اللَّهَ شَهِدَ بِهِ بِنَفْسِهِ، وَ أَشْهَدَ عَلَيْهِ خَوَاصَّ خَلْقِهِ.“^①
”اور اس میں اس بات کی دلیل ہے، کہ بلاشبہ سب باتوں میں سے
سب سے شرف و بزرگی والی بات [علم توحید] ہے، کیونکہ اس کی گواہی
خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور اپنی مخلوق میں سے اپنے خواص کو اس پر گواہ
ٹھہرایا۔“^②

تنبیہ:

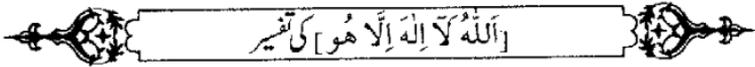
آیت میں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کے تکرار کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت کریمہ میں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے جملے کو دو دفعہ
ذکر فرمایا ہے۔ قاضی ابوسعود اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:
”تَكْرِيرٌ لِلتَّأَكِيدِ وَمَزِيدٌ لِإِعْتِنَاءِ بِمَعْرِفَةِ أَدَلَّةِ التَّوْحِيدِ.“^③
”تاکید اور دلائل توحید جاننے کے لیے مزید توجہ مبذول کروانے کی
خاطر (اسے) دوبارہ ذکر کیا گیا ہے۔“^④



① تفسیر تیسیر الکَرِيم الرَّحْمَن ص ۱۲۵ (ط: الرسالة).

② تفسیر أبي السَّعُود ۱۷۱۲.



د: ایمان کی بلند ترین شاخ

دلیل:

ایمان کی ساٹھ یا ستر سے کچھ اوپر شاخوں میں سے سب سے بلند و بالا شاخ اسی جملے میں بیان کردہ [عقیدہ توحید] ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً أَوْ بِضْعٌ وَسِتُونَ شُعْبَةً ❶
فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ]، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ
الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ.“ ❷

”ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر یا ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑی فضیلت والی (شاخ) [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] ہے۔ اور سب سے کم رتبے والی [راتے سے اذیت کو ہٹانا] ہے اور [حیا] ایمان کی (ایک) شاخ ہے۔“

شرح حدیث:

علامہ نووی لکھتے ہیں:

❶ (بِضْعٌ وَ سَبْعُونَ شُعْبَةً أَوْ بِضْعٌ وَ سِتُونَ شُعْبَةً): ستر سے کچھ اوپر یا ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں [صحیح البخاری میں (بِضْعٌ وَ سِتُونَ شُعْبَةً): ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں] ہے۔ دونوں روایات درست اور ثابت شدہ ہیں۔ بعض نے کم عدد والی اور بعض نے زیادہ عدد والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے، کہ ایک جیسی خصلتوں کو اکٹھے کرنے سے تعداد کم اور جدا جدا کرنے سے کتنی بڑھ جاتی ہے۔ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ. اور (شُعْبَةً) سے مراد ایمان کی خصلتیں ہیں۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱/۳۰۳-۴۵ و فتح الباري ۱/۵۱-۵۳).

❷ صحیح مسلم، کتاب الإيمان، باب بیان عدد شعب الإيمان، و أفضلها و أدناها، رقم الحدیث ۵۸ - (۳۵) / ۱۰ - ۶۳.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

”وَقَدْ نَبَّهَ ﷺ عَلَى أَنْ أَفْضَلَهَا التَّوْحِيدُ الْمُتَعَيَّنُ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ.“ ❶

”آحضرت ﷺ نے خبردار فرمایا، کہ ان (یعنی ایمان کی شاخوں) میں سے سب سے بڑی فضیلت والی (شاخ) توحید ہے، (جو کہ) ہر ایک پر لازم ہے۔“ (یعنی جس سے آراستہ و پیراستہ ہونا ہر ایک پر فرض ہے)۔ [

ہ: اخلاص سے کہے ہوئے کلمہ توحید کا عرش تک پہنچنا
دلیل:

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَا قَالَ عَبْدٌ:

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾

فَقَطُّ مُخْلِصًا إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، حَتَّى تُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ

مَا اجْتَنَبَ الْكِبَائِرَ.“ ❷

[جب کبھی بھی بندہ کبائر سے اجتناب کرتے ہوئے اخلاص سے ❸

❶ شرح النووي ۴/۲

❷ جامع الترمذی، أحادیث شتى من أبواب الدعوات، باب، رقم الحديث ۳۸۲۴، ۱۱۰/

۳۶. امام ترمذی اور شیخ البانی نے اسے [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳۶۱۰؛ و

صحيح سنن الترمذی ۱۸۴/۳)۔

❸ (اخلاص سے) یعنی ریا کاری اور دکھاوے کے لیے نہ کہا جائے۔ ایمان و یقین کے ساتھ کہے، ازراہ

نفاق نہ کہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحمدي ۳۶۱/۱۰)۔

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر
 [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ]

کہتا ہے، تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں،
 یہاں تک کہ وہ (یعنی کلمہ توحید) عرش تک پہنچ جاتا ہے۔“ [

و: [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ]

کاسب سے زیادہ فضیلت والا ذکر ہونا

امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی
 ہے، (کہ) وہ بیان کرتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:
 ”أَفْضَلُ الذِّكْرِ:

[لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ].“ ❶

[سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر:

[لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ].

اس شان و عظمت کا سبب:

علامہ محمد عبدالرحمن مبارک پوری لکھتے ہیں:

کیونکہ یہ کلمہ توحید ہے اور توحید جیسی کوئی چیز نہیں۔ یہ کفر و ایمان کے

❶ جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب ما جاء أنّ دعوة المسلم مستحابة، جزء من رقم
 الحديث ۳۶۰۷ / ۹، ۲۲۹ / ۱، والسنن الكبرى للنسائي، كتاب عمل اليوم والليلة، أفضل
 الذكر و أفضل الدعاء، جزء من رقم الحديث ۱۰۵۹۹، ۳۰۶ / ۹، ط: مؤسسة الرسالة.
 الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی اور شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ
 ہو: جامع الترمذی ۲۲۹ / ۱ - ۲۳۰؛ و صحیح سنن الترمذی ۱۴۰ / ۳).

رَأَى اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا نُمُوًّا فِي تَفْسِيرِهِ

درمیان حد فاصل ہے۔ دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ جوڑنے والا، غیر اللہ کی سب سے زیادہ نفی کرنے والا، تزکیہ نفس میں سب سے موثر، بالآخر نبی صغاری میں سب سے قوی، خیالات کو نفس کی خباثت سے سب سے زیادہ دُور کرنے والا اور شیطان کو سب سے زیادہ دفع کرنے والا ہے۔ ﴿

ز: توحید کا دنیوی سیادت و قیادت کا سبب ہونا

دلیل:

حضرات امیر احمد، ترمذی، نسائی، ابویعلیٰ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

”ابوطالب بہار ہوئے، تو قریش (کے لوگ) ان کی عیادت کے لیے آئے۔ رسول اللہ ﷺ (بھی) ان کی تیمارداری کی غرض سے تشریف لائے۔ ان کے سر ہانے کی جانب ایک شخص کے بیٹھنے کی جگہ تھی، ابو جہل اٹھا اور ان پر بھونکا۔

انہوں (قریش کے لوگوں) نے ابوطالب کے زور و رسول اللہ ﷺ کی شکایت کرتے ہوئے کہا:

”إِنَّ ابْنَ أَبِيكَ يَقَعُ فِي الْهَيْئَةِ“

”بلاشبہ آپ کے بیٹے ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہیں۔“

انہوں نے کہا:

”مَا شَأْنُ هَذَا بِكَ يَشْكُرُكَ رَبُّ بَابِ أُرْحَى“

① ملاحظہ ہو: احادیث کو حوالہ دی ۲۰۹/۱۶

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

”اے میرے بھتیجے! آپ کی قوم کا کیا ماجرا ہے، کہ وہ آپ کی شکایت کر

رہے ہیں؟“^①

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّمَا أُرِدْتُهُمْ عَلَى كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ، تَدِينُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ، وَ

تَوَدِّي إِلَيْهِمْ بِهَا الْعَجْمُ الْجَزِيَّةَ.“

”میں تو انہیں صرف ایک کلمہ پر لانے کا ارادہ رکھتا ہوں، اس کی وجہ سے

(اہل) عرب ان کے ماتحت ہو جائیں گے اور عجمی لوگ، اس کی بنا پر،

انہیں جزیہ ادا کریں گے۔“

انہوں (یعنی ابوطالب) نے پوچھا:

”وَمَا هِيَ؟“

[”اور وہ کیا ہے؟“]

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.“

① جامع الترمذی میں ہے: انہوں (یعنی ابوطالب) نے کہا: ”كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ؟“ [”ایک کلمہ“]

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا:

”كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ“

[”جی ہاں (ایک کلمہ)“]

آنحضرت ﷺ نے [مزید] فرمایا:

”يَا عَمَّ أَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.“

[”اے میرے چچا! (آپ لوگ) کہو: ”کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ۔“]

انہوں (قریش کے لوگوں) نے کہا:

”إِلَهًا وَاحِدًا؟ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْيَمَلَةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ.“

[”ایک معبود؟ ہم نے یہ بات پچھلے دین میں نہیں سنی، یہ تو محض بنائی ہوئی بات ہے۔“]

(جامع الترمذی، أبواب تفسیر القرآن، سورة ص، جزء من رقم الحدیث ۳۴۴۹، ۷۲/۹)۔

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

[”کوئی معبود نہیں، مگر اللہ تعالیٰ۔“]

وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

”أَجْعَلُ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا؟“

[کیا اس (یعنی آنحضرت ﷺ) نے سب معبودوں کا ایک معبود بنا دیا

ہے؟“]

انہوں (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے بیان کیا:

”وَنَزَلَتْ ﴿ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ هَذَا

لَشَيْءٌ عَجَابٌ﴾ ❶

”اور (یہ آیات) نازل ہوئیں (ص نصیحت والے قرآن کی قسم!) ارشادِ

باری تعالیٰ تک: (بلاشبہ یہ تو یقیناً بہت ہی عجیب بات ہے)۔

تاریخ عالم کی شہادت:

حضرات صحابہ اور سلف صالحین نے عقیدہ توحید کو دل و جان سے قبول کیا۔ اس کا اقرار و اعلان کیا۔ اسے اپنی زندگی میں جاری و ساری کیا۔ اس کی تبلیغ و اشاعت کی

❶ المسند، رقم الحدیث ۳۱۴-۳۱۵/۳، ۲۰۰۸، (ط: مصر)؛ و جامع الترمذی، أبواب تفسیر

القرآن، سورة ص، جزء من رقم الحدیث ۳۴۴۹، ۷۱/۹، ۷۳؛ و السنن الكبرى للنسائی،

کتاب التفسیر، سورة ص، رقم الحدیث ۱۱۳۷۲، ۱۰، ۲۳۳/۱۰، ۲۳۴ (ط: مؤسسة الرسالة)؛

و مسند أبي يعلى الموصلي، رقم الحدیث ۲۵۶-۲۵۷، (۲۵۸۳)، ۴، ۴۵۵-۴۵۶؛ و الإحسان

في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب التاريخ، باب إجماره ﷺ عما يكون في أمته من الفتن

و الحوادث، ذكر الإخبار عن أداء العمم الجزية إلى العرب، رقم الحدیث ۶۶۸۶، ۱۱۵/

۷۹-۸۰؛ و المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، تفسیر سورة ص، ۲، ۴۳۲.

الفاظ حدیث صحیح ابن حبان کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [صحیح]، امام حاکم اور شیخ احمد شاکر نے

اس کی [سند صحیح] اور حافظ ذہبی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۷۳/۹؛

و المستدرک ۲/۴۳۲؛ و هامش المسند ۳/۳۱۴؛ و التلخیص ۲/۴۳۲)۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ تَعْلِيمِ

خاطر سر توڑ جدوجہد کی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آخرت سے پہلے، دنیا ہی میں سرفراز و سر بلند کر دیا۔ دنیوی سیادت و قیادت ان کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔ اسی حوالے سے ذیل میں اختصار سے پیش کردہ چند حقائق ملاحظہ فرمائیے:

i: مکہ مکرمہ سے چھپتے چھپاتے رات کی تاریکی میں ہجرت کرتے ہوئے جانے والے نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک (۱۱ھ..... ۱۱ھ) میں توفیق الہی سے سلطنت توحید دس لاکھ مربع میل کے علاقہ پر پھیل گئی۔

دو صدیقی ﷺ (۱۱ھ..... ۱۳ھ) میں مزید دو لاکھ مربع میل توحیدی ریاست کا حصہ بنے۔ عصر فاروقی رضی اللہ عنہ (۱۳ھ..... ۲۵ھ) میں نئے پندرہ لاکھ مربع میل پر علم توحید لہرایا۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور خلافت (۲۶ھ..... ۳۵ھ) میں آٹھ لاکھ مربع میل پر مشتمل علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔ اس طرح توفیق الہی اور پھر عقیدہ توحید کی برکت سے پینتیس سال کے عرصے میں سلطنت توحید کی حکمرانی اور سیادت و قیادت پینتیس لاکھ مربع میل کے وسیع و عریض علاقے پر محیط ہو گئی۔^①

ii: دولت توحید کے پڑوس میں موجود ایرانیوں کے پچیس بادشاہ (اکاسرہ^②) یکے بعد دیگرے پانچ صدیوں سے سرزمین فارس کے علاوہ عراق عربی اور عراق عجمی پر حکمرانی کر رہے تھے۔^③ عصر صدیقی میں توحید کے علمبرداروں نے دعوت و جہاد کے لیے ان کی طرف رخ کیا۔ معرکہ حیرہ ۱۲ھ میں اللہ تعالیٰ نے اُن سرفروشوں کو سرفراز و سر بلند فرمایا اور عراق عربی پر علم توحید لہرانے کا آغاز ہوا۔

① ملاحظہ ہو: "مجموعۃ الوثائق السیاسیة للعہد النبوی و الخلفاء الراشدہ" للدکتور محمد حمید اللہ ص ۴۹۹۔

② ایرانی بادشاہ کا لقب [کسری] ہوتا تھا اور اس کی جمع [اکاسرہ]۔

③ ملاحظہ ہو: تاریخ الإسلام (عہد الخلفاء الراشدین) ص ۱۶۰۔

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

ربِ قدیر نے معرکہ قادسیہ ۱۲ ہجری میں ایرانیوں کو ذلیل و خوار کیا اور عراقِ عجمی سلطنتِ توحید کا حصہ بنا۔ ۲۱ ہجری میں ہونے والا معرکہ نہاوند فتح الفتوح (سب سے عظیم فتح) کہلایا، کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ایران و عراق سے کسراؤں کی ایرانی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیا۔^① یہ وہی سلطنت تھی، جو کم و بیش چار صدیوں سے بڑی قوت و طاقت کے ساتھ عظیم رومی سلطنت کا مقابلہ کرتی رہی۔

iii: ہزاروں سالوں پر محیط تہذیب و ثقافت والی سرزمین مصر میں بیس ہجری میں دولتِ توحید کے جھنڈے لہرائے۔ مصر کے لوگ داعیانِ توحید سے اس قدر متاثر ہوئے، کہ..... بقول فرانسسیسی مستشرق ڈاکٹر غوستاف لوبون..... ایک صدی سے کم مدت میں وہ ہزاروں سالوں پر محیط اپنی تہذیب و ثقافت بھول گئے اور اپنی اصلی زبان قبلی چھوڑ کر عربی کو اختیار کر لیا۔^②

iv: سرزمینِ شام، جو کہ آج کے کے چار ملکوں: سوریا، فلسطین، لبنان اور اردن پر مشتمل ایک ملک تھا، رومی سات سو سال سے حکمرانی کر رہے تھے۔ اہلِ توحید وہاں دعوت و جہاد کے لیے پہنچے۔ ۱۴ھ میں دمشق پر پرچمِ توحید لہرایا،^③ ۱۶ھ میں بیت المقدس کی چابیاں اہلِ توحید کے امام جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔^④

شہر شہر اور قریہ قریہ سلطنتِ توحید میں شامل ہوتا رہا، یہاں تک کہ..... بقول ڈاکٹر غوستاف لوبون..... رومی صرف سات سالوں میں سات صدیوں سے اپنے

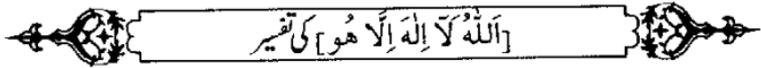
① ملاحظہ ہو: تاریخ الإسلام (عهد الخلفاء الراشدين) للحافظ الذهبي ص ۲۲۶-۲۲۷.

تیز ملاحظہ ہو: "الإسلام في آسيا الوسطى" ص ۱۰-۱۷؛ و ص ۲۷-۲۸.

② ملاحظہ ہو: حضارة العرب، ص ۶۷۲.

③ ملاحظہ ہو: تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۲۵.

④ ملاحظہ ہو: المرجع السابق، ص ۱۳۵.



زیر اقتدار شامی علاقے کو کھو بیٹھے۔^①

v: اہل توحید کا مبارک کارواں فتوحات سے سرفراز ہوتے ہوئے مغربی جانب رواں دواں رہا، یہاں تک کہ ۹۲ھ میں سمندر پار کر کے طارق بن زیاد سرزمینِ سپین میں پہنچے،^② اسی سال ۲۸ رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں وہاں توحید کے علم کو گاڑ دیا۔

اگلے سال رمضان ۹۳ھ میں لشکرِ توحید موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی میں فرانس کے میدانوں میں پہنچ گیا۔^③

vi: مشرق میں لشکرِ توحید نے محمد بن قاسم کی زیر امارت ۹۳ھ میں سندھ کی بندرگاہ دیہل^④ اور ۹۵ھ میں ملتان کو سلطنتِ توحید میں شامل کیا۔^⑤ قتیبہ بن مسلم کی سپہ سالاری میں ۹۳ھ میں حبش توحید نے کابل پر توحید کے پرچم کو لہرایا۔

تنبیہ:

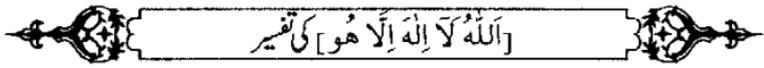
دو غیر مسلم مفکرین کے بیانات:

(i): گروسٹ کا بیان:

فرانسیسی مؤرخ Grousset نے سرزمینِ ایران و عراق میں لشکرِ توحید کی فتحِ قادسیہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ مسلمانوں کے پاس (اس فتح کے پانے کے لیے) ایمان کے سوا کوئی ہتھیار نہ تھا۔^⑥

توحیدِ الہی کا کھرا، سچا، ٹھوس، مضبوط اور غیر متزلزل عقیدہ آج بھی امتِ اسلامیہ کا

- ① ملاحظہ ہو: حضارة العرب، ص ۱۷۶۔
 ② دیکھئے: المرجع السابق، ص ۳۰۴۔
 ③ دیکھئے: المرجع السابق، ص ۳۰۷۔
 ④ ملاحظہ ہو: تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۳۰۴۔
 ⑤ ملاحظہ ہو: المرجع السابق، ص ۳۰۴۔
 ⑥ بحوالہ کتاب: "الإسلام فی آسیا الوسطی" للدکتور حسن أحمد محمود ص ۲۶۔



نا قابلِ تسخیرِ عظیم ترین ہتھیار ہے۔

(ii) ڈاکٹر غوستاف لوبون کا بیان:

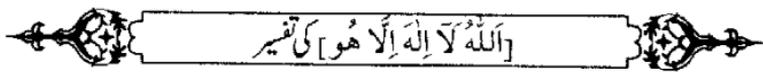
فرانسیسی مفکر ڈاکٹر غوستاف لوبون نے لکھا ہے:

اسلام کی عظیم آسانی خالص توحید سے پھوٹی ہے۔ اسی آسانی میں اسلام کی قوت کا راز ہے۔ دیگر ادیان میں موجود ان باہمی متعارض اور پیچیدہ باتوں سے، جن کا ذوقِ سلیم انکار کرتا ہے، اسلام خالی ہے۔ اسلام کا سمجھنا سہل ہے۔ اسلام کے اصولوں سے زیادہ واضح اور بکھینڑوں سے دُور کوئی بات نہیں، (جو کہ یہ ہیں)، کہ معبود [اللہ] ایک ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام لوگ برابر ہیں اور چند ایک فرائض، جن کے بجالانے سے بندہ جنت میں داخل ہو جائے اور ان سے اعراض کرنے والا (دوزخ کی) آگ میں داخل ہو گا۔ آپ کسی بھی طبقہ کے کسی بھی مسلمان سے ملاقات کر لیجیے، آپ دیکھیں گے، کہ وہ اپنے ذمہ واجب اعتقادات سے آگاہ ہو گا اور وہ آپ کے لیے اسلام کے اصولوں کو بسہولت چند کلمات میں بیان کر دے گا۔ اس کی کیفیت (عام) عیسائی شخص سے مختلف ہوتی ہے، جو کہ تثلیث وغیرہ کے پیچیدہ مسائل کے متعلق بات (بھی) نہیں کر سکتا۔ اس بارے میں (صرف) عیسائی علماء ہی گفتگو کر سکتے ہیں، جو کہ بحث و جدل کی باریکیوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔^①

رب کریم اُمت کو توفیق دیں، کہ وہ اس عقیدے کو کما حقہ سمجھ اور تسلیم کر کے اپنے اسلاف کی طرح سیادت و قیادت سے بہرہ ور ہو جائے۔

اے ربِّ جی و قیوم! اُمت کو یہ نعمت جلد از جلد نصیب فرما دیجئے، کہ آنکھیں اس کے مشاہدے کے لیے تڑپ رہی ہیں اور دل بے حد بے قرار ہیں۔ اِنَّكَ جَوَادٌ كَرِيمٌ۔

① ملاحظہ ہو: حضارة العرب، ص ۱۵۸-۱۵۹۔



اے ربِّ رحمن ورحیم! اپنی ملاقات کے لیے روانگی سے پہلے یہ منظر دکھا دیجئے۔
إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

ح: دعوتِ توحید میں لچک کا نہ ہونا

آیت الکرسی کے جملہ اولیٰ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ میں بیان کردہ عقیدہ توحید میں کسی قسم کی رُو و رعایت، لچک، ڈھیلے پن اور مدہانت کی کوئی گنجائش نہیں۔

دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تُطْعَمُ الْمَكْذِبِينَ. وَذُؤُوا لَوْ تَذَهْنُ فَيَذْهَبُونَ﴾^①

(پس آپ ان جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کیجئے، وہ چاہتے ہیں، کہ
(کسی طرح) آپ ڈھیلے ہو جائیں، تو وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں)۔

دو مفسرین کے اقوال:

۱: قاضی بیضاوی رقم طراز ہیں:

﴿وَذُؤُوا لَوْ تَذَهْنُ فَيَذْهَبُونَ﴾ تَلَايْنُهُمْ بِأَنْ تَدَعَ نَهْيَهُمْ عَنِ الشِّرْكِ، أَوْ تَوَافَقَهُمْ فِيهِ أَحْيَانًا. "②

[وہ چاہتے ہیں، کہ کاش آپ نرمی کریں، تو وہ بھی نرمی کریں] (یعنی)

آپ ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کریں، کہ انہیں شرک سے روکنا چھوڑ

دیں، یا کبھی کبھار ان کے ساتھ اس بارے میں موافقت کر لیا کریں]

ii: مولانا شبیر احمد عثمانی نے تحریر کیا ہے:

① سورة القلم / الآيات ۸-۹.

② تفسير البيضاوي ۷ / ۵۱۵. نیز ملاحظہ ہو: روح المعاني ۲۹ / ۲۶.

«اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ» کی تفسیر

”کفار مکہ حضرت ﷺ سے کہتے تھے، کہ آپ بت پرستی کی نسبت اپنا سخت رویہ ترک کر دیں اور ہمارے معبودوں کی تردید نہ کریں، ہم بھی آپ کے خدا کی تعظیم کریں گے اور آپ کے طور و طریق اور مسلک و مشرب سے متعرض نہ ہوں گے۔

ممکن تھا، کہ ایک مصلح اعظم کے دل میں، جو خُلُقِ عَظِيمِ پر پیدا کیا گیا ہے، نیک نیتی سے یہ خیال آجائے، کہ تھوڑی سی نرمی اختیار کرنے اور ڈھیل دینے سے کام بنتا ہے، تو برائے چندے نرم روش اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔

اس پر حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا، کہ آپ ان مکذبین کا کہنا نہ مانگیے۔ ان کی غرض محض آپ کو ڈھیلا کرنا ہے۔ ایمان لانا اور صداقت کو قبول کرنا مقصود نہیں۔“^①

رسول کریم ﷺ کا استقلال و ثبات:

آنحضرت ﷺ دو ٹوک اور واضح انداز میں دعوتِ توحید دیتے رہے۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی لچک، نرمی، رورعایت اور مدائنت آپ کے قریب بھی..... توفیقِ الہی سے..... پھٹک نہ پائی۔

ترغیب و ترہیب کی کوئی شکل و صوح و بیان میں تبدیلی نہ لاسکی۔ سیرتِ طیبہ میں موجود ایسی متعدد مثالوں میں سے ایک ملاحظہ فرمائیے:

امام ابو یعلیٰ نے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

”قریش (کے لوگ) ابوطالب کے پاس آئے اور کہا:

① القرآن الکریم و ترجمہ معانیہ و تفسیرہ إلى اللغة الأردية، ص ۷۴۹، ف ۹.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

”إِنَّ ابْنَ أَخِيكَ يُؤْذِينَا فِي نَادِينَا، وَفِي مَسْجِدِنَا، فَانْهَ عَنَّا أَدَانَا.“

[بلاشبہ آپ کے بھتیجے ہماری اجتماع گاہ اور ہماری مسجد میں ہمیں اذیت دیتے ہیں، سو آپ انہیں ہمیں اذیت پہنچانے سے روک دیجیے۔]
انہوں (یعنی ابوطالب) نے کہا:

”يَا عَقِيلُ! ائْتِنِي بِمُحَمَّدٍ - ﷺ -“

[”اے عقیل! میرے پاس محمد - ﷺ - کو لے کر آؤ۔“]

سو میں گیا اور آنحضرت ﷺ کو ان کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ تو انہوں نے کہا:
”يَا ابْنَ أَخِي! إِنَّ بَنِي عَمِّكَ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ تُؤْذِيهِمْ فِي نَادِيهِمْ، وَفِي مَسْجِدِهِمْ، فَانْتَهَ عَنَّا ذَلِكَ.“

[”اے میرے بھتیجے! بلاشک آپ کے خاندان کے لوگ سمجھتے ہیں، کہ آپ انہیں ان کی اجتماع گاہ اور ان کی مسجد میں اذیت پہنچاتے ہیں، سو آپ اس سے باز آجائیے۔“]

انہوں (یعنی عقیل رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا:

”فَخَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَصْرَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ:

”أَتَرُونَ هَذِهِ الشَّمْسَ؟“

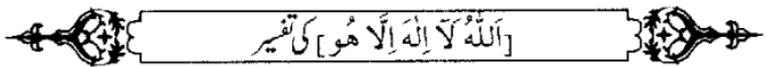
[رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی، پھر فرمایا:

”کیا آپ لوگ اس سورج کو دیکھ رہے ہو؟“

انہوں (یعنی مشرکوں نے) کہا: ”ہاں“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”مَا أَنَا أَهْدَرُ عَلَى أَنْ أَدْعَ لَكُمْ ذَلِكَ عَلَى أَنْ تَسْتَشْعِلُوا لِي“



مِنْهَا شُعْلَةٌ.

”اگر تم لوگ میرے لیے اس (سورج) سے ایک شعلہ روشن کر دو، تو پھر بھی میں اسے (یعنی دعوتِ توحید کو) تمہارے لیے چھوڑنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔“^①

انہوں (یعنی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: ”ابوطالب نے کہا:

”مَا كَذَبْنَا ابْنَ أَحْيَى، فَأَرْجِعُوا.“^②

[ہمارے بھتیجے نے ہم سے جھوٹ نہیں کہا، سو آپ لوگ چلے جائیے۔“]

ط: توحید کے بغیر اعمال کا برباد ہونا

اچھے اعمال کی بارگاہِ رب العالمین میں قبولیت کے لیے توحیدِ اولین اور اساسی شرط ہے، اس کے بغیر عظیم ترین اعمال کے انبار بھی کھلی طور پر اکارت جاتے ہیں۔
دو دلائل:

۱: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الأنعام میں اٹھارہ انبیاء: ابراہیم، اسحاق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، اسماعیل، یسع، یونس، لوط علیہم السلام اور ان کے منتخب کردہ اور ہدایت یافتہ آباء و اجداد، نسلوں اور بھائیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

- ① مقصود یہ ہے..... وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ..... کہ میں کسی قیمت پر بھی اس دعوت کو تمہارے لیے ترک نہیں کر سکتا۔
- ② مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۱۸- (۶۸۰۴) / ۱۲۰ / ۱۷۶۔ حافظ یحییٰ لکھتے ہیں، کہ (امام) طبرانی نے اسے (المعجم) [الکبیر] اور [الأوسط] میں روایت کیا ہے۔ (امام) ابویعلیٰ نے آغاز میں کچھ اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابویعلیٰ کے [راویان صحیح کے روایت کرنے والے] ہیں۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۱/ ۱۵۶)۔ شیخ حسین سلیم اسد نے اس کی [سند کو تومی] قرار دیا ہے۔ (ہامش مسند ابی یعلیٰ ۱۲ / ۱۷۶)۔

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾^①

[اور اگر وہ شرک کرتے، تو جو عمل وہ کیا کرتے تھے، ان سے ضائع ہو جاتے۔]

ب: یہ بات صرف مذکورہ بالا حضراتِ انبیاء ﷺ اور ان کے قرابت داروں کے لیے نہیں تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمام حضراتِ انبیاء ﷺ بشمول امام الانبیاء قائد المرسلین حضرت محمد ﷺ کے لیے دو ٹوک انداز میں بیان فرمادیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ أَغْيِرَ اللَّهُ تَأْمُرُونَنِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ . وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَالِي الَّذِينَ لَدَيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ . بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾^②

[کہہ دیجیے! پھر کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے متعلق حکم دیتے ہو، کہ میں ان کی عبادت کروں اے جاہلو!؟]

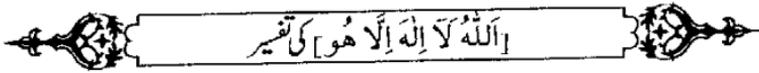
اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور ان لوگوں کی جانب، جو آپ سے پہلے تھے، وحی کی گئی:

بلاشبہ اگر آپ نے شرک کیا، تو لازماً آپ کا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی پس عبادت کیجیے اور شکر کرنے والوں سے ہو جائیے۔]

① سورة الأنعام / جزء من رقم الآية ٨٨ .

② سورة الزمر / الآيات ٦٤-٦٦ .



چار مفسرین کے اقوال:

i: قاضی ابوسعود لکھتے ہیں:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا﴾ هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ﴿لَحَبِطَ عَنْهُمْ﴾ مَعَ فَضْلِهِمْ وَعَلَوْ طَبَقَاتِهِمْ ﴿مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ مِنَ الْأَعْمَالِ الْمَرْضِيَّةِ الصَّالِحَةِ، فَكَيْفَ بِمَنْ عَدَاهُمْ، وَهُمْ هُمْ، وَ أَعْمَالُهُمْ أَعْمَالُهُمْ. ❶

” (اور اگر وہ شرک کرتے) [یعنی] وہ مذکورہ حضرات (یقیناً ان سے برباد ہو جاتا) ان کی منقبت اور ان کے بلند درجات کے باوجود (جو وہ عمل کیا کرتے تھے) [یعنی] اچھے پسندیدہ اعمال، تو ان کے علاوہ دیگر لوگوں (کے اعمال کی شرک کی وجہ سے بربادی) کی کیفیت کیا ہوگی، اور وہ وہ ہیں، اُن کے اعمال اُن (ہی) کے اعمال ہیں۔“ ❷

ii: شیخ سعدی تحریر کرتے ہیں:

” ﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ مِنْ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ، ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ هَذَا مُفْرَدٌ مُضَافٌ، يَعْمُ كُلَّ عَمَلٍ، فَفِي بُؤَةِ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ أَنَّ الشِّرْكَ مُحِطٌ لِّجَمِيعِ الْأَعْمَالِ. ﴿وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ دِينِكَ

❶ تفسیر ابی السعود ۱۳ / ۱۵۹. نیز ملاحظہ ہو: روح المعانی ۱۷ / ۲۱۵؛ و تفسیر تیسیر الکریم

الرحمن ص ۲۶۴. (ط: الرسالة).

❷ مقصود یہ ہے..... واللہ تعالیٰ اعلم..... کہ جب حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام کے بلند ترین مقام اور عظیم ترین اعمال ہونے کے باوجود شرک ان کے سارے اعمال برباد کرتا ہے، تو شرک کے ارتکاب کے بعد کسی اور کے اعمال، کیسے باقی رہ سکتے ہیں؟

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

وَآخِرَتِكَ فِالشِّرْكَ تَحْبِطُ الْأَعْمَالُ ، وَيَسْتَحِقُّ الْعِقَابَ
وَالنِّكَالَ . ❶

” (اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور ان لوگوں کی جانب ، جو آپ سے پہلے تھے ، وحی کی گئی) تمام انبیاء کی طرف (بلاشبہ اگر آپ نے شرک کیا ، تو لازماً آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا) یہ مفرد مضاف ہے اور ہر عمل کو شامل کیے ہوئے ہے۔ ❷ پس تمام انبیاء۔ ﷺ کی نبوتوں میں ہے ، کہ بلاشبہ شرک تمام اعمال کو اکارت کرنے والا ہے۔

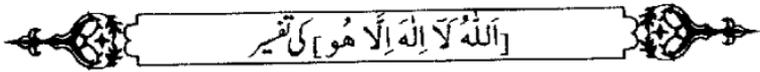
(اور ضرور بالضرور آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے) (یعنی) اپنے دین اور اپنی آخرت کو گنوا لیں گے۔ سو شرک ہی کے ساتھ اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور (شرک کرنے والا) عذاب اور سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔]

iii: شیخ ابو بکر جزائری رقم طراز ہیں:

” ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ يُقَرَّرُ بِهِ حَقِيقَةُ عِلْمِيَّةٍ ، وَهِيَ أَنَّ الشِّرْكَ مُحْبِطٌ لِلْعَمَلِ ، فَإِنَّ أَوْلِيكَ الرُّسُلَ عَلَى كَمَالِهِمْ وَعُلُوِّ دَرَجَاتِهِمْ ، لَوْ أَشْرَكُوا بِرَبِّهِمْ سِوَاهُ ، فَعَبَدُوا مَعَهُ غَيْرَهُ لَبَطَلَ كُلُّ عَمَلٍ عَمِلُوهُ . وَهَذَا مِنْ بَابِ الْإِفْتِرَاضِ ، وَإِلَّا فَالرُّسُلُ مَعْصُومُونَ ،

❶ تفسیر تیسیر الکریم الرحمن ، ص ۷۲۹ (ط : الرسالة).

❷ یعنی (عَمَلُكَ) میں [عَمَل] مضاف اور مفرد ہے اور ضمیر [ك] مضاف الیہ ہے ، لہذا مراد یہ ہے ، کہ شرک کی وجہ سے آپ کا ہر عمل برباد ہو جائے گا۔ وَالْعِبَادُ بِاللَّهِ.



وَلَكِنْ لِيَكُونَ هَذَا عِظَةً وَ عِبْرَةً لِلنَّاسِ . ❶

”[اور اگر وہ شرک کرتے، تو جو عمل وہ کیا کرتے تھے، ان سے ضائع ہو جاتے) وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) ایک علمی حقیقت مقرر فرما رہے ہیں اور وہ یہ ہے، کہ بلاشبہ شرک عمل کو اکارت کرنے والا ہے، کیونکہ حضرات رسل علیہم السلام اگر اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے اور ان کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرتے، تو ان کے کمالات اور بلند درجات کے باوجود، ان کا کیا ہوا ہر عمل، برباد ہو جاتا۔ یہ بات دیگر لوگوں کی نصیحت اور عبرت کے لیے بطور مفروضہ ذکر کی گئی ہے، کیونکہ گروہ رسل تو معصوم ہیں۔“]

❷: سید محمد رشید رضا شرک کی بنا پر اعمال کی بربادی کے سبب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”لَأَنَّ تَوْحِيدَ اللَّهِ تَعَالَى كَانَ مُتَهَمِي الْكَمَالِ الْمُزَكِّي لِلْأَنْفُسِ ، كَانَ ضِدَّهُ ، وَهُوَ الشِّرْكَ مُتَهَمِي النَّقْصِ وَالْفَسَادِ الْمُدْسِي لَهَا ، وَالْمُفْسِدُ لِفَطْرَتِهَا ، فَلَا يَبْقَى مَعَهُ تَأْثِيرٌ نَافِعٌ لِعَمَلٍ آخَرَ فِيهَا ، يُمَكِّنُ أَنْ يَتَرْتَبَ عَلَيْهِ نَجَاتُهَا وَفَلَا حُهَا . ❷

”کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید نفوس کا ترکیب کرنے والی انتہائی کمال کی چیز ہے۔ اس کی ضد، جو کہ شرک ہے، وہ نفوس کی ہلاکت اور ان کی فطرت کی خرابی کے لیے، نقص و فساد کی انتہا ہے۔ شرک کے بعد، ان کے لیے، کسی بھی عمل کی نفع بخش تاثیر باقی نہیں رہتی، کہ اُس کی بنا پر اُن کی نجات اور

❶ أيسر التفاسير ١ / ٦٣٠ .

❷ تفسير المنار ٧ / ٥٩٠ - ٥٩١ .

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

فلاح حاصل ہو سکے۔“

حاصل کلام یہ ہے، کہ آیت الکرسی کے پہلے جملے: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ میں بیان کردہ عقیدے کے فقدان کی صورت سے کوئی عمل بارگاہِ الہی میں شرفِ قبولیت نہیں پاتا اور بظاہر بلند ترین اعمال اور عظیم الشان نیکیاں بھی اکارت اور برباد ہو جاتی ہیں۔

ی: بوقتِ موت کہنے سے غم کا دور ہونا

اور رنگ کا چمکنا

دلیل:

امام احمد نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں غمگین دیکھا، تو پوچھا:

”اے ابو محمد! **۱** غمگین کیوں ہو؟“

انہوں نے جواب دیا:

”میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

”كَلِمَةٌ لَا يَقُولُهَا عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهِ إِلَّا فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَتَهُ، وَأَشْرَقَ لَوْنُهُ.“

[”ایک کلمہ ایسا ہے، کہ موت کے وقت اسے کہنے والے شخص کا غم اللہ

تعالیٰ دور فرما دیتے ہیں اور اس کا رنگ روشن ہو جاتا ہے۔“]

میں نے اس کے بارے میں صرف اس خیال کی بنا پر استفسار نہ کیا، کہ میں کسی بھی وقت اس کے متعلق دریافت کر سکتا ہوں، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے۔“

① (ابو محمد): حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت۔

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”إِنِّي لَأَعْلَمُهَا.“

[”بلاشبہ مجھے اس (کلمے) کا علم ہے۔“]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا:

”وَمَا هِيَ؟“

[”اور وہ کون سا ہے؟“]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

”هَلْ تَعْلَمُ كَلِمَةً هِيَ أَعْظَمُ مِنْ كَلِمَةِ أَمْرِ ﷺ بِهَا عَمَّةٌ؟
[لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ].“

[”کیا آپ کے علم میں کوئی ایسا کلمہ ہے، جو اس کلمے سے زیادہ عظمت والا ہو، جس کا حکم آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا کو دیا؟
(اور وہ کلمہ) [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ]. (تھا).“]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”هِيَ ، وَاللَّهِ ! هِيَ .“

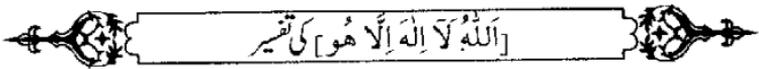
[”واللہ! یہی وہ (کلمہ) ہے۔“]

ک: بوقتِ موت کہنے والے کا جنت میں داخلہ

دلیل:

امام ابو داؤد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

① المسند، رقم الحدیث ۱۳۸۶ باختصار، ۱/۲، ۳۶۰. شیخ احمد شاکر نے اس کی [سند صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۱/۲، ۳۶۰).



”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ:

[لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ].

دَخَلَ الْجَنَّةَ.“ ❶

[”جس کا آخری کلام:

[لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ].

ہوا، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔“]

ل: توحید پر فوت ہونے والے کا جنت میں داخلہ

دلیل:

امام مسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان

کیا:

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ مَاتَ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] دَخَلَ الْجَنَّةَ.“ ❷

[”جو شخص اس علم (یعنی اعتقاد) کی حالت میں فوت ہوا، کہ بلاشبہ اللہ

تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں]

تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔“]

اس بات کا [علم ہونے] سے مراد اس حقیقت کا [اعتقاد یقین] ہے۔ صحیح مسلم

کی ایک دوسری روایت میں ہے:

❶ سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في التلقين، رقم الحديث ٣١١٤، ٨، ٢٦٧. شيخ الباني

نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن أبي داود ٢ / ٦٠٢).

❷ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، رقم الحديث ٤٣ - (٢٦)، ١ / ٥٥.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

”غَيْرَ شَاكٍّ“ ❶

[وہ شک کرنے والا نہ ہو]۔

امام نووی نے اس حدیث کو اس جیسی دیگر روایات کے ساتھ، حسب ذیل عنوان کے تحت قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَطْعًا] ❷

[اس بات کی دلیل کے متعلق باب، کہ بلاشبہ جو شخص توحید پر فوت ہوا، وہ

یقیناً جنت میں داخل ہو گیا۔]

شرح حدیث:

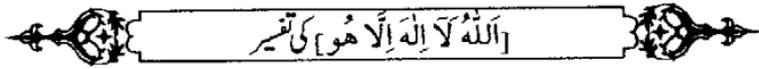
علامہ نووی نے لکھا ہے:

جان لیجیے، کہ اہل سنت کا مذہب اور جس بات پر متقدمین اور متاخرین میں سے، اہل حق ہیں، وہ یہ ہے، کہ حالت توحید میں فوت ہونے والا بہر صورت یقینی طور پر جنت میں داخل ہوگا۔

اگر وہ نافرمانی کے کاموں سے بچا ہوا ہوگا، تو وہ سرے ہی سے دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اگر اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہوگا اور توبہ کے بغیر فوت ہو گیا، تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہوگا، اگر چاہیں گے، تو اسے معاف فرما کر ابتدا ہی سے جنت میں داخل فرما دیں گے۔ اگر چاہیں گے، تو اپنی مشیت کے بقدر اسے عذاب دے کر جنت میں داخل کر دیں گے۔ توحید کی حالت میں فوت ہونے والے شخص نے خواہ کتنے ہی گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا،

❶ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، جزء من رقم الحدیث ۴۵ - (۲۷)، ۵۷/۱۔

❷ المرجع السابق ۵۵/۱۔



وہ دائمی طور پر دوزخ میں نہیں رہے گا۔ ❶

م: [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] ❷ کی گواہی دینے والے پر
دوزخ کی آگ کا حرام ہونا

دو درجیوں:

❶: امام بخاری نے حضرت محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے،

(کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَيَّ النَّارَ مَنْ قَالَ:

[لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ].

يَتَّبِعِي بِذَلِكَ وَجَهَ اللَّهُ.“ ❸

[پس بے شک اللہ تعالیٰ نے (دوزخ کی) آگ پر اس شخص کو حرام کیا

ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے ہوئے کہے:

[لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ].

[اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں].

❶ شرح النووي ۲۱۷/۱ باختصار. نیز ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۳۲۹/۷.

❷ [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ]: علامہ ابن منیر لکھتے ہیں: شہادتین (یعنی [أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] اور

[أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا ﷺ رَسُولُ اللَّهِ]. دونوں کے بولنے کو [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] کہنے سے تعبیر

کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: عون المعبود ۲۶۷/۸-۲۶۸).

❸ صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب المساجد فی البيوت.....، جزء من رقم الحديث

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

شرح حدیث:

حافظ ابن حجر نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

”وَأَنَّهُ لَا يُخْلَدُ فِي النَّارِ مَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ.“^①

[اور بلاشبہ توحید پر فوت ہونے والا (دوزخ کی) آگ میں دائمی طور پر

نہیں رہے گا۔“]

ب: امام مسلم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ)

انہوں نے بیان کیا: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

”مَنْ شَهِدَ أَنْ: [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا - صلی اللہ علیہ وسلم - رَسُولُ اللَّهِ،

حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ.“^②

[”جس شخص نے گواہی دی، کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد - صلی اللہ علیہ وسلم - اللہ تعالیٰ کے

رسول ہیں،

اللہ تعالیٰ نے اُس پر (دوزخ کی) آگ حرام کر دی۔“]

شرح حدیث:

اس پر [آگ کے حرام ہونے سے] مراد یہ ہے..... جیسا کہ علامہ مبارک پوری

نے لکھا ہے.....:

”أَيِ الْخُلُودِ فِيهَا كَالْكَفَّارِ.“^③

① فتح الباري ۵۲۳/۱.

② صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً،

جزء من رقم الحديث ۴۷ - (۲۹)، ۵۸/۱، ۰.

③ تحفة الأحوذی ۳۲۸/۷. حضرات محدثین نے اس حدیث کی شرح میں متعدد اور باتیں بھی ذکر

فرمائی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: فتح الملہم ۵۸۴/۱).

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

”یعنی کافروں کی طرح اس (یعنی دوزخ کی آگ) میں ہمیشہ رہنا۔“
مراد یہ ہے، کہ وہ کافروں کی طرح جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ن: اخلاص سے کہنے والے کا شفاعتِ نبوی ﷺ
سے سب سے زیادہ فیض یاب ہونا

ویل:

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ انہوں نے بیان کیا:

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ:

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾.

خَالِصًا مِنْ قَبْلِ نَفْسِهِ.“^①

”روزِ قیامت میری شفاعت سے سب سے زیادہ فیض یاب وہ ہوگا،

جس نے سچے دل سے

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾

کہا۔“

ایک دوسری روایت میں ہے:

”وَشَفَاعَتِي لِمَنْ شَهِدَ أَنْ:

① صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، جزء من رقم الحديث ۶۵۷۰،

[لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] کی تفسیر

[لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ]

مُخْلِصًا، يُصَدِّقُ قَلْبُهُ لِسَانَهُ، وَلِسَانُهُ قَلْبُهُ. ❶
 ”اور میری شفاعت اس شخص کے لیے ہے، جس نے گواہی دی، کہ

[لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ]

[اللہ کے سوا کوئی (بھی) معبود نہیں]

(اور اس نے یہ گواہی اس طرح) اخلاص سے دی، کہ اس کا دل، اس کی زبان، اور اس کی زبان اس کے دل کی تصدیق کر رہی ہو۔“]

س: تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل کردہ شریعتوں اور ان کی دعوت کی اساس

آیت الکرسی کا اولین جملہ تمام انبیاء اور رسولوں ﷺ پر نازل کردہ شریعتوں کی اصل، اور ان میں سے ہر ایک کی دعوت کی اساس اور بنیاد تھا۔ ہر نبی کی جانب اس بارے میں وحی نازل کی گئی اور وہ اسی کی طرف دعوت دیتے رہے۔ ذیل میں اس بارے میں قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

i: اجمالی نصوص

قرآن و سنت کی بعض نصوص میں اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے، کہ تمام انبیاء ﷺ پر نازل کی گئی شریعتوں اور ان کی دعوت کا محور تو حید تھا۔ اس سلسلے میں ذیل میں دو آیتوں کے حوالے سے تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

﴿يُنزِلُ الْمَلَكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ

❶ فتح الباري ٤٤٣/١١. حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ یہ الفاظ (امام) احمد کی روایت میں ہیں اور (امام) ابن حبان نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤٤٣/١١).

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

عِبَادَةٌ أَنْ أُنذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ﴿۱﴾

[وہ فرشتوں کو، وحی کے ساتھ، اپنے حکم سے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں، نازل فرماتے ہیں، کہ (لوگوں کو) خبردار کر دو، کہ بے شک حقیقت یہ ہے، کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو مجھ ہی سے ڈرو۔]

اس آیت میں یہ حقیقت واضح ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء ﷺ کو فرشتوں کی وساطت سے حکم دیا، کہ وہ لوگوں کو ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی جانب دعوت دیں۔
پانچ مفسرین کے اقتباسات:

اس بات کے اچھی طرح سمجھنے سمجھانے کی غرض سے ذیل میں ان کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

۱: قاضی ابوسعود رقم طراز ہیں:

(يُنزِلُ الْمَلَائِكَةُ) بَيَانٌ لِّتَحْتُمُ التَّوْحِيدَ، وَإِيذَانٌ أَنَّهُ دِينٌ أَجْمَعَ عَلَيْهِ جَمَهُورُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَأَمْرٌ وَابِدْعُوَةَ النَّاسِ إِلَيْهِ.

(أَنْ أُنذِرُوا) الْمَخَاطِبُونَ بِهِ الْأَنْبِيَاءُ الَّذِينَ نَزَلَتْ الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِمْ، وَالْأَمْرُ هُوَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ، وَالْمَلَائِكَةُ نَقْلَةٌ لِلْأَمْرِ. ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا﴾: فَالضَّمِيرُ لِلشَّانِ، وَفَائِدَةُ تَصْدِيرِ الْجُمْلَةِ بِهِ الْإِيذَانُ مِنْ أَوَّلِ الْأَمْرِ بِفَحَامَةِ مَضْمُونِهَا مَعَ مَا فِيهِ مِنْ زِيَادَةِ تَقْرِيرٍ لَهُ فِي الدِّهْنِ، فَإِنَّ الضَّمِيرَ لَا يُفْهَمُ مِنْهُ ابْتِدَاءً إِلَّا شَأْنٌ مِنْهُمْ لَهُ خَطَرٌ، فَيَبْقَى الدِّهْنُ مُتَرَقِّبًا لِمَا يَعْقِبُهُ، فَيَتِمَّ كُنْ لَدَيْهِ عِنْدَ وَرُودِهِ فَضْلٌ تَمَكُّنٌ، كَأَنَّهُ قِيلَ:

۱ سورة النحل / الآية ۲.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

أَنْذِرُوا أَنَّ الشَّانَ الْخَطِيرَ هَذَا . ❶

[يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ] [وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) فرشتے نازل فرماتے ہیں] توحید کے نہایت حتمی ہونے کا بیان ہے اور اس بات کا اعلان ہے، کہ بلاشبہ وہ (یعنی توحید) دین ہے، (کہ) جس پر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ہے اور انہیں اس کی جانب لوگوں کو دعوت دینے کا حکم دیا گیا۔

[أَنْ أَنْذِرُوا] [یہ کہ تم خبردار کرو] [أَنْ] انبیاء کو مخاطب کیا گیا ہے، جن پر فرشتے نازل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حکم دینے والے ہیں اور فرشتے اس حکم کو پہنچانے والے ہیں۔

[أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا] [بلاشبہ حقیقت یہ ہے، کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں] [ضمیر الشان] کو جملے کے آغاز میں لانے کا فائدہ یہ ہے، کہ ابتدا ہی سے اس بات کا اعلان ہے، کہ اس میں بیان کردہ بات بہت بڑی ہے۔ مزید برآں (اس طرح) اسے خوب اچھی طرح ذہن نشین کروانا ہے، کیونکہ [ضمیر الشان] سے ابتدا ہی سے یہ بات سمجھی جاتی ہے، کہ سنگین اہمیت والی بات ہے۔ ذہن کبھی جانے والی بات کا منتظر رہتا ہے اور اس کے سننے پر وہ بات ذہن میں اچھی طرح جاگزیں اور خوب راسخ ہو جاتی ہے، گویا کہ کہا گیا ہے: خبردار کرو، کہ یہ سنگین اہمیت والی بات ہے۔]

[إِنَّ] میں (کہ) [ضمیر الشان] ہے۔ اس سے مراد وہ ضمیر ہے، جو کہ بعد میں ذکر کردہ بات کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔

❷ علامہ شوکانی نے قلم بند کیا ہے:

❶ تفسیر أبی السعود ۵/۹۵-۹۶ باختصار.

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ [کی تفسیر]

(أَنْ أَنْذِرُوا): أَي أَعْلِمُوا النَّاسَ (أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا): أَي مُرُوهُمْ بِتَوْجِيهِدِي، وَأَعْلِمُوهُمْ ذَلِكَ مَعَ تَخْوِيفِهِمْ. (فَاتَّقُونَ) وَهُوَ تَحْذِيرٌ لَهُمْ مِنَ الشِّرْكِ بِاللَّهِ. ❶

(أَنْ أَنْذِرُوا): یعنی لوگوں کو آگاہ کر دیجیے (بلاشبہ بات یہ ہے، کہ کوئی معبود نہیں مگر میں): یعنی انہیں میری توحید کا حکم دیجیے اور انہیں اس بارے میں ڈرانے کے ساتھ آگاہ کیجیے (پس تم مجھ سے ڈرو): یہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک سے ڈرانا ہے۔

❷: شیخ سعدی نے تحریر کیا ہے:

”وَزَيْدَةُ دَعْوَةُ الْمُرْسَلِينَ كُلِّهِمْ وَمَدَارُهَا عَلَى قَوْلِهِ: (أَنْ أَنْذِرُوا) أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونَ) أَي: عَلَى مَعْرِفَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَوْحُّدِهِ فِي صِفَاتِ الْعِظَمَةِ، الَّتِي هِيَ صِفَاتُ الْأُلُوْهِيَّةِ، وَعِبَادَتِهِ، وَحَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، فَهِيَ الَّتِي أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا كُتُبَهُ، وَأَرْسَلَ رُسُلَهُ، وَجَعَلَ الشَّرَائِعَ كُلَّهَا تَدْعُو إِلَيْهَا، وَتَحْتُ وَتَجَاهِدُ مَنْ حَارَبَهَا وَقَامَ بِضِدِّهَا.“ ❷

”تمام رسولوں کی دعوت کا خلاصہ اور دار و مدار ارشاد تعالیٰ: (أَنْ أَنْذِرُوا) أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونَ) پر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت، الوہیت کی عظمت والی صفات میں ان کی یکتائی اور کسی شریک کے بغیر تھا ان کی عبادت پر ہے۔ یہی وہ چیز ہے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی

❶ فتح القدیر ۲/۱۱۱/۳ باختصار. نیز ملاحظہ ہو: الکشاف ۲/۴۰۰؛ و تفسیر البغوي ۳/۶۱۱؛

و تفسیر القاسمي ۱۰/۷۸.

❷ تیسیر الکریم الرحمن ص ۴۳۵. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوي ۱/۵۳۷؛ وأضواء البیان

۳/۲۱۱.



کتابیں نازل فرمائیں، اپنے رسولوں کو مبعوث کیا اور سب شریعتوں کو اس کی دعوت دینے والا قرار دیا ہے، کہ وہ اس کی ترغیب دیں اور اس کے خلاف برسر پیکار ہونے اور اس کی مخالفت میں کھڑے ہونے والے لوگوں کے خلاف جہاد کریں۔“

۴: مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

”اس (یعنی سورۃ النحل کی پہلی) آیت کا خلاصہ ایک وعید شدید کے ذریعہ توحید کی دعوت دینا ہے۔ دوسری (یعنی مذکورہ بالا) آیت میں دلیل نقلی سے توحید کا اثبات ہے، کہ آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء ﷺ تک دنیا کے مختلف خطوں، مختلف زمانوں میں جو بھی رسول آیا ہے، اس نے یہی عقیدہ توحید پیش کیا ہے، حالانکہ ایک کو دوسرے کے حال اور تعلیم کی بظاہر اسباب کوئی اطلاع بھی نہ تھی۔“ ①

۵: مولانا شبیر احمد عثمانی نے قلم بند کیا ہے:

”یعنی توحید کی تعلیم، شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت، یہ ہمیشہ سے تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ و متفقہ نصب العین (مشن) رہا ہے۔“ ②

ب: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنَ﴾ ③

[بے شک یہ تمہاری امت، جو ایک ہی امت ہے اور میں ہی تمہارا رب ہوں، سو تم میری عبادت کرو۔]

معارف القرآن ۳۰، ۴/۵

لقرآن الکریم و ترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی اللغة الأردیة، ص ۳۵۴، ف ۴.
سورۃ الانبیاء / الآیة ۹۲.

[اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ] کی تفسیر

سابقہ دس انبیاء ﷺ کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں بیان فرمایا ہے، کہ اُن کا اور تمہارا دین ایک ہی ہے اور وہ عقیدہ توحید ہے۔ میں تمہارا رب ہوں، سو تم سب میری عبادت کرو۔

پانچ مفسرین کے اقوال:

بات کو اچھی طرح سمجھنے سمجھانے کی غرض سے ذیل میں اُن کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

”قَوْلُهُ تَعَالَى: (إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً) لَمَّا ذَكَرَ الْأَنْبِيَاءَ ﷺ، قَالَ: هُوَ لَأَنَّ كُلَّهُمْ مُجْتَمِعُونَ عَلَى التَّوْحِيدِ. فَالْأُمَّةُ هُنَا بِمَعْنَى الدِّينِ الَّذِي هُوَ الْإِسْلَامُ، قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنه وَمُجَاهِدٌ وَغَيْرُهُمَا. ❶“

[ارشاد تعالیٰ: (ترجمہ: بے شک یہ تمہاری امت، ایک ہی امت ہے) جب انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے انبیاء ﷺ کا ذکر کیا، (تو) فرمایا: وہ سارے کے سارے توحید پر متفق ہیں۔

اس مقام پر [الْأُمَّة] سے مراد دین ہے، جو کہ اسلام ہی ہے۔ (یہ بات) ابن عباس رضي الله عنه، مجاہد اور ان کے علاوہ دیگر (علمائے امت) نے بیان کی ہے۔]

۲: قاضی بیضاوی نے تحریر کیا ہے:

(إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ): أَيِ إِنَّ مِلَّةَ التَّوْحِيدِ وَالْإِسْلَامِ مِلَّتِكُمْ الَّتِي يَجِبُ أَنْ تَكُونُوا عَلَيْهَا، فَكُونُوا عَلَيْهَا (أُمَّةً وَاحِدَةً) غَيْرَ مُخْتَلِفَةٍ فِيمَا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ،

❶ تفسیر القرطبی ۱۱/۳۳۸.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

وَلَا مُشَارَكَةَ لِعَٰبِرِهَا فِي الْإِتِّبَاعِ (وَأَنَّا رَبُّكُمْ) لَا إِلَهَ لَكُمْ
غَيْرِي (فَاعْبُدُونِ) لَا غَيْرُ. ❶

[ترجمہ: بلاشبہ یہ تمہاری امت): یعنی توحید و اسلام والا دین تمہارا دین ہے، جس پر تمہارا ہونا لازم ہے، تو تم اسی پر ہو جاؤ۔ (ترجمہ: ایک ہی امت) انبیاء ﷺ کے درمیان اس بارے میں نہ کوئی اختلاف تھا اور نہ ہی (اس دین کی) پیروی میں اس کے سوا، کسی اور کی شراکت ہے۔ (ترجمہ: میں تمہارا رب ہوں)۔ میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ (ترجمہ: بس، تم میری عبادت کرو) کسی اور کی نہیں۔]

❸ علامہ ابن کثیر نے قلم بند کیا ہے:

”وَمَعْنَى وَحْدَتِهَا اِتِّفَاقُ الْأَنْبِيَاءِ ﷺ عَلَيْهَا، أَيَّ إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً غَيْرَ مُخْتَلِفَةٍ فِيمَا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ ﷺ، بَلْ أَجْمَعُوا كُلَّهُمْ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَتَبَدَّلْ فِي عَصْرِ مِنَ الْأَعْصَارِ، كَمَا تَبَدَّلَتِ الْفُرُوعُ.“ ❷

”اس کے ایک ہونے سے مراد یہ ہے، کہ (حضرات) انبیاء ﷺ کا اس پر اتفاق ہے، یعنی یہ امت ایسی ہے، کہ اس کے (عقیدہ توحید کے) متعلق انبیاء ﷺ کے درمیان اختلاف نہیں، بلکہ ان سب کا اس پر اجماع ہے۔ اس میں زمانوں میں سے کسی زمانے میں (بھی) تبدیلی نہیں آئی، جیسے کہ فروع میں تبدیلی آتی ہے۔“

❸ مفتی محمد شفیع نے لکھا ہے:

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر البیضا، ص ۷۸/۲۔

❷ روح المعانی ۸۹/۱۷۔ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۸۴/۶؛ و تفسیر القاسمی ۲۹۰/۱۱؛ و تفسیر تیسیر الکریم الرحمن، ص ۵۳۰؛ و أيسر التفاسیر ۱۳۰/۳۔

﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

”اے لوگو! (اوپر جو انبیاء ﷺ کا طریقہ و عقیدہ توحید کا معلوم ہو چکا ہے) یہ تمہارا طریقہ ہے، (جس پر تم کو رہنا واجب ہے)، کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے (جس میں کسی نبی اور کسی شریعت کو اختلاف نہیں ہوا) اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے، کہ) میں تمہارا رب ہوں، تم میری عبادت کیا کرو اور (لوگوں کو چاہیے تھا، کہ جب یہ ثابت ہو چکا، کہ تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتابیں اور شریعتیں اسی طریقہ کی داعی ہیں، تو وہ بھی اسی طریقہ پر رہتے، مگر ایسا نہ کیا)۔“^①

۵: ڈاکٹر محمد لقمان سلفی رقم طراز ہیں:

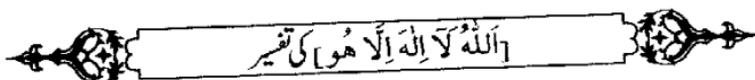
”یہاں [اُمَّة] سے مراد دین و ملت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ مذکورہ بالا آیتوں میں جن انبیاء کا ذکر آیا ہے، ان کے علاوہ بھی حضرت آدم ﷺ سے لے کر نبی کریم ﷺ تک جتنے انبیاء گزرے ہیں، سبھوں کا عقیدہ اور دین ایک ہی تھا۔ سبھی عقیدہ توحید پر قائم اور اس کی دعوت دینے والے تھے۔ ہر نبی نے اپنے عہد کے لوگوں کو توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی، شرک سے ڈرایا اور انہیں بتایا، کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کا رب ہے۔ اس لیے صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔“^②

:: تفصیلی نصوص

قرآن کریم میں بعض حضرات انبیاء ﷺ کی دعوت توحید کے بارے میں انفرادی طور پر بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند ایک کے متعلق ذیل میں آیات شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

① معارف القرآن ۶/۲۲۷۔

② تیسیر الرحمن ص ۹۳۹، حاشیہ (۳۳)۔



۱: دعوتِ نوح علیہ السلام:

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ ❶

[اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح - علیہ السلام - کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، تو انہوں نے کہا:

”اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔
تو کیا تم ڈرتے نہیں؟“]

۲: نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے رسول کی دعوت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے بعد، ایک اور قوم کو پیدا فرمایا اور ان کی طرف ایک رسول مبعوث فرمائے، جنہوں نے انہیں دعوتِ توحید دی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ أَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ. فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ ❷

[پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے لوگوں کو پیدا کیا۔ پھر ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، کہ:

”تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔“]

❶ سورة المؤمنون / الآية ۲۳.

❷ سورة المؤمنون / الآيتين ۳۱-۳۲.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

[تو کیا تم ڈرتے نہیں؟]

۳: دعوتِ ہود علیہ السلام:

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ﴾^①

[اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود - علیہ السلام - کو (بھیجا)۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اُن کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔]

تم تو محض جھوٹ باندھنے والے ہو۔]

۴: دعوتِ صالح علیہ السلام:

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾^②

[اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح - علیہ السلام - کو (بھیجا)۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔]

۵: دعوتِ ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ اور قوم کو بتوں کی عبادت سے روکتے اور صرف

① سورة هود - ﷻ / الآية ۵۰.

② سورة هود - ﷻ - جزء من الآية ۶۱.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

اللہ رب العالمین کی عبادت کا حکم دیتے رہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ان کی دعوت کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ. إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ. قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَنْظِلُ لَهَا عَافِيِينَ. قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ. أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يُضُرُّونَ. قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ. قَالَ أَفَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ. أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ. فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ. الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ. وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ. وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ. وَالَّذِي يُؤَيِّتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ﴾ ❶

[اور ان پر ابراہیم علیہ السلام کی خبر تلاوت کیجیے۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا:

”تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟“

انہوں نے کہا:

”ہم تو بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انہی کی مجاوری کرتے ہیں۔“

انہوں (یعنی ابراہیم علیہ السلام) نے کہا:

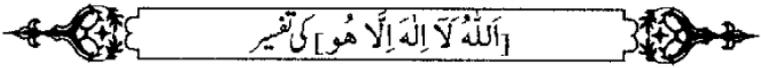
”کیا وہ تمہاری سنتے ہیں، جب تم پکارتے ہو؟“ تمہیں فائدہ دیتے یا

نقصان پہنچاتے ہیں؟“

انہوں نے کہا:

”بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔“

❶ سورة الشعراء / الآيات ۶۹-۸۱.



انہوں (یعنی ابراہیم علیہ السلام) نے کہا:

”تو کیا تم نے غور کیا، کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو: تم اور تمہارے پہلے باپ دادا۔

سو بے شک وہ تو میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے۔ وہ جنہوں نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری راہنمائی کرتے ہیں اور وہی جو مجھے کھلاتے ہیں اور مجھے پلاتے ہیں اور جب میں بیمار ہوتا ہوں، تو وہی مجھے شفا دیتے ہیں اور وہ جو مجھے موت دیں گے، پھر وہ مجھے زندہ کریں گے۔“

۶: دعوتِ شعیب علیہ السلام:

﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنِّ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾^①

[اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب - علیہ السلام - کو (بھیجا)۔ انہوں نے کہا:

[اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔]

۷: دعوتِ موسیٰ علیہ السلام:

جب سمندر پار کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے ہمراہ ایک بت پرست قوم کے پاس سے گزر ہوا، تو بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو اپنے لیے بھی ایک معبود بنانے کی فرمائش کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر شدید نفا ہوئے اور عقیدہ توحید کی حقانیت کو اجاگر کیا۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَجُوزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ يَلِ الْبَحْرِ فَأَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ يَّعْكُفُونَ

① سورة هود - ٤٤ - / جزء من الآية ٨٤.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَهُمْ قَالُوا يُمُوسَىٰ اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ
إِلَهَةٌ قَالِ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ. إِنَّ هَؤُلَاءِ مُتَّبِعُونَ مَا هُم بِفِيهِ
وَبُطْلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ. قَالَ آغْيِرَ اللَّهُ أَلْبَعِيكُمْ إِلَهُهَا وَهُوَ
فَضْلُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١﴾

[اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارا، تو وہ ایسے لوگوں پر سے
گزرے، جو اپنے کچھ بتوں پر جے بیٹھے تھے۔ کہنے لگے:
”اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی معبود بنا دیجیے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں۔“
انہوں نے کہا:

”بلاشبہ تم تو وہ لوگ ہو، جو بالکل نادان ہو۔

بے شک یہ لوگ جس (دین) پر ہیں، وہ تباہ و برباد کر دیا جائے گا اور ان
کا تمام کیا دھرا بے کار ہو جائے گا۔“

انہوں نے کہا: ”کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود تلاش
کروں؟ حالانکہ انہوں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔“ [

۸: دعوتِ عیسیٰ علیہ السلام:

جب اللہ تعالیٰ روزِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے، کہ آیا انہوں نے
لوگوں سے کہا:

”کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو؟“

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب میں، قوم کو اپنی طرف سے پیش کردہ دعوت، بیان
کریں گے، جسے اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے:

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَّا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ عَبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ

﴿١﴾ سورة الأعراف / الآيات ۱۳۸-۱۴۰.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ
أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۱﴾

[میں نے انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا، جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا، کہ:

[اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، جو میرے رب ہیں اور تمہارے رب ہیں۔]

اور میں ان پر گواہ تھا، جب تک ان میں رہا۔ پھر جب آپ نے مجھے

اٹھالیا، تو آپ ہی ان پر نگران تھے اور آپ ہر چیز پر گواہ ہیں۔]

شیخ محمد عدوی لکھتے ہیں:

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَ
رَبَّكُمْ﴾، وَهُوَ التَّوْحِيدُ الْخَالِصُ، وَهُوَ أَمْرُهُمْ بِعِبَادَتِكَ
وَ حَدِّكَ، وَإِعْلَامُهُمْ بِأَنَّكَ رَبِّي وَرَبُّهُمْ، وَأَنِّي عَبْدٌ مِّنْ
عِبَادِكَ مِثْلَهُمْ، لَا مَزِيدَ لِي عَلَيْهِمْ إِلَّا أَنَّكَ خَصَصْتَنِي
بِالرِّسَالَةِ إِلَيْهِمْ. ﴿۲﴾

[ترجمہ: میں نے انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا، جس کا آپ نے مجھے حکم

دیا تھا، کہ [اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، جو میرے رب ہیں اور تمہارے رب

ہیں۔] ”وہ ہی خالص توحید ہے۔ وہ ان لوگوں کو تھا آپ کی عبادت کا حکم

ہے۔ اور انہیں (اس بات سے) آگاہ کرنا ہے، کہ بلاشبہ آپ میرے رب

ہیں اور ان کے رب ہیں۔ بے شک میں آپ کے بندوں میں سے ان

جیسا ایک بندہ ہوں۔ مجھے ان پر کسی بات میں برتری نہیں، سوائے اس

بات کے، کہ آپ نے مجھے ان کی جانب رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔“]

① سورة المائدة / الآية ۱۱۷.

② دعوة الرسل إلى الله تعالى ص ۳۵۱.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

ع: دعوتِ توحید کے لیے اہتمامِ مصطفوی ﷺ

i: اللہ تعالیٰ نے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی حیثیت و اہمیت کو نبی کریم ﷺ کے لیے تاکید کے ساتھ بیان فرمایا۔ باری تعالیٰ نے خطاب فرمایا:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ①

[پس جان لیجیے، کہ بے شک حقیقت یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔]

ii: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو سب لوگوں کے روبرو بھی اسی اساس کا اعلان کرنے کا حکم دیا۔ ارشادِ تعالیٰ ہے:

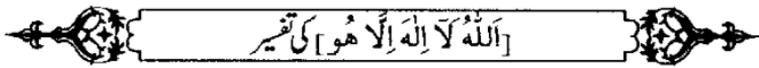
﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ ②

[کہہ دیجیے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ وہ (اللہ تعالیٰ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف ان کی ہے۔ ان کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتے اور مارتے ہیں۔]

سیرت نبوی ﷺ سے پانچ مثالیں:

حکمِ الہی کی تعمیل کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے اس اصل، اساس اور بنیاد کا خوب خوب اعلان کیا۔ اسلامی ریاست کی تشکیل سے پہلے اور بعد، اعزہ و اقارب اور دشمنوں کو، براہِ راست اور بالواسطہ، غرضیکہ امکانی حد تک ہر وقت، ہر شخص اور ہر طریقے سے توحید کی دعوت دینے کا حق ادا کر دیا۔ ذیل میں اس سلسلے میں پانچ واقعات بطور مثال ملاحظہ فرمائیے:

① سورة محمد - ﷺ - / جزء من الآية ۱۹ . ② سورة الأعراف / جزء من الآية ۱۵۸ .



۱: مقام منیٰ میں لوگوں کے خیموں میں:

امام حاکم نے حضرت ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) وہ بیان کرتے ہیں:

”رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِمِنِي فِي مَنَازِلِهِمْ، قَبْلَ أَنْ يَهَاجِرَ إِلَى الْمَدِينَةِ، يَقُولُ:

”يَأْيُهَا النَّاسُ! إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا.“

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو، ہجرت کرنے سے پہلے، منیٰ میں اپنے خیموں میں دیکھا، (کہ) آنحضرت ﷺ فرما رہے تھے:

”اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں، کہ تم ان کی عبادت کرو اور ان کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔“

انہوں (ربیعہ رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: ”آنحضرت ﷺ کے پیچھے ایک شخص کہہ رہا تھا:

”يَأْيُهَا النَّاسُ! إِنَّ هَذَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتْرَكُوا دِينَ آبَائِكُمْ.“

”اے لوگو! بلاشبہ یہ تمہیں اپنے باپ دادا کا دین چھوڑنے کا حکم دے رہا ہے۔“

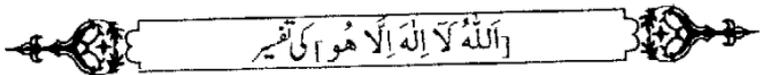
میں نے اس (یعنی پیچھے چلنے والے) شخص کے بارے میں پوچھا، (تو)

کہا گیا: ”(وہ) ابولہب (ہے)۔“ ❶

۲: بوقتِ وفاتِ چچا ابوطالب کو:

امام بخاری نے حضرت مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے خبر

❶ المستدرک علی الصحیحین، کتاب الإیمان، ۱۵/۱۔ امام حاکم نے اسے [صحیحین کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۵/۱، والتلخیص ۱/۱۴)۔



دی، (کہ):

”جب ابوطالب کی وفات کا وقت (قریب) آیا، تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاں ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو (بھی) پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب سے کہا:

”يَا عَمِّ اَقُلْ [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ]، كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ.“
 ”اے میرے چچا! [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] کہیے، (یہ ایسا کلمہ ہے)، کہ اس کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے لیے (مسلمان ہونے کی) گواہی دوں گا۔“

ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا:

”اے ابوطالب! کیا تم عبد المطلب کے دین سے منہ موڑ لو گے؟“
 رسول اللہ ﷺ ان پر اُسے (یعنی کلمہ توحید) پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ ابوطالب نے ان کے ساتھ آخری بات یہ کہی:

”وہ عبد المطلب کے دین پر ہیں۔“

اور انہوں نے [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] کہنے سے انکار کیا..... الحدیث ❶

❶: ارادہ قتل کے ساتھ آنے والے مشرک کو:

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

❶ صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ"، جزء من رقم الحديث ۲۲۲/۳، ۱۳۶۰.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

”ہم (غزوہ) ذات الرقاع^① میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی سایہ دار درخت کے پاس پہنچے، تو اُسے نبی کریم ﷺ کے لیے چھوڑ (یعنی مخصوص کر) دیتے۔ مشرکوں میں سے ایک شخص آیا، اس نے درخت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی لڑکائی ہوئی تلواریں کو (پکڑا اور اُسے) میان سے نکالا۔ پھر آنحضرت ﷺ سے کہا:

”تَخَافُنِي؟“

”تو مجھ سے ڈرتا ہے؟“

آنحضرت ﷺ نے اسے (جواب میں) کہا:

”لا“

”نہیں۔“

کہنے لگا:

”فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟“

”تو (پھر) تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اللہ۔“^②

① اس غزوہ کی تاریخ کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام بخاری کا رجحان یہ ہے، کہ یہ غزوہ، خیبر کے بعد کا ہے۔ امام ابن قیم اور حافظ ابن حجر کی بھی یہی رائے ہے۔ اس غزوہ میں سوار یوں کی شدید قلت کی بنا پر حضرات صحابہ کو بہت زیادہ سفر پیدل طے کرنا پڑا، جس کی وجہ سے ان کے قدموں میں سوراخ ہو گئے اور انہوں نے قدموں کو کپڑے کے ٹکڑوں [السَّرْقَاعُ] میں لپیٹ لیا۔ اسی سبب سے یہ غزوہ ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہوا۔ (ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات الرقاع، رقم الحدیث ۴۱۲۸، ۴۱۷/۷؛ و زاد المعاد ۳/ ۲۵۲؛ و فتح الباری ۱۷/ ۴۱۷ و ۴۱۸۔ ۴۲۰؛ و فقه السيرة للدكتور زيد الزيد ص ۵۶۵؛ و الرحیق المختوم ص ۴۰۴)۔

② صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرقاع، رقم الحدیث ۴۱۳۶ باختصار، ۴۲۶/۷۔

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

امام ابو بکر اسماعیلی کی اپنی [صحیح] میں روایت کردہ حدیث میں ہے:
فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ السَّيْفَ،
فَقَالَ:

”مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟“

اس کے ہاتھ سے تلوار (نیچے) گر گئی، تو رسول اللہ ﷺ نے تلوار پکڑ لی
اور فرمایا:

”تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟“

تو کہنے لگا:

”كُنْ خَيْرًا آخِذِ .“

”آپ بہترین (تلوار) تھامنے والے بنئے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّي رَسُولُ اللَّهِ؟“

”تم گواہی دیتے ہو، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ میں اللہ

تعالیٰ کا رسول ہوں؟“

کہنے لگا:

”نہیں، لیکن میں آپ سے عہد کرتا ہوں، کہ آپ سے (کبھی) لڑائی نہیں

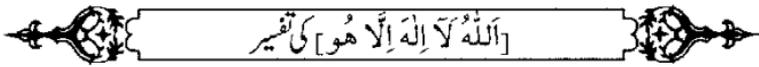
کروں گا اور آپ سے لڑنے والی قوم کے ساتھ نہیں ہوں گا۔“

آنحضرت ﷺ نے اسے چھوڑ دیا، تو وہ اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر کہنے لگا:

”جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ .“ ①

① منقول از: مشكاة المصابيح، باب التوكل والصبر، الفصل الثالث، رقم الحديث ٥٣٠٥

(١١)، ١٤٦٠/٣. نیز ملاحظہ ہو: رياض الصالحين، باب اليقين والتوكل، ص ٥٠-٥١.



”میں تمہارے پاس بہترین انسان کے ہاں سے آیا ہوں۔“

۴: شاہ روم قیصر کو:

آنحضرت ﷺ نے شاہ روم قیصر کو بھی دعوتِ توحید دی۔ آنحضرت ﷺ نے یہ دعوت ایک گرامی نامے کے ذریعے دی، جو کہ اسے ارسال کیا گیا۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اس مکتوبِ گرامی کو روایت کیا ہے، جس کے الفاظِ مبارکہ حسبِ ذیل ہیں:

”مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ - ﷺ - إِلَى هِرَقْلٍ عَظِيمِ الرُّومِ.
سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى .

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ. أَسْلِمُ تَسْلِمٌ يُؤْتِيكَ اللَّهُ
أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِن تَوَلَّيْتَ فَإِن عَلَيْكَ إِثْمُ الْأَرِيسِيِّنَ.

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا
وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ
بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا
اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ ①، ②

”اللہ تعالیٰ کے بندے اور ان کے رسول محمد - ﷺ - کی جانب سے
رومیوں کے سردار ہرقل کی طرف۔
ہدایت کی اتباع کرنے والے پر سلام۔“

① سورة آل عمران / جزء من رقم الآية ٦٤ . آیت شریفہ کا آغاز بایں الفاظ ہے: ﴿قُلْ يَا أَهْلَ

الْكِتَابِ...﴾

② صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، باب، جزء من رقم الحديث ٧، ٣٢/١ .

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

اما بعد، پس یقیناً میں تمہیں دعوتِ اسلام کے ساتھ دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ (دنوی و اخروی ذلت و عذاب سے) بچ جاؤ گے، اللہ تعالیٰ تمہیں دہرا اجر دیں گے۔ اگر تم نے اعراض کیا، تو تم پر کسانوں کا (بھی) گناہ ہے۔

اور [اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف، جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ان کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ اگر وہ منہ پھیر لیں، تو آپ کہہ دیجیے، کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔]

۵: یعنی اہل کتاب کے لیے توحید کے ساتھ آغازِ دعوت کا حکم:

آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ فرمایا، تو انہیں وہاں موجود اہل کتاب کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دینے کا حکم دیا۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، (کہ) وہ بیان کرتے ہیں:

”جب نبی کریم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو اہل یمن کی طرف مبعوث کیا، تو ان سے فرمایا:

”إِنَّكَ تَقْدُمُ عَلَى قَوْمٍ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ
إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللَّهَ تَعَالَى. فَإِذَا عَرَفُوا ذَلِكَ فَأَخْبِرِهِمْ أَنَّ اللَّهَ
فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ.....“ الحدیث ①

① صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلى توحيد الله تبارك

ونعالي، جزء من رقم الحديث ۷۳۷۲، ۱۳/۳۴۷.

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ [کی تفسیر]

”بے شک آپ اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہیں، سو آپ نے سب سے پہلے انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دینی ہے۔ پس جب وہ اسے پہچان لیں (یعنی تسلیم کر لیں)، تو پھر انہیں خبر دیجئے، کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دن اور رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں..... الحدیث۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

”فَاِذَا جِئْتَهُمْ فَاذْعُهُمْ اِلَىٰ اَنْ يَّشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. الحدیث ❶

”پس جب آپ ان کے پاس پہنچیں، تو انہیں اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دیجئے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یقیناً محمد ﷺ۔

اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں“..... الحدیث

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی کے اولین جملے اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ [کی تفسیر] کے ساتھ تمام انبیائے سابقین ﷺ اور خاتم النبیین ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ان تمام کو، سب سے پہلے، اسی بات کی لوگوں کو دعوت دینے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے اپنی اس ذمہ داری کو خوب نبھایا اور دعوت توحید دینے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ جَزَاءَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی جَمِیْعًا خَيْرًا الْجَزَاءِ .

اللہ کریم ہم ناکاروں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تادم واپس دعوت توحید کی خاطر مخلصانہ اور بھرپور جدوجہد کی توفیق عطا فرمائیں۔ اِنَّهُ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ .

❶ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث ابي موسى ومعاذ ﷺ الى اليمن قبل حجة الوداع، جزء من رقم الحدیث ۴۳۴۷، ۶۴/۸.

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

ف: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا دعوتِ توحید کے لیے اہتمام

نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جہاں بھی جاتے، دعوتِ توحید کا غیر معمولی اہتمام کرتے۔ اس سلسلے میں ذیل میں تین مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی رستم کو دعوتِ توحید:

معرکہ قادسیہ ۱ شروع ہونے سے پہلے ایرانی سپہ سالار رستم نے اسلامی لشکر کے امیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک عاقل و عالم شخص بھیجنے کے لیے پیغام ارسال کیا، تاکہ وہ اس سے کچھ باتوں کے بارے میں دریافت کر سکے۔

حضرت سعد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ جب مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے روبرو دینِ حق (یعنی اسلام) کا ذکر کیا، تو رستم نے پوچھا:

”فَمَا هُوَ؟“

”پس وہ کیا ہے؟“

انہوں نے جواب دیا:

”أَمَّا عَمُودُهُ الَّذِي لَا يَصْلُحُ شَيْءٌ مِنْهُ إِلَّا بِهِ ، فَشَهَادَةٌ أَنْ:
﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ - رَسُولُ اللَّهِ﴾ .

① (معركة قادسية): یہ معرکہ ایرانیوں کے ساتھ ہوا۔ مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اور ایرانیوں کا قائد رستم تھا۔ دورانِ معرکہ رستم اور اس کے کم و بیش بیس ہزار لشکری مارے گئے اور باقی فوج نے مدائن کی طرف راہ فراری لی۔ علامہ خلیفہ بن خیاط کی رائے میں یہ معرکہ ۱۵ ہجری میں اور استاذ محمود شاہرکی رائے میں ۱۴ ہجری میں ہوا۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۲۹-۱۳۲؛ والتاریخ الإسلامي (الخلفاء الراشدون والعهد الأموي) ۱۷۳/۳-۱۷۷)۔

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر

وَالْيَاقِرَّارُ بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ. ❶

”اس (یعنی دین اسلام) کا ستون، جس کے بغیر اس کی کوئی بات درست قرار نہیں پاتی، تو وہ (اس بات کی) گواہی دینا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں

اور جو کچھ وہ (یعنی آنحضرت ﷺ) اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے ہیں، اس کا اقرار کرنا۔“

۲: ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ کی رستم کو دعوتِ توحید:

رستم ہی کی فرمائش پر حضرت سعد نے اس کے بعد حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہما کو اس کی جانب روانہ کیا۔ رستم اُن سے کہنے لگا:

”مَا جَاءَ بِكُمْ؟“

”تمہیں کون سی چیز لائی ہے؟“ (یعنی تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے؟)

ربیع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

”اللَّهُ ابْتَعَثَنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ، وَمَنْ ضَيَّقَ الدُّنْيَا إِلَى سَعَتِهَا، وَمَنْ جَوَّرَ الْأَدْيَانَ إِلَى عَدْلِ الْإِسْلَامِ.“ ❷

”اللہ تعالیٰ ہی نے ہمیں بھیجا ہے، تاکہ ہم، جسے وہ چاہیں، اُس کو بندوں کی عبودیت سے، اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف نکال دیں، اور دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت کی جانب

اور ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف (نکال لے جائیں)۔“

❷ المرجع السابق ۶۲۱/۹-۶۲۲۔

❶ البداية والنهاية ۶۲۱/۹۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

۳: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی رومی سردار جرجہ کو دعوتِ توحید:

شامی محاذ پر معرکہ یرموک ۱ زوروں پر تھا۔ ایک رومی سردار جرجہ اپنے گھوڑے پر سوار اپنے لشکر سے نکلا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دونوں کے گھوڑے آپس میں اس قدر قریب ہوئے، کہ ان کی گردنیں ایک دوسرے کو چھو رہی تھیں۔

رومی سردار نے کچھ سوالات حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھے۔ انہی سوالوں میں سے جرجہ نے ایک سوال یہ بھی دریافت کیا:

”يَا خَالِدُ! إِيَّامَ تَدْعُونَ؟“

”اے خالد! آپ کس چیز کی جانب دعوت دیتے ہو؟“

انہوں نے جواب دیا:

”إِلَى شَهَادَةِ أَنْ:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَالْإِقْرَارِ

بِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.“ ۱

”اس (بات) کی گواہی (دینے) کی جانب، کہ

[اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ۔ ان کے

بندے اور ان کے رسول ہیں

اور اللہ عزوجل کی جانب سے جو کچھ وہ لائے ہیں، اُس کا اقرار کرنا۔]

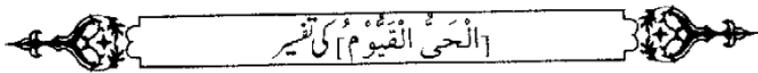
۱ (معرکہ یرموک): یہ معرکہ رومیوں کے ساتھ ہوا۔ مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں

کا قائد باہان تھا۔ شدید لڑائی کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دی اور ان کی ایک بہت بڑی تعداد

اس لڑائی میں ماری گئی۔ علامہ خلیفہ بن خیاط کی رائے میں یہ معرکہ ۱۵ھ میں ہوا۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ

خلیفہ بن خیاط ص ۱۲۰-۱۲۱)۔

۲ البداية والنهاية ۹/۵۶۲-۵۶۳۔



-۲-

﴿الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ کی تفسیر

- ا: [الْحَيُّ] کا معنی
- ب: وصفِ الہی [الْحَيُّ] والی دیگر آیات میں سے چار
- ج: اسمِ مبارک [الْحَيُّ] کی شان و عظمت
- د: [الْحَيُّ] کے معنی والی دو نصوص
- ہ: اللہ تعالیٰ کے سوا سب کا [مرنے والا] ہونا
- و: [سید الخلق ﷺ] کی زندگی کا ازلی اور ابدی نہ ہونا
- ز: [الْحَيُّ] کا پہلے جملے سے تعلق
- ح: [الْقَيُّومُ] کا وزن اور معنی
- ط: [تمام مخلوقات کے اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ موجود ہونے] کے متعلق دیگر نصوص
- ی: اسم [الْقَيُّومُ] کی شان و عظمت
- ک: [الْقَيُّومُ] کا پہلے جملے سے تعلق

ا: [الْحَيُّ] کا معنی

اس سے مراد..... واللہ تعالیٰ اعلم..... وہ ذاتِ بلند و بالا، کہ جن کی زندگی ذاتی اور دائمی ہے۔ [ذاتی زندگی] سے مقصود، کہ انہیں زندگی کسی اور نے نہیں دی اور [دائمی زندگی] سے مراد، کہ ان کی زندگی میں تسلسل اور دوام ہے، انقطاع و زوال نہیں، نہ پہلے، نہ بعد میں۔

[الْحَيُّ الْقَيُّومُ] کی تفسیر

سات علماء کے بیانات:

۱: امام قتادہ نے بیان کیا:

”الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ.“^①

”[الحي] وہ ذات، جو فوت نہیں ہوتی۔“

۲: امام سدی نے بیان کیا:

”الْمُرَادُ بِالْحَيِّ الْبَاقِي.“^②

”[الحي] سے مراد باقی رہنے والے۔“

۳: امام طبری رقم طراز ہیں:

”فَإِنَّهُ يَعْنِي الَّذِي لَهُ الْحَيَاةُ الدَّائِمَةُ ، وَالْبَقَاءُ الَّذِي لَا أَوَّلَ لَهُ سَحْدٌ ، وَلَا آخِرَهُ لَهُ بِأَمْدٍ ، إِذْ كُلُّ مَا سِوَاهُ ، فَإِنَّهُ وَإِنْ كَانَ حَيًّا فَلِحَيَاتِهِ أَوَّلٌ مَحْدُودٌ ، وَآخِرٌ مَمْدُودٌ ، يَنْقَطِعُ بِانْقِطَاعِ أَمْدِهَا ، وَيَنْقُضِي بِقَضَاءِ غَايَتِهَا.“^③

”بلاشبہ [الحي] سے مراد وہ ذات، کہ ان ہی کے لیے دائمی زندگی اور ایسی بقا ہے، کہ نہ تو اس کے اول کے لیے کوئی حد ہے اور نہ آخر کے لیے کوئی انتہا، کیونکہ ان کے علاوہ ہر چیز، اگرچہ وہ زندہ ہو، اس کی زندگی کے اول کے لیے حد ہے اور آخر کے لیے انتہا ہے۔ وہ اپنی مدت کے ختم ہونے سے ختم ہو جاتی ہے اور اپنے وقت کے پورے ہونے پر ناپید ہو جاتی ہے۔“

① بحوالہ: تفسیر القرطبي ۲۷۱/۳.

② المرجع السابق ۲۷۱/۳.

③ تفسیر الطبري ۳۸۶/۵-۳۸۷. نیز ملاحظہ ہو: البحر المحيط ۲۸۷/۲.

[الْحَيُّ الْقَيُّومُ] کی تفسیر

- ۴: امام بغوی نے قلم بند کیا ہے:
- ”الْبَاقِي الدَّائِمُ عَلَى الْأَبَدِ.“ ❶
- ”وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔“
- ۵: امام ابن قیم لکھتے ہیں:
- ”وَلَهُ الْحَيَاةُ كَمَا لَهَا فَلَا جَلَّ ذَا مَا لِلْمَمَاتِ عَلَيْهِ مِنْ سُلْطَانٍ“ ❷
- [اُن ہی کے لیے [زندگی] اپنی انتہائی شکل میں ہے، اسی لیے ان پر موت کا بالکل غلبہ نہیں]۔

- ۶: حافظ ابن کثیر نے تحریر کیا ہے:
- ”الْحَيُّ فِي نَفْسِهِ الَّذِي لَا يَمُوتُ أَبَدًا.“ ❸
- ”وہ فی نفسہ زندہ ہیں، جو کبھی بھی فوت نہیں ہوں گے۔“
- ۷: قاضی ابوسعود نے لکھا ہے:

- ”الْبَاقِي الَّذِي لَا سَبِيلَ عَلَيْهِ لِلْمَوْتِ وَالْفَنَاءِ.“ ❹
- ”باقی رہنے والے، کہ ان پر موت و فنا نہیں۔“

ب: وصفِ الہی [الْحَيُّ] والی دیگر آیات میں سے چار:

۱: ﴿الْمَلَأَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ ❺

- ❶ تفسیر البغوي ۲۳۸/۱. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر النسفي ۱۲۸/۱.
- ❷ الفصيدة النونية، رقم البيت ۵۳۸، ۳۳۹/۱.
- ❸ تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۰.
- ❹ تفسیر أبي السعود ۲۴۷/۱. نیز ملاحظہ ہو: فتح القدير ۱/۴۱۰؛ و تفسیر القاسمي ۳/۳۱۸.
- ❺ وأيسر التفاسير ۱/۲۰۲.
- ❻ سورة آل عمران / الآيات ۱-۲.

[الْحَيُّ الْقَيُّومُ] کی تفسیر

[اَللّٰهُ تَعَالٰى ، ان کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ ہمیشہ سے زندہ اور تمام کائنات کی

تدبیر کرنے والے ہیں ۔]

۲: ﴿ وَ عَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ﴾ ①

[اور چہرے جھک گئے ، ہمیشہ زندہ رہنے والے ، کائنات کی ہر چیز کو قائم

رکھنے والے (اللہ کریم) کے لیے ۔]

۳: ﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوت ﴾ ②

[اور آپ ہمیشہ زندہ رہنے والے پر بھروسہ کیجیے ، جو کہ فوت نہیں ہوں گے ۔]

۴: ﴿ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴾ ③

[وہ ہی ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں ، ان کے علاوہ کوئی معبود نہیں ، سو تم

عبادت کو ان ہی کے لیے خالص کر کے انہیں پکارو ۔]

ج: اسم مبارک [اَلْحَيُّ] کی شان و عظمت:

تین علمائے امت کے اقوال:

۱: شیخ الإسلام ابن تیمیہ کی رائے میں اسم مبارک [اَلْحَيُّ] تمام صفات کمال کو

لازم کر دیتا ہے ④ اور یہی [اسم اعظم] ⑤ ہے ۔ وہ لکھتے ہیں:

[فَالْحَيُّ] نَفْسُهُ مُسْتَلَزِمٌ لِجَمِيعِ الصِّفَاتِ ، وَهُوَ أَصْلُهَا ،

وَلِهَذَا كَانَ أَعْظَمُ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ ﴿ اَللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ

① سورة طه / جزء من الآية ۱۱۱ ۔

② سورة الفرقان / جزء من الآية ۵۸ ۔

③ سورة المؤمن / جزء من الآية ۶۵ ۔

④ یعنی یہ اسم گرامی دیگر تمام کمالات والی صفات کا تقاضا کرتا ہے ۔ اس طرح اللہ کریم کے لیے یہ مبارک

نام بولنے سے ، ان کا تمام بلند و بالا صفات والے ، ہونا ثابت ہو جاتا ہے ۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ ۔

⑤ یعنی اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین نام مبارک ۔

[الْحَيُّ الْقَيُّومُ] کی تفسیر

الْقَيُّومُ ﴿۱﴾ ، وَهُوَ الْإِسْمُ الْأَعْظَمُ ، لِأَنَّهُ مَا مِنْ حَيٍّ إِلَّا وَهُوَ شَاعِرٌ مُرِيدٌ ، فَاسْتَلْزَمَ جَمِيعَ الصِّفَاتِ . فَلَوْ اكَتَفَى فِي الصِّفَاتِ بِالتَّلَازُمِ لَا كَتَفَى بِـ [الْحَيِّ] . ❶

[الْحَيُّ] بجائے خود، تمام صفات کو لازم کرتا ہے، اسی لیے قرآن کریم کی عظیم ترین آیت: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ ہے۔ وہ ہی [اسم اعظم] ہے، کیونکہ ہر زندہ، شعور اور ارادے والا ہوتا ہے، اسی لیے وہ تمام صفات کو لازم کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی ایسی صفت پر اکتفا کرنا ہوتا، جو دیگر صفات کو لازم کرے، تو صفت [الْحَيُّ] سے کیا جاتا۔

❷: شیخ سعدی نے تحریر کیا ہے:

”وَأَنَّهُ [الْحَيُّ] الَّذِي لَهُ جَمِيعُ مَعَانِي الْحَيَاةِ الْكَامِلَةِ مِنَ السَّمْعِ ، وَالْبَصْرِ ، وَالْقُدْرَةِ ، وَالْإِرَادَةِ ، وَغَيْرِهَا ، وَالصِّفَاتِ الدَّائِيَّةِ .“ ❸

”[الْحَيُّ] وہ ذات (بلند وبالا) ہیں، جن میں کامل زندگی کے تمام معانی: دیکھنا، سننا، قدرت، ارادہ وغیرہ اور صفات ذاتیہ ❹ ہیں۔“

❸: شیخ محمد بن صالح العثیمین رقم طراز ہیں:

”هُدَانِ اسْمَانٍ مِنْ أَسْمَائِهِ تَعَالَى: وَهُمَا جَامِعَانِ لِكَمَالِ الْأَوْصَافِ وَالْأَفْعَالِ .“

❶ ملاحظہ ہو: مجموع الفتاوى ۳۱۱/۱۸ . نیز ملاحظہ ہو: شرح الطحاوية في العقيدة السلفية ص ۷۸ . (المطبوع بتحقيق الشيخ أحمد شاكر).

❷ تیسیر الکریم الرحمن ۳۱۳/۱ . (ط: مرکز الصالح بن صالح الثقافی).

❸ یعنی وہ صفات، جو انہیں کسی اور نے نہیں دی۔

الْحَيُّ الْقَيُّومُ کی تفسیر

فَكَمَالُ الْأَوْصَافِ فِي [الْحَيِّ] ، وَكَمَالُ الْأَفْعَالِ فِي [الْقَيُّومِ] ، لِأَنَّ مَعْنَى [الْحَيِّ] ذُو الْحَيَاةِ الْكَامِلَةِ . وَيَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ [أَل] الْمُفِيدَةُ لِلِاسْتِعْرَاقِ ، وَكَمَالُ الْحَيَاةِ مِنْ حَيْثُ الْوَجُودِ وَالْعَدَمِ ، وَمِنْ حَيْثُ الْكَمَالِ وَالنَّقْصِ . ❶

”[الْحَيُّ الْقَيُّومُ]: اللہ تعالیٰ کے اسمائے (مبارکہ) میں سے (دو) نام ہیں اور وہ دونوں اپنے اندر (تمام) اوصاف اور افعال کو سموئے ہوئے ہیں۔ کمال اوصاف [الْحَيِّ] میں اور کمال افعال [الْقَيُّومِ] میں ہیں، کیونکہ [الْحَيِّ] کا معنی کامل زندگی والے اور [أَل] استغراق کا فائدہ دینے والا اس پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زندگی کا کمال [وجود و عدم] اور [کمال و نقص] دونوں پہلوؤں سے ہے (یعنی وہ ہمیشہ سے موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے اور ان کی زندگی ہر قسم کے نقص، عیب، خلل اور کوتاہی سے یکسر خالی ہے)۔“

د: [الْحَيُّ] کے معنی والی دونوں نصوص:

ا: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾ ❷

(وہی سب سے پہلے ہیں اور سب سے آخر ہیں۔)

دو مفسرین کے اقوال:

i: علامہ بغوی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

❶ تفسیر آية الكرسي ص ۷.

❷ سورة الحديد / جزء من الآية ۳.

﴿الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ کی تفسیر

”يَعْنِي هُوَ الْأَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ بِإِبْتِدَاءٍ ، بَلْ كَانَ هُوَ ،
وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مَوْجُودًا .
وَالْآخِرُ بَعْدَ فَنَاءِ كُلِّ شَيْءٍ بِإِبْتِهَاءٍ ، تَفْنَى الْأَشْيَاءُ
وَيَبْقَى هُوَ .“ ❶

[یعنی وہ بلا ابتدا ❶ ہر چیز سے پہلے ہیں، بلکہ وہ تو تب سے ہیں، جب کوئی چیز بھی موجود نہیں تھی۔

اور وہ ہر چیز کے فنا ہونے کے بعد بھی (رہنے والے) ہیں، ان کا ناپید ہونا نہیں، تمام چیزیں نابود ہو جائیں گی اور وہ ہی باقی رہیں گے۔]

ii: شیخ ابن عاشور رقم طراز ہیں:

”وَاعْلَمَ أَنَّ فِي قَوْلِهِ: ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾ دَلَالَةً قَصْرٍ مِّنْ طَرِيقِ تَعْرِيفِ جُزْأَيِ الْجُمْلَةِ .“ ❷

[”جان لیجئے، کہ بلاشبہ ارشادِ باری تعالیٰ ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾، جملے کے دونوں اجزاء کے (اسمائے) معرفہ ہونے کی بنا پر، حصر پر دلالت کرتا ہے۔“]

یعنی جملے ﴿هُوَ الْأَوَّلُ﴾ میں ﴿هُوَ﴾ معرفہ ہے۔ اور جب جملے کے دونوں اجزاء (مبتدا اور خبر) اسمائے معرفہ ہوں، تو جملہ حصر پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح ترجمہ یہ ہوگا:

- ❶ تفسیر البغوي ٢٩٣/٤ . نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البحر المحيط ٢١٦/٨ ؛ و بدائع التفسیر ١٣ / ١٢٧ ؛ والعقيدة الطحاوية و شرحها ص ٦٦ ؛ (بتحقيق الشيخ أحمد شاکر) ؛ و تيسير الكريم الرحمن ص ٨٣٧ . (ط : الرسالة).
- ❷ یعنی اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کے لیے کوئی وقت آغاز نہیں، کہ وہ اس سے پہلے نہیں تھے۔
- ❸ تفسیر التحرير والتنوير ٣٦١ / ٢٧ .

[الْحَيُّ الْقَيُّومُ] کی تفسیر

[وہی سب سے پہلے ہیں اور سب سے پیچھے ہیں۔]

۲: امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

” (حضرت) فاطمہ رضی اللہ عنہا خادم طلب کرنے کی خاطر نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، تو آنحضرت ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا:
تم کہو:

” اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ! رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ!.....

[اے اللہ! ساتوں آسمانوں کے رب! عرشِ عظیم کے رب! ہمارے رب اور ہر چیز کے رب!

(اسی دعائیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا)

” اَنْتَ الْاَوَّلُ ، فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ .“

” وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ الْحَدِيْثُ . ۱

[آپ ہی سب سے پہلے ہیں، سو آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں، اور آپ ہی

سب سے آخر ہیں، پس آپ کے بعد کوئی چیز نہیں]..... الحدیث

حدیث شریف کے حوالے سے دو باتیں:

① جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب، جزء من رقم الحدیث ۳۷۱۲، ۱۹/۳۱۸. شیخ

البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذی ۱۶۴/۳). امام حاکم نے بھی اسے الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے اور اسے [صحیحین کی شرط پر صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرک علی الصحیحین ۱۵۷/۳، والتلخیص ۱۵۷/۳).

نوٹ:..... مکمل حدیث اور اس کا ترجمہ راقم السطور کی کتاب اذکار ناقصہ ص ۱۵۳ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

﴿الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ کی تفسیر

i: ﴿أَنْتَ الْأَوَّلُ﴾ میں مبتدا ﴿أَنْتَ﴾ اور خبر ﴿الْأَوَّلُ﴾ دونوں کے معرفہ ہونے کی وجہ سے یہ جملہ حصر پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح جملے کا معنی ہوگا:

[آپ ہی سب سے پہلے ہیں]۔

اسی طرح ﴿وَأَنْتَ الْآخِرُ﴾ کا معنی ہوگا:

[اور آپ ہی سب سے آخر ہیں]۔^❶

ii: ﴿أَنْتَ الْأَوَّلُ﴾ فرمانے کے بعد ﴿فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ﴾

[سو آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں]،

کے ساتھ پہلے جملے میں موجود حصر، کہ [اللہ تعالیٰ کے پہلے کوئی بھی موجود نہیں] کی تاکید کی گئی ہے۔

اسی طرح ﴿وَأَنْتَ الْآخِرُ﴾ فرمانے کے بعد ﴿فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ﴾

[پس آپ کے بعد کوئی چیز نہیں]،

کے ساتھ سابقہ جملے میں موجود حصر، کہ [اللہ تعالیٰ کے بعد کوئی بھی نہیں] کی تاکید کی گئی ہے۔ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ .

ہ: اللہ تعالیٰ کے سوا سب کا [مرنے والا] ہونا:

اللہ تعالیٰ کے سوا ازل، ابدی، سرمدی اور دائمی زندگی کسی کی بھی نہیں۔ ان کے علاوہ ہر موجود چیز، پہلے معدوم تھی۔

اسی طرح ان کے سوا ہر موجود چیز، فنا اور ہلاک ہونے والی ہے اور ہر زندہ، مرنے والا ہے۔

پانچ نصوص:

قرآن و سنت میں اس حقیقت کو متعدد بار بیان کیا گیا ہے۔ اس بارے میں

❶ ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی ۲۴۳/۹

الْحَيُّ الْقَيُّومُ کی تفسیر

ذیل میں پانچ نصوص ملاحظہ فرمائیے:

۱: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾^①

[ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور روزِ قیامت تمہیں تمہارے اعمال

کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔]

۲: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾^②

[ان کے چہرے کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ ان ہی کے لیے

حکمرانی ہے اور ان ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔]

۳: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾^③

[ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔]

۴: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَيَسْقَى وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾^④

[ہر چیز جو اس (یعنی زمین) پر ہے، فنا ہونے والی ہے اور آپ کے رب

کا چہرہ باقی رہے گا، جو جلال اور عزت والا ہے۔]

۵: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ:

”بِأَشْبَهِ نَبِيِّ كَرِيمٍ ﷺ كَمَا كَرْتُمْ تَحْتِي:

”أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، الَّذِي لَا يَمُوتُ،

وَالْجَنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ.“^⑤

① سورة آل عمران / جزء من الآية ۱۸۵ . ② سورة القصص / جزء من الآية ۸۸ .

③ سورة العنكبوت / الآية ۵۷ . ④ سورة الرحمن / الآيات ۲۶-۲۷ .

⑤ صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾.....

رقم الحديث ۷۳۸۳، ۱۳ / ۳۶۸ - ۳۶۹ .

﴿الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ کی تفسیر

”میں آپ کی عزت کے ساتھ پناہ طلب کرتا ہوں،
وہ ذات، کہ ان کے سوا کوئی معبود نہیں،
وہ جو، کہ فوت نہیں ہوتے
اور جن و انس فوت ہوتے ہیں۔“

شیخ عبداللہ غنیمان [وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ] کی شرح میں رقم طراز ہیں:
”الْمَقْصُودُ بِذِكْرِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ: جِنْسُ الْخَلْقِ، وَالْمَعْنَى:
أَنَّ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ يَمُوتُونَ وَلَا يَبْقَى إِلَّا الْحَيُّ الْقَيُّومُ.“^①
”جن و انس کے ذکر کرنے سے مقصود ساری کی ساری مخلوق ہے اور معنی
یہ ہے، کہ تمام مخلوقات مرنے والی ہیں اور [الْحَيُّ الْقَيُّومُ] کے سوا کوئی
باقی رہنے والا نہیں۔“

و: سید الخلق ﷺ کی زندگی کا ازلی اور ابدی نہ ہونا:

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے سب سے بلند و بالا اور انہیں سب سے زیادہ پیارے
اور محبوب ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے
ازلی اور دائمی زندگی ہوتی، تو سب سے پہلے اُن کی ہوتی، لیکن ان کے لیے بھی ایسی زندگی
نہیں تھی۔ وہ ولادت سے پہلے نہیں تھے اور دنیا میں تشریف لانے کے بعد فوت ہو گئے۔
اسی سلسلے میں کتاب و سنت کی چار نصوص ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۱: ارشادِ بانی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنَّ
مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ
عَقْبَيْهِ فَلَنُيَضِرَ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾^②

② سورة آل عمران/ الآية ۱۴۴.

① شرح کتاب التوحید ۱/ ۱۳۲.

[الْحَيُّ الْقَيُّومُ] کی تفسیر

[اور محمد ﷺ - صرف ایک رسول ہیں۔ یقیناً ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں، تو تم لوگ اٹنے پاؤں (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو (دین سے) اٹنے پاؤں پھر جائے، تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں کرے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیں گے۔]

۲: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنَّ مِتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ﴾. كُلُّ نَفْسٍ ذَا نَفْسٍ الْمَوْتِ وَنَبَلُّوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِنَّا نَتَرَجُّعُونَ ﴿۱﴾

[اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کے لیے دوام نہیں رکھا۔ کیا اگر آپ فوت ہو جائیں گے، تو وہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے اور ہم تمہیں بطور آزمائش برے اور بھلے حالات میں ڈالتے ہیں اور ہماری ہی جانب تمہارا لوٹ کر آنا ہے۔]

۳: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ ﴿۲﴾

[بلاشبہ آپ فوت ہو جائیں گے اور یقیناً وہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔]

۴: امام حاکم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے،

(کہ) انہوں نے بیان کیا:

”جبریل - عَلَيْهِمُ السَّلَامُ - تشریف لائے اور فرمایا:

① سورة الأنبياء / الآيات ۳۴-۳۵.

② سورة الزمر / الآية ۳۰.

الْحَيُّ الْقَيُّومُ کی تفسیر

”يَا مُحَمَّدُ ﷺ! عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ.
وَأَحَبُّ مَنْ أَحَبَبْتَ، فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ.
وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ، فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ.“
ثُمَّ قَالَ:

”يَا مُحَمَّدُ ﷺ! شَرَفَ الْمُؤْمِنِ قِيَامُ اللَّيْلِ، وَعِزُّهُ اسْتِغْنَاؤُهُ
عَنِ النَّاسِ.“^①

[”اے محمد ﷺ! آپ جتنی دیر پسند کریں، زندہ رہ لیجیے، (لیکن)
آپ نے یقیناً مرنا ہے

اور آپ جس سے چاہیں، محبت کر لیجیے، بلاشبہ آپ نے اُس سے جدا ہونا
ہے

اور آپ جو پسند کریں، عمل کر لیجیے، بلاشک آپ کو اس کی جزا دی جائے
گی۔“

پھر انہوں نے کہا:

”اے محمد ﷺ! مومن کے لیے (باعثِ شرفِ رات کا قیام) یعنی
نماز تہجد) ہے اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔“

ز: [الْحَيُّ] کا پہلے جملے سے تعلق:

پہلے جملے [اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ] میں اس بات کا اعلان ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم
کی عبادت کے تنہا مستحق ہیں اور اس کے دلائل میں سے ایک یہ ہے، کہ وہ [الْحَيُّ]

① المستدرک علی الصحیحین، کتاب الرقاق، ۴/ ۳۲۵. امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا
ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المسرّجع السابق ۴/ ۳۲۵،
والتلخیص ۴/ ۳۲۵).

الْحَيُّ الْقَيُّومُ کی تفسیر

ہیں۔ اس استدلال کی تفصیل یہ ہے، کہ عبادت کا حق دار وہ ہے، جس کی [زندگی ازلی اور ابدی] ہو اور ایسی زندگی والے صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہیں۔ ان کے سوا کوئی اور ایسا نہیں، لہذا عبادت کا مستحق بھی ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں۔ اسی بارے میں شیخ ابن عاشور لکھتے ہیں:

”وَالْمَقْصُودُ إِثْبَاتُ الْحَيَاةِ، وَإِبْطَالُ اسْتِحْقَاقِ آلِهَةِ الْمُشْرِكِينَ وَصَفِ الْإِلَهِيَّةِ، لِانْتِفَاءِ الْحَيَاةِ عَنْهُمْ، كَمَا قَالَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿يَأْتِي لِمَا تَعْبُدُونَ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ﴾“ •

”مقصود (اللہ تعالیٰ کے لیے) زندگی کا ثابت کرنا اور مشرکوں کے معبودوں سے الوہیت کی نفی کرنا ہے، کہ وہ (ازلی اور ابدی) زندگی والے نہیں، جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

[ترجمہ: اے میرے ابا! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں، جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے؟“]

خطبہ صدیقی:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے موقع پر اپنے خطبے میں [ازلی ابدی زندگی] اور [عبادت کے استحقاق] کے باہمی تعلق کو خوب اچھی طرح واضح کیا۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

”بلاشبہ ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ تشریف لائے اور (تب) عمر رضی اللہ عنہ۔ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: ”اے عمر رضی اللہ عنہ۔ بیٹھ جاؤ۔“

عمر رضی اللہ عنہ۔ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ۔ کو چھوڑا اور ان کی

① تفسیر التحرير والتنوير ۱۷/۳

﴿الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ کی تفسیر

طرف متوجہ ہو گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”أَمَّا بَعْدُ، مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﴿ﷺ﴾ فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﴿ﷺ﴾ قَدْ مَاتَ .

وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ .

قَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ إِلَى قَوْلِهِ الشُّكْرِيِّينَ﴾ ❶

”اما بعد! آپ لوگوں میں سے جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا، تو (جان لے، کہ) بلاشبہ محمد ﷺ یقیناً فوت ہو چکے ہیں اور آپ لوگوں میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا، تو (سن لے کہ) یقیناً اللہ تعالیٰ ازلی ابدی زندگی والے، (کبھی) نہ فوت ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

[ترجمہ: اور محمد ﷺ۔ صرف ایک رسول ہیں۔ یقیناً ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ — شکر کرنے والے..... تک]

انہوں (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے بیان کیا:

”وَاللَّهِ! لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ ﴿ﷺ﴾ ، فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ . فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوهَا .

”اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً (ایسے معلوم ہوتا تھا،) کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس آیت کی تلاوت کرنے تک لوگوں کو یہ علم ہی نہیں تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نازل کیا ہوا ہے۔ سب لوگوں نے ان (یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے اُسے

❶ سورة آل عمران/ الآية 144 .

النَّحْيُ الْقَيُّومُ [کی تفسیر]

لے لیا۔ (اس کے بعد) میں نے سب لوگوں کو اسی کی تلاوت کرتے

ہوئے سنا:

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”وَاللّٰهُ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ ﷺ تَلَاهَا،
فَعَقَرْتُ، حَتَّى مَا تُقَلِّبُنِي رَجُلًا يَّي، وَحَتَّى اَهْوَيْتُ اِلَى
الْاَرْضِ حِيْنَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا، عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ مَاتَ.“^①

”اللہ تعالیٰ کی قسم! ابو بکر..... رضی اللہ عنہ..... کو اس کی تلاوت کرتے ہوئے سُن
کر میں اس قدر حیرت زدہ ہوا، کہ میرے قدموں میں میرے جسم کو
اٹھانے کی سکت نہ رہی اور یہاں تک، کہ جب میں نے انہیں اُسے
پڑھتے ہوئے سنا، تو میں زمین پر گر پڑا۔ مجھے معلوم ہو گیا، کہ بلاشبہ نبی
کریم ﷺ یقیناً فوت ہو چکے ہیں۔“

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ پہلے اور بعد، ہر قسم کے انقطاع کے بغیر کامل زندگی،
صرف اللہ خالق جل جلالہ کی ہے۔ ان کے علاوہ کسی کی بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے
اس قسم کی تنہا، منفرد اور یکتا زندگی کا ہونا، اس بات کے دلائل میں سے ایک ہے، کہ وہ
ہر قسم کی عبادت کے حق دار ہونے میں بھی وحدہ لا شریک ہیں۔

ح: [الْقَيُّومُ] کا وزن اور معنی:

[الْقَيُّومُ] لفظ [قِيَام] سے [فَيَعُولُ] کا وزن ہے اور اس کا معنی..... واللہ
تعالیٰ اعلم..... یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی تخلیق، رزق، دیکھ بھال اور حفاظت
کرنے والے ہیں۔ ہر چیز کا وجود، بقا اور تدبیر انہی کے دستِ قدرت سے ہے۔

① صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاته، جزء من رقم الحدیث

[الْحَيُّ الْقَيُّومُ] کی تفسیر

چار علماء کے بیانات:

۱: امام طبری لکھتے ہیں:

”ارشادِ تعالیٰ [الْقَيُّومُ] لفظ [قِيَامٌ] سے [فَيَعُولٌ] (کا وزن) ہے

اور اس کا اصلی لفظ [الْقَيُّوْمُ] ہے۔“^①

امام طبری مزید لکھتے ہیں: ”ارشادِ تعالیٰ [الْقَيُّومُ] کا معنی:

”الْقَائِمُ بِرِزْقِ مَا خَلَقَ وَحَفِظَهُ.“^②

[اپنی مخلوق کو رزق دینے اور اس کی حفاظت کا بندوبست فرمانے والے

ہیں۔]

امام طبری نے امام ربیع سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”قَيِّمٌ كُلِّ شَيْءٍ، يَكْلُوهُ، وَيَرْزُقُهُ، وَيَحْفَظُهُ.“^③

[ہر چیز کا نظم و نسق چلانے والے، کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرتے، اسے

رزق دیتے اور اس کی حفاظت کرتے ہیں۔]

۲: علامہ ابو جیان اندلسی رقم طراز ہیں:

[الْقَيُّومُ] [فَيَعُولٌ] کے وزن پر ہے۔ اس کا اصلی لفظ [قَيُّوْمٌ]

ہے، (جس میں دو حروف [یاء] اور [واو] جمع ہوئے ہیں اور ان میں

سے پہلے [حرف یاء] پر [سکون] ہے، اس لیے (حرف) [واو] کو [یاء]

میں تبدیل کر کے (پہلے حرف یاء) کو اس میں مدغم کر دیا گیا۔“^④

① تفسیر الطبري ۵/۳۸۸.

② المرجع السابق ۵/۳۸۸.

③ المرجع السابق ۵/۳۸۸.

④ البحر المحیط ۲/۲۸۷. تیز و کھینے: تفسیر المحرر الوجیز ۲/۲۷۴؛ و تفسیر القرطبي

۳/۲۷۲؛ و فتح القدير ۱/۴۱۰.

[الْحَيُّ الْقَيُّومُ] کی تفسیر

علامہ ابو حیان مزید لکھتے ہیں:

”اس کے معنی کے بارے میں امام قتادہ نے بیان کیا:

”الْقَائِمُ بِتَدْبِيرِ خَلْقِهِ.“^①

[اپنی مخلوق (کے معاملات) کی تدبیر کرنے والے ہیں۔]

③: امام ابن قیم نے اپنے [القصيدة النونية] میں قلم بند کیا ہے:

”هَذَا ، وَمِنْ أَوْصَافِهِ الْقَيُّومُ وَالْأَنَّ
قَيُّومٌ فِي أَوْصَافِهِ أَمْرَانِ
إِحْدَاهُمَا الْقَيُّومُ قَامَ بِنَفْسِهِ
وَالْكَوْنُ قَامَ بِهِ هُمَا الْأَمْرَانِ
فَالأَوَّلُ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ غَيْرِهِ
وَالثَّانِي الْمَقْرُومُ مِنْ كُلِّ إِلَيْهِ الثَّانِي
وَالْوَصْفُ بِالْقَيُّومِ ذُو شَأْنٍ عَظِيمٍ هَكَذَا
مَوْصُوفُهُ أَيضًا عَظِيمُ الشَّانِ.“^②

[مزید برآں، ان کے اوصاف میں سے [الْقَيُّومُ] ہے، اور [الْقَيُّومُ] میں دو باتیں ہیں:

ان دو میں سے ایک یہ، کہ وہ از خود قائم ہیں اور دوسری یہ کہ (پوری) کائنات کا قیام ان کے ساتھ ہے۔ وہ دو باتیں ہیں:

پہلی، کہ وہ اپنے سوا ہر کسی سے مستغنی ہیں اور دوسری کہ تمام (مخلوق) ان

① منقول از: البحر المحیط ۲/۲۸۷۔ امام الزجاج نے بھی [الْقَيُّومُ] کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: زاد المسیر ۱/۳۰۲)۔

② القصيدة النونية، الآیات ۲۳۵۳-۳۳۵۶/۳، ۴۱۶۔

الْحَيُّ الْقَيُّومُ کی تفسیر

کی محتاج ہیں۔

الْقَيُّومُ کی صفت والا ہونا بہت بڑی شان و عظمت والی بات ہے۔ اس طرح اس صفت والے (اللہ تعالیٰ) بھی بہت بڑی شان والے ہیں۔
۴: حافظ ابن کثیر رقم طراز ہیں:

الْقَيُّومُ لِيُغَيِّرَهُ ، فَجَمِيعُ الْمَوْجُودَاتِ مُفْتَقِرَةٌ إِلَيْهِ ، وَهُوَ غَنِيٌّ عَنْهَا ، وَلَا قَوْمَ لَهَا يَدُونُ أَمْرِهِ . ❶

اپنے سوا دیگر سب (چیزوں) کو قائم رکھنے والے، اسی لیے سب موجود (چیزیں) ان کی محتاج ہیں اور وہ ان سے بے نیاز ہیں۔ ان کے حکم کے بغیر ان (سب چیزوں) کا قیام نہیں (یعنی نہ تو از خود وجود میں آسکتی ہیں اور نہ ہی وجود میں آنے کے بعد اپنے تئیں باقی رکھ سکتی ہیں)۔

ط: [تمام مخلوقات کے اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ موجود ہونے] کے متعلق چھ نصوص:

قرآن و سنت کی متعدد نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ کائنات کی تمام چیزوں کا وجود، بقا اور حفاظت حکم الہی ہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر ان کا کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی بارے میں چھ نصوص ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

۱: پرندوں کا فضا میں حکم الہی سے ہوتا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَاتٍ وَيَقْبِضْنَ مَا يُمَسِّكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَنُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ﴾ ❷

[کیا انہوں نے اپنے اوپر اڑتے ہوئے پرندوں کو پر پھیلانے ہوئے اور

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۰۔ نیز دیکھئے: أيسر النفاسير ۱/۲۰۳۔

❷ سورة الملك / الآية ۱۹۔

[النَّحْيُ الْقَيُّومُ] کی تفسیر

سکیڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟ انہیں رحمن کے سوا کوئی اور تھامے ہوئے نہیں ہوتا۔ بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والے ہیں۔]

۲: پرندوں ہی کے بارے میں مزید فرمایا:

﴿الْمَ يَرَوْنَ إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوْ السَّمَاءِ مَا يُسْكُنْنَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾^①

[کیا انہوں نے فضائے آسمانی میں مسخر کیے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انہیں (گرنے سے) روکے نہیں رکھتا۔ بے شک

اس میں ایمان والوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں۔]

۳: آسمان اور زمین کا حکم الہی سے استقرار:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنتُمْ تَخْرُجُونَ﴾^②

[اور ان کی نشانیوں میں سے ہے، کہ آسمان و زمین ان کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں زمین سے نکلنے کے لیے پکاریں گے، تو تم سب ایک بارگی نکل پڑو گے۔]

۴: ان کے سوا کسی اور کا آسمانوں اور زمین کا تھامنے والا نہ ہونا:

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُمَسِّكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾^③

② سورة الروم / الآية ۲۵.

① سورة النحل / الآية ۷۹.

③ سورة فاطر / الآية ۴۱.

﴿الْحَيِّ الْقَيُّومِ﴾ کی تفسیر

[یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو گرنے سے تھام رکھا ہے۔ اگر وہ دونوں گر جائیں، تو ان (یعنی اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی انہیں تھامنے والا نہیں۔ بلاشبہ وہ بہت بردبار اور بڑے معاف فرمانے والے ہیں۔]

۵: [ا: شمس و قمر اور لیل و نہار کا نظام ربانی کا پابند ہونا:
ب: کشتی اور اس جیسی دیگر چیزوں کا حکم الہی سے سواری کے کام آنا:

آیات شریفہ:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ.
وَالْقَمَرَ قَدَرْنَا نَاهَا مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ. لَا
الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ
وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ. وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي
الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ. وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ. وَإِنْ
نَشَاءُ نَغْرِقْهُمْ فَلَآ صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنقَدُونَ. إِلَّا رَحْمَةً
مِّنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ﴾ ۱ م

[اور سورج اپنے ایک مقرر راستے پر چل رہا ہے وہ بڑے زبردست اور خوب جاننے والے (اللہ کریم) کا نظام ہے اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں، (جن سے وہ گزرتا ہے)، یہاں تک کہ وہ (آخر میں) کھجور کی قدیم پتی شاخ کی مانند ہو جاتا ہے۔ آفتاب کے لیے یہ ممکن نہیں، کہ وہ ماہتاب کو جالے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے اور ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے، کہ ہم نے ان کی نسل کو ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا اور ہم نے

الْحَيُّ الْقَيُّومُ کی تفسیر

ان کے لیے کشتی جیسی دوسری چیزیں پیدا کیں، جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں، تو انہیں غرق کر دیں، پھر ان کی فریاد کے لیے کوئی پہنچنے والا نہیں اور نہ وہ بچائے جائیں گے۔ مگر ہماری طرف سے رحمت اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانے کی وجہ سے۔]

۶: آسمانوں، زمین اور ان میں موجود ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہونا: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

”كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْعُو مِنَ اللَّيْلِ:

”نبی کریم ﷺ رات کو (حسب ذیل) دُعا کیا کرتے تھے:

”اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. لَكَ الْعَبْدُ.

أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ... الحدیث ①

[اے اللہ! آپ ہی کے لیے تمام تعریف ہے۔ آپ ہی آسمانوں اور زمین کے رب ہیں۔ آپ ہی کے لیے تمام تعریف ہے۔

آپ ہی آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہیں، کے قیّم ہیں..... الحدیث

ایک دوسری روایت میں ہے: ”قِيَامُ السَّمَوَاتِ .“ ②

ایک اور روایت میں ہے: ”قَيُّومٌ .“ ③

شیخ عبداللہ الغنیمان لکھتے ہیں:

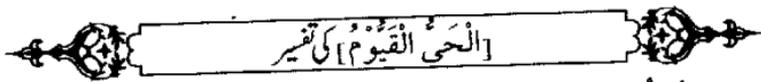
”وَالْقَيِّمُ مَعْنَاهُ: الْقَائِمُ بِأُمُورِ الْخَلْقِ ، وَمُدَبِّرُهُمْ ، وَمُدَبِّرُ

الْعَالَمِ فِي جَمِيعِ أَحْوَالِهِ .“ ④

① صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ﴾، جزء من رقم الحدیث ۷۳۸۵، ۱۳/۳۷۱.

② ملاحظہ ہو: فتح الباری ۴/۳. ③ ملاحظہ ہو: شرح کتاب التوحید ۱/۱۴۸.

④ المرجع السابق ۱/۱۴۸.



”الْقَيِّمُ“ کا معنی: مخلوق کے معاملات کو قائم کرنے اور ان کی تدبیر کرنے والے اور سارے جہاں کا اس کی تمام حالتوں میں نظم و نسق سنبھالنے والا۔۔۔“ [

امام قتادہ [الْقِيَامُ] کی شرح میں رقم طراز ہیں:

”الْقَائِمُ بِنَفْسِهِ بِتَدْبِيرِ خَلْقِهِ، الْمُقِيمُ لِعَيْبِهِ.“ ❶

[از خود اپنی مخلوق کی تدبیر فرمانے والے، اپنے سوا دیگر چیزوں کو قائم رکھنے والے۔]

ان نصوص کے حوالے سے چار باتیں:

۱: کائنات کی ہر چیز کا قیام صرف اللہ جل جلالہ کے ساتھ ہے۔ کمزور سے کمزور اور طاقت ور ترین، سب چیزوں کا وجود و بقا ان ہی کے فضل و کرم سے ہے۔ جب وہ کمزور ترین چیز، جیسے چڑیا کو، باقی رکھیں، تو اُسے کوئی گرا نہیں سکتا۔ اگر وہ طاقت ور ترین چیز، جیسے آسمان و زمین، کو ہٹا اور مٹادیں، تو کوئی انہیں سہارا نہیں دے سکتا۔

۲: اس حقیقت میں انتہائی درجے کے ناتواں اور ضعیف شخص کے لیے حقیقی اطمینان اور تسلی ہے، کہ جب تیرا معاملہ رب قیوم کے ساتھ درست ہے، تو ساری کائنات مل کر بھی تجھے گرا نہیں سکتی۔

مزید برآں اس میں زور آور ترین شخص کے لیے بھی سنبھید ہے، کہ غرور و تکبر نہ کر۔ تو اور تیرا سارا زور اور قوت ان کے حکم سے ہے۔ وہ جب چاہیں، تیرا زور و قوت ہی نہیں، بلکہ تیرا نام و نشان بھی، مٹ جائے۔

❶ منقول از: فتح الباری ۴/۳۔

[الْحَيُّ الْقَيُّومُ] کی تفسیر

۳: شمس و قمر اور شب و روز اپنی عظمت کے باوجود ربّ قیوم کے نظام کی حرف بہ حرف پیروی کرتے ہیں۔ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اُس سے سرمو انحراف نہیں کرتے۔

اے انسان!

ربّ قیوم کی جانب سے قرآن و سنت میں تیرے لیے بھی ایک متعین کردہ نظام زندگی اور لائحہ عمل ہے۔ کیا تیرے لیے شمس و قمر اور لیل و نہار کے طلوع و غروب اور آنے جانے میں عبرت و نصیحت نہیں، کہ اتنی بڑی مخلوقات ربّ قیوم کے نظام کی کس دقت اور باریک بینی سے پابندی کر رہی ہیں اور تو کس طرح شتر بے مہار.....

۴: سمندر میں لوگوں کو لے جانے اور لانے کے لیے کشتی اور اسی نوعیت کی دوسری

چیزوں کی نعمت ربّ قیوم کے حکم سے ہے۔ وہ جب چاہیں، اس نعمت کو زحمت میں اس طرح تبدیل کر دیں، کہ وہ اپنے سوار ہونے والوں کے غرق ہونے کا سبب بن جائے اور پھر ربّ قیوم کے علاوہ کوئی دادرسی کرنے والا بھی نہ ہو۔

اے انسان! تو ربّ قیوم کی عطا کردہ نعمتوں پر سرکشی کیوں اختیار کرتا ہے؟ کیا کشتی کے معاملے میں تیرے لیے درس و تنبیہ نہیں، کہ جس ذات بلند و بالا کے فضل و کرم کے ساتھ وہ نعمت ہے، وہی ذات بزرگ و برتر اسی نعمت کو کسی بھی لمحے، تیری تباہی اور بربادی کا سبب بنا سکتے ہیں؟

ح: اسم مبارک [الْقَيُّومُ] کی شان و عظمت:

علمائے امت نے ربّ کریم کے اسم گرامی [الْقَيُّومُ] کے مقام و مرتبہ کو بھی

بیان فرمایا ہے۔ ذیل میں دو علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: قاضی ابن ابی العزحفی لکھتے ہیں:

”فَعَلَى هَذَيْنِ الْإِسْمَيْنِ - [الْحَيُّ الْقَيُّومُ] - مَدَارُ الْأَسْمَاءِ

الْحَيُّ الْقَيُّومُ کی تفسیر

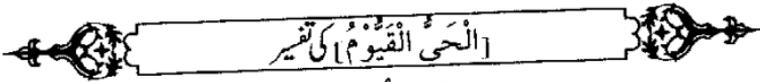
الْحُسْنَى كُلَّهَا، وَإِلَيْهَا تَرْجِعُ مَعَانِيهَا. ۱
 ”تمام اسمائے حسنیٰ کا مدار ان دونوں [الْحَيُّ الْقَيُّومُ] پر ہے اور ان
 (سب) کے معانی ان دونوں ہی کی طرف پلٹتے ہیں۔“
 قاضی برائے مزید لکھتے ہیں:

”وَأَمَّا [الْقَيُّومُ] فَهُوَ مُتَّصِمٌ كَمَالَ غِنَاهُ، وَكَمَالَ قُدْرَتِهِ،
 فَإِنَّهُ الْقَوِيمُ بِنَفْسِهِ، فَلَا يَحْتَاجُ إِلَى غَيْرِهِ بِوَجْهِهِ مِنَ
 الْوُجُوهِ. الْمُقِيمُ لِغَيْرِهِ، فَلَا قِيَامَ لِغَيْرِهِ إِلَّا بِإِقَامَتِهِ،
 فَانْتَظَمَ هَذَانِ الْأَسْمَانَ صِفَاتِ الْكَمَالِ أَتَمَّ انْتِظَامٍ. ۲
 ”[الْقَيُّومُ] (اسم مبارک) وہ اپنے اندر کمال غنی اور کمال قدرت سموئے
 ہوئے ہے، سو وہ بلاشبہ اپنی وجہ سے قائم ہیں، وہ اپنے علاوہ کسی کے بھی،
 کسی بھی اعتبار سے، محتاج نہیں ہیں۔ اپنے سوا سب کو قائم کرنے والے
 ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کا بھی ان کے بغیر قیام نہیں۔ اس طرح ان دونوں
 ناموں نے اپنے اندر صفات کمال کو بہترین انداز میں سمو رکھا ہے۔“

۲: شیخ عبدالرحمن سعدی نے قلم بند کیا ہے:
 ”إِنَّ [الْقَيُّومُ] تَدَخَّلَ فِيهِ جَمِيعُ صِفَاتِ الْأَفْعَالِ، لِأَنَّهُ
 الْقَيُّومُ الَّذِي قَامَ بِنَفْسِهِ، وَاسْتَعْنَى عَنِ جَمِيعِ مَخْلُوقَاتِهِ،
 وَقَامَ بِجَمِيعِ مَوْجُودَاتٍ، فَأَوْجَدَهَا وَأَبْقَاهَا، وَأَمَدَّهَا
 بِجَمِيعِ مَا تَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي وُجُودِهَا وَبِقَائِهَا. ۳“

۱ شرح الطحاوی فی العقیدة السلفية ص ۷۸. (ط: وزارة الشؤون الإسلامية الریاض،
 بتحقیق احمد محمد شاکر).

۲ المرجع السابق ص ۷۸. ۳ ملاحظہ ہو: تیسیر الکریم الرحمن ۱/ ۲۰۲. (ط: جدہ).



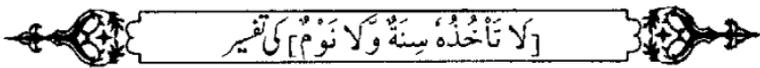
[بلاشبہ سب صفاتِ افعال [الْقَيُّومُ] میں داخل ہیں، کیونکہ [الْقَيُّومُ] وہ ہیں، جو خود قائم ہیں اور اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہیں۔ انہوں نے ساری موجودات کو قائم کیا، انہیں وجود میں لائے، انہیں باقی رکھا اور انہیں اپنے وجود و بقا کے لیے جو کچھ درکار ہے، وہ انہیں مہیا فرمایا۔]

ط: [الْقَيُّومُ] کا پہلے جملے سے تعلق:

اس مقام پر [الْقَيُّومُ] کے ذکر میں (اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) کی دوسری دلیل ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے، کہ جب وہ ساری مخلوق کے رزق، حفاظت اور نگہبانی کا بندوبست، کسی شریک، ساجھی، ہمسر، نظیر اور مثیل کے بغیر کرتے ہیں، تو کسی بھی قسم کی عبادت میں کیسے کوئی ان کا شریک یا حصے دار بن سکتا ہے؟



① [یعنی کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی الوہیت اور ہر نوع کی عبادت کے تہا اور منفرد حق دار ہیں۔]



- ۳ -

﴿ لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ﴾ کی تفسیر

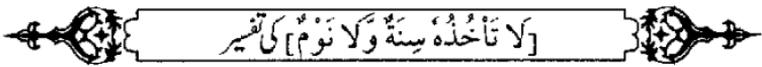
- ا: جملے کا معنی
 ب: [اونگھ] کی نفی کے بعد [نیند] کی نفی کی حکمت
 ج: [نیند] سے پہلے [اونگھ] کا ذکر کرنے کی حکمت
 د: لفظ [لا] کے تکرار کی حکمت
 ہ: اللہ تعالیٰ سے [نیند کی نفی] کے متعلق ایک حدیث
 و: جملے کا اقبل سے تعلق

ا: جملے کا معنی

[سِنَّةٌ] سے مراد اونگھ اور [نَوْمٌ] سے مراد نیند ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ”[سِنَّةٌ] سے مراد اونگھ اور [نَوْمٌ] سے مراد نَوْمٌ [یعنی نیند] ہی ہے۔“^①
 اس جملے سے مراد یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ پر مخلوق سے متعلق کسی قسم کی غفلت، بھول اور لاپرواہی کی کیفیت طاری نہیں ہوتی، ہر جان جو کچھ کما رہی ہے، وہ اس کے اوپر نگہبان اور نگران ہیں، ہر چیز پر گواہ ہیں۔ کچھ بھی ان سے اوجھل نہیں اور (دوسروں سے) پوشیدہ کوئی (چیز) ان سے مخفی نہیں۔^②

① بحوالہ: تفسیر الطبری ۳۹۱/۵۔

② ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۰-۳۳۱۔ نیز دیکھئے: المحرر الوجیز ۲/۲۷۴-۲۷۵؛
 و تفسیر البغوی ۱/۲۳۸-۲۳۹؛ و تفسیر القاسمی ۳/۳۱۸۔



امام طبری کا بیان:

حضرت امام طبریؒ لکھتے ہیں:

”فَتَسْأَوِيلُ الْكَلَامِ إِذْ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى مَا وَصَفْنَا (اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ) الَّذِي لَا يَمُوتُ (الْقِيَوْمُ) عَلَى كُلِّ مَا هُوَ دُونَهُ بِالرِّزْقِ وَالْكَلَاءَةِ وَالتَّدْبِيرِ وَالتَّصْرِيفِ مِنْ حَالٍ إِلَى حَالٍ . (لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ) لَا يُعَيِّرُهُ مَا يُعَيِّرُ غَيْرَهُ ، وَلَا يُزِيلُهُ عَمَّا لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ تَنْقَلُ الْأَحْوَالُ وَتَصْرِيفُ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ ، بَلْ هُوَ الدَّائِمُ عَلَى حَالٍ ، وَالْقِيَوْمُ عَلَى جَمِيعِ الْأَنْامِ . لَوْ نَامَ كَانَ مَغْلُوبًا مَقْهُورًا ، لِأَنَّ النَّوْمَ غَالِبُ النَّائِمِ قَاهِرُهُ . وَلَوْ وَسَنَ لَكَانَتِ السَّمَوْتُ وَالْأَرْضُ وَمَا فِيهِمَا دَكًّا ، لِأَنَّ قِيَامَ جَمِيعِ ذَلِكَ بِتَدْبِيرِهِ وَقُدْرَتِهِ ، وَالنَّوْمُ شَاغِلُ الْمُدَبِّرِ عَنِ التَّدْبِيرِ ، وَالنُّعَاسُ مَانِعُ الْمُقَدِّرِ عَنِ التَّقْدِيرِ بَوَسْنِهِ .“¹

”اگر آیت شریفہ کی تفسیر ویسے ہی ہے، جیسے ہم نے بیان کی ہے، کہ اللہ تعالیٰ: ان کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایسے زندہ ہیں، کہ ان پر کبھی موت طاری نہیں ہوتی، ساری مخلوقات کا رزق، حفاظت، تدبیر اور ایک حالت سے دوسری حالت میں لے جانا، ان ہی کے ساتھ ہے۔

(لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ) [تو اس جملے کی تفسیر یہ ہوگی، کہ جو کوئی ان کے سوا کسی اور میں تبدیلی لاتا ہے، ان میں تبدیلی نہیں لاسکتا۔ حالات کے نشیب و فراز اور شب و روز کا آنا جانا، ان میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا، بلکہ وہ دائمی طور پر اپنی ہی حالت میں ہیں اور ساری مخلوقات کو قائم رکھے ہوئے

¹ تفسیر الطبري ۵/۳۹۳.

﴿لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ کی تفسیر

ہیں۔ اگر وہ سو جائیں، تو مغلوب و مقہور ہوں گے، کیونکہ نیند سونے والے پر غالب و قاہر ہوتی ہے۔ اگر وہ اوگھیں، تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، ریزہ ریزہ ہو جائیں، کیونکہ وہ سب (چیزیں) ان کی تدبیر و قدرت سے قائم ہیں۔ نیند لظم و نسق چلانے والے کو تدبیر سے مشغول کر دیتی ہے اور اوگھ نظام چلانے والے کے لیے انتظام و انصرام کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔“

ب: [اوگھ] کی نفی کے بعد [نیند] کی نفی کی حکمت

بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ پر [اوگھ کے آنے کی نفی] کے بعد ان پر [نیند طاری ہونے کی نفی] ذکر کرنے کی حکمت کے بارے میں سوال اٹھایا ہے۔ مثال کے طور پر علامہ رازی لکھتے ہیں:

اگر (یہ) کہا جائے:

”جب اوگھ نیند کے لیے مقدمہ (یعنی پیش رو) کی حیثیت رکھتی ہے، تو (لا) تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ [انہیں اوگھ نہیں آتی] کہنا، اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ [انہیں نیند بطریق اولیٰ نہیں آتی]، تو پھر اس طرح نیند کے ذکر میں (بلا فائدہ) تکرار ہے۔“^①

تین مفسرین کے بیانات:

ا: علامہ رازی نے اس کا جواب دیتے ہوئے خود ہی تحریر کیا ہے:

”تَقْدِيرُ الْآيَةِ: لَا تَأْخُذْهُ السِّنَّةُ فَضْلًا عَنْ أَنْ يَأْخُذَهُ النَّوْمُ. ②
”آیت کا مقصود یہ ہے، کہ ان پر [نیند] کا طاری ہونا، تو دور کی بات، انہیں تو [اوگھ] بھی نہیں آتی۔“

① التفسیر الكبير ۸/۷. ② المرجع السابق ۸/۷. نیز دیکھئے: غراب القرآن و رغاب الفرقان ۱۶/۳.

۲: شیخ نظام الدین نیسابوری رقم طراز ہیں:

أَوْ تَقُولُ: نَفْيُ الْأَخْصِرِ أَوْ لَا ، ثُمَّ نَفْيُ الْأَعْمِ لِيُقَيِّدَ الْمُبَالِغَةَ
مِنْ حَيْثُ لُزُومِ نَفْيِ النَّوْمِ أَوْ لَا ضِمْنَا ، ثُمَّ ثَانِيًا صَرِيحًا .
وَلَوْ اقْتَصَرَ عَلَى نَفْيِ الْأَخْصِرِ ، لَمْ يَلْزَمْ مِنْهُ نَفْيُ الْأَعْمِ .

یا ہم کہیں گے: پہلے خاص کی نفی ہے، پھر عام کی، تاکہ نیند کی نفی میں
مبالغہ ❶ ہو، کیونکہ اوگھ کی نفی سے نیند کی نفی ضمنًا ہوئی، پھر دوسری مرتبہ نیند
کی صراحتاً نفی ہوگی۔ اگر صرف خاص (یعنی اوگھ) کی نفی پر اکتفا کیا جاتا، تو
اس سے عام (یعنی نیند) کی نفی کا ہونا ضروری نہیں تھا۔ ❷

۳: علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

إِنَّ النَّوْمَ قَدْ يَرِدُ ابْتِدَاءً مِنْ دُونِ مَا ذُكِرَ مِنَ النَّعَاسِ ، فَلَا
يَسْتَلْزِمُ نَفْيِ السَّنَةِ نَفْيِ النَّوْمِ . وَأَيْضًا فَإِنَّ الْإِنْسَانَ يَقْدِرُ
عَلَى أَنْ يَدْفَعَ عَنِ نَفْسِهِ السَّنَةَ ، وَلَا يَقْدِرُ عَلَى أَنْ يَدْفَعَ
عَنِ نَفْسِهِ النَّوْمَ ، فَقَدْ يَأْخُذُهُ النَّوْمُ وَلَا تَأْخُذُهُ السَّنَةُ . فَلَوْ
وَقَعَ الْإِقْتِصَارُ فِي النِّظْمِ الْقُرْآنِيِّ عَلَى نَفْيِ السَّنَةِ لَمْ يَفِذْ
ذَلِكَ نَفْيِ النَّوْمِ . وَهَكَذَا لَوْ وَقَعَ الْإِقْتِصَارُ عَلَى نَفْيِ النَّوْمِ
لَمْ يَفِذْ نَفْيِ السَّنَةِ . فَكَمْ مِنْ ذِي سَنَةٍ غَيْرِ نَائِمٍ . ❶

بسا اوقات اوگھ کے آنے سے پیشتر ہی نیند آ جاتی ہے اس لیے اوگھ کی نفی
سے ضروری نہیں، کہ نیند کی نفی (بھی) ہو۔ مزید برآں بلاشبہ انسان اوگھ کو

❶ یعنی اس کی تاکید انہی کی جائے۔

❷ ملاحظہ ہو: غرائب القرآن و رغائب الفرقان ۱۶/۳.

❸ ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۴۱۱/۱.

﴿لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ کی تفسیر

اپنے آپ سے دور کر سکتا ہے، لیکن نیند کو دور کرنا اس کے بس میں نہیں ہوتا، اسی لیے نیند اس پر غالب آجاتی ہے، لیکن اوگھ اس پر غالب نہیں ہو پاتی۔ اگر آیت میں اوگھ کی نفی پر اکتفا کیا جاتا، تو نیند کی نفی کا فائدہ حاصل نہ ہو پاتا۔ اسی طرح اگر صرف نیند کی نفی کی جاتی، تو اس سے اوگھ کی نفی حاصل نہ ہوتی، کیونکہ کتنے ہی اوگھنے والے سونے والے نہیں ہوتے۔

ج: [اوگھ] کے [نیند] سے پہلے ذکر کرنے کی حکمت

اس بارے میں حضرات مفسرین کی بیان کردہ دو حکمتیں درج ذیل ہیں:

۱: [اوگھ] [نیند] سے پہلے آتی ہے۔ اسی صورت حال کے پیش نظر اوگھ کو پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ اس بارے میں قاضی ابوسعود نے تحریر کیا ہے:

”إِنَّمَا تَأْخِيرُ النَّوْمَ لِلْمُحَافَظَةِ عَلَى تَرْتِيبِ الْوَجُودِ الْخَارِجِيِّ.“ ●

”وجود خارجی کی ترتیب کی حفاظت کے پیش نظر نیند کو بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔“

بالفاظ دیگر چونکہ [نیند] [اوگھ] کے بعد آتی ہے، اس لیے اسے بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲: [نیند] کی نفی کی تاکید کے لیے پہلے [اوگھ] کی نفی کا ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ احمد بن محمد بسیلی تونسی لکھتے ہیں:

”قَدَّمَ السَّنَةَ لِيَنْفِي النَّوْمَ مَرَّتَيْنِ: بِاللَّزْوْمِ وَالْمُطَابَقَةِ، لِأَنَّهَا

﴿لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ کی تفسیر

قَدْ تَقَدَّمَ بَيْنَ يَدَيِ النَّوْمِ ، وَقَدْ يَهْجُمُ النَّوْمُ دُونَ تَقَدُّمِ
السَّنَةِ . ❶

” (اللہ تعالیٰ نے) [اوگھ] کو پہلے ذکر کیا، تاکہ [نیند] کی دو دفعہ، یعنی اللزوم اور المطابقہ، دونوں طریقوں سے نفی ہو جائے، کیونکہ بسا اوقات [اوگھ] [نیند] سے پہلے آتی ہے اور بسا اوقات [اوگھ] کے آنے سے پیشتر ہی [نیند] غلبہ پالیتی آتی ہے۔“

و: لفظ [لا] کے تکرار کی حکمت

اس سلسلے میں حضرات مفسرین کی بیان کردہ دو حکمتیں درج ذیل ہیں:
ا: [اوگھ] اور [نیند] دونوں کی ہر حالت میں نفی کی خاطر:
علامہ ابو حیان اندلسی رقم طراز ہیں:

”وَفَائِدَةُ تَكَرُّارِ ﴿لَا﴾ فِي قَوْلِهِ: (وَلَا نَوْمٌ): اِنْتِفَاؤُهُمَا عَلَى كُلِّ حَالٍ ، اِذْ لَوْ اُسْقِطْتُ (لَا) لَاحْتَمَلَ اِنْتِفَاؤُهُمَا بِقَيْدِ اِلْتِمَاعٍ ، تَقْوُلُ: ”مَا قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرُوٌ ، بَلْ اَحَدُهُمَا .“
وَلَا يُقَالُ: ”مَا قَامَ زَيْدٌ وَلَا عَمْرُوٌ ، بَلْ اَحَدُهُمَا .“ ❷

” (وَلَا نَوْمٌ) میں [لا] کے تکرار کا فائدہ ان دونوں (اوگھ اور نیند) کی ہر حالت میں نفی ہے۔ اگر دوسرا لفظ [لا] نہ ہوتا، تو اس بات کا احتمال ہو سکتا تھا، کہ ان دونوں کی حالت اجتماع میں نفی ہے (یعنی اوگھ اور نیند، دونوں اللہ تعالیٰ پر نہیں آسکتے، البتہ صرف ایک کے آنے کی نفی نہیں تھی)، جیسے ہم کہتے ہیں:

❶ التقييد الكبير في تفسير كتاب الله المحيد ١/٣٢٧ .

❷ البحر المحيط ٢/٢٨٨ .

[لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ] کی تفسیر

(مَا قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرُو، بَلْ أَحَدُهُمَا) [زید اور عمرو (دونوں)

کھڑے نہیں ہوئے، بلکہ ان دونوں میں سے ایک کھڑا ہوا۔]

لیکن یہ نہیں کہا جاتا:

(مَا قَامَ زَيْدٌ وَلَا عَمْرُو، بَلْ أَحَدُهُمَا) [نہ زید کھڑا ہوا اور نہ

ہی عمرو، بلکہ ان دونوں میں سے ایک کھڑا ہوا۔]

۲: [اوگھ [اور [نیند]، دونوں کی صراحتاً نفی کی خاطر:

قاضی ابوسعود نے تحریر کیا ہے:

”وَتَوَسِيطُ كَلِمَةٍ [لَا] لِلتَّنْصِيصِ عَلَى شَمُولِ النَّفْيِ لِكُلِّ
مِنْهُمَا كَمَا فِي قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: (وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا
كَبِيرَةً) ۲..... الآية . ۳

”ان دونوں میں سے ہر ایک کی نص کے ساتھ نفی کی خاطر لفظ [لا] کو

درمیان میں لایا گیا ہے، جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا يُنْفِقُونَ

نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً﴾ [اور وہ کوئی چھوٹی رقم خرچ نہیں کرتے اور

نہ ہی بڑی] میں ((لا) کو درمیان میں لایا گیا ہے۔“

۵: اللہ تعالیٰ سے [نیند] کی نفی کے متعلق ایک حدیث:

امام مسلم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے

بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان چار باتوں کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ ۴

۱ کیونکہ نفی کے تکرار کی بنا پر زید اور عمرو، دونوں کے ہر حالت میں، اکٹھے اور جدا جدا، دونوں حالتوں میں، کھڑے ہونے کی نفی ہوئی۔

۲ سورة التوبة / جزء من رقم الآية ۱۲۱.

۳ تفسیر انبی السعود ۱ / ۲۴۸. نیز ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۱ / ۴۱۱.

۴ یعنی آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمیں چار باتوں کی خبر دی۔ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

﴿لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ کی تفسیر

”إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ، وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ، يَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُهُ،

وَيَرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ، وَعَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ.“^①

[بلاشبہ اللہ تعالیٰ سوتے نہیں اور سونا ان کے شایانِ شان نہیں۔ میزان کو

اونچا اور نیچا کرتے ہیں۔^② دن کا عمل ان کے رُوبرو رات کو اور رات کا

عمل دن کو پیش کیا جاتا ہے۔^③]

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ سوتے نہیں

اور سونا ان کے شایانِ شان بھی نہیں۔

شرح حدیث:

علامہ نووی لکھتے ہیں:

”فَمَعْنَاهُ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَا يَنَامُ ، وَأَنَّهُ يَسْتَحِيلُ فِي

حَقِّهِ النَّوْمُ ، فَإِنَّ النَّوْمَ اِنْغِمَارٌ وَعَلَبَةٌ عَلَى الْعَقْلِ يَسْقُطُ بِهِ

الْإِحْسَاسُ ، وَاللَّهُ تَعَالَى مُنَزَّهٌ عَنْ ذَلِكَ ، وَهُوَ مُسْتَحِيلٌ

فِي حَقِّهِ جَلٌّ وَعَعْلًا.“^④

① صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله ﷻ: ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ.....“ رقم الحدیث ۲۹۵- (۱۷۹) / ۱ / ۱۶۲.

② مقصود یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اپنے حضور پیش کردہ اعمال اور ان کے (لیے) نازل کردہ رزق کے میزان کو اوپر نیچے کرتے ہیں (ملاحظہ ہو: النہایة فی غریب الحدیث والأثر، مادة ”قسط“، ۶۰/۴).

③ (دن کا عمل ان کے روبرو رات کو پیش کیا جاتا ہے.....) یعنی دن کے اعمال، اس کے بعد آنے والی رات کے اوتلیں حصے میں اور رات کے اعمال، اس کے بعد آنے والے دن کے آغاز ہی میں، اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں، کیونکہ محافظ فرشتے رات ختم ہونے کے بعد (بندوں کے) رات کے اعمال، دن کے اوتلیں حصے میں، اوپر لے کر جاتے ہیں اور وہ دن کے ختم ہونے پر ان کے اعمال کو رات کے شروع میں اوپر لے کر جاتے ہیں۔ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ“ (شرح النووی ۱۳/۳)

④ المرجع السابق ۱۳/۳.

﴿ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ﴾ کی تفسیر

”اس کا معنی یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ سوتے نہیں اور بلاشبہ ان کے حق میں سونا محال ہے، کیونکہ [نیند] عقل پر پردہ اور غلبہ ہے، (کہ)، اس کے ساتھ احساس ختم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہیں۔ ان کے بارے میں ایسا ہونا ناممکن ہے۔“

و: جملے کا ماقبل سے تعلق:

اس جملے میں اللہ تعالیٰ کے [الْقَيُّومُ] ہونے کی تاکید ہے۔
دو مفسرین کے اقوال:

۱: علامہ ابوالبرکات نشی رقم طراز ہیں:

وَهُوَ تَأْكِيدٌ لِلْقَيُّومِ، لِأَنَّ مَنْ جَازَ عَلَيْهِ ذَلِكَ، اسْتَحَالَ أَنْ يَكُونَ قَيُّومًا. ❶

وہ (یعنی یہ جملہ) [الْقَيُّومُ] کی تاکید ہے، کیونکہ جس پر [اونگھ] اور [نیند] طاری ہو، اس کا [الْقَيُّومُ] ہونا محال ہے۔

۲: حافظ ابن کثیر نے تحریر کیا ہے:

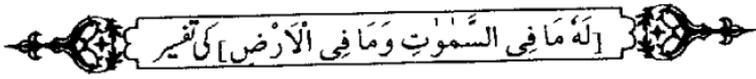
”وَمِنْ تَمَامِ الْقَيُّومِيَّةِ أَنَّهُ لَا يَعْتَرِيهِ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ.“ ❷

”قیومیت کے مکمل ہونے میں سے یہ ہے، کہ [الْقَيُّومُ] پر نہ [اونگھ] طاری ہو اور نہ [نیند]۔“



❶ ملاحظہ ہو: تفسیر النسفي ۱/۲۸۱؛ نیز ملاحظہ ہو: الكشاف ۱/۳۸۴.

❷ تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۱. نیز ملاحظہ ہو: وتفسیر القاسمي ۳/۳۱۸؛ وأيسر التفاسير ۱/۲۰۳.



-۴-

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر

- ا: جملے کا معنی
 ب: خبر [لَهُ] کے تقدیم کی حکمت
 ج: اسم موصول [مَا] اور اس کے تکرار کی فائدہ
 د: اسی معنی پر دلالت کرنے والی دیگر نو آیات شریفہ
 ہ: جملے کا ماقبل سے تعلق
 و: جملے کے فوائد
 ز: جملے کے متعلق تین سوالات کے جوابات

ا: جملے کا معنی

فرشتے، سورج، چاند، ستارے اور آسمان میں موجود دیگر ہر چیز اور زمین میں موجود ہر چیز، اپنی تخلیق، ملکیت، بندگی، تدبیر اور انتظام و انصرام کے اعتبار سے بلا شرکت غیر تنہا اللہ جل و جلالہ کی ہے۔

چھ مفسرین کے اقوال:

ا: امام طبری رقم طراز ہیں:

”يَعْنِي تَعَالَى ذِكْرُهُ بِقَوْلِهِ: ﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ أَنَّهُ مَالِكٌ جَمِيعٌ ذَلِكَ بغيرِ شَرِيكَ وَلَا نَدِيدٍ،

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر

وَخَالِقُ جَمِيعِهِ دُونَ كُلِّ آلِهَةٍ وَمَعْبُودٍ . ❶

”اللہ تعالیٰ کا اپنے ارشاد (گرامی) ﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ سے مقصود یہ ہے، کہ وہ ان تمام (چیزوں) کے کسی شریک اور مدد مقابل کے بغیر مالک اور دیگر تمام معبودان (باطلہ) کے بغیر خالق ہیں۔“

❷ امام بغوی نے تحریر کیا ہے:

”مِلْكًا وَخَلْقًا . ❷“

”ملکیت اور تخلیق کے اعتبار سے (جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، انہی کے لیے ہے)۔“

❸ قاضی ابن عطیہ نے قلم بند کیا ہے:

”أَيُّ بِالْمَلِكِ ، فَهُوَ مَالِكُ الْجَمِيعِ وَرَبِّهِ . ❸“

”یعنی ملکیت کے ساتھ، لہذا وہ تمام (چیزوں) کے مالک اور رب ہیں۔“

❹ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

”إِخْبَارٌ بِأَنَّ الْجَمِيعَ عَبِيدُهُ ، وَفِي مَلِكِهِ ، وَتَحْتَ قَهْرِهِ وَسُلْطَانِهِ . ❹“

”(اس بات کی) خبر دی گئی ہے، کہ سب ان کے غلام، ان کے زیر ملکیت

اور ان کے قہر و سلطان کے تحت ہیں۔“

❺ علامہ جلال الدین السیوطی نے بیان کیا ہے:

”مِلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا . ❺“

❶ تفسیر الطبری ۳۹۰/۵ . ❷ تفسیر البغوي ۲۳۹/۱ .

❸ المحرر الوجيز ۲۷۶/۲ . نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۲۷۳/۳ .

❹ تفسیر ابن کثیر ۳۳۱/۱ .

❺ تفسیر الجلالين ص ۵۶ .

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر

”ملکیت، تخلیق اور بندگی کے اعتبار سے (سب کچھ ان ہی کے لیے تو ہے)۔“

۶: شیخ ابوبکر جزائری لکھتے ہیں:

”خَلَقًا وَمَلَكًا وَتَصَرُّفًا.“ ❶

”تخلیق، ملکیت اور انتظام و انصرام کے اعتبار سے (سب کچھ ان ہی کے لیے ہے)۔“

ب: خبر [لَهُ] کے تقدیم کی حکمت:

یہ جملہ اسمیہ ہے اور اس میں [مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ] مبتدا اور [لَهُ] اس کی خبر ہے۔ عام قاعدے کے مطابق مبتدا کو پہلے اور خبر کو بعد میں آنا چاہیے، لیکن اس جملے میں خبر پہلے آئی ہے۔

جملے میں تقدیم و تاخیر [حصر] کا فائدہ دیتا ہے، جس کی بنا پر اس جملے میں دو معانی ہیں: پہلا معنی: آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونا۔

دوسرا معنی: آسمانوں اور زمین میں موجود تمام چیزوں کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی ملکیت نہ ہونا۔

ج: اسم موصول [مَا] اور اس کے تکرار کی فائدہ:

I: [مَا فِي السَّمَوَاتِ] میں اسم موصول [مَا] ذکر کیا گیا ہے، تاکہ وہ آسمانوں

میں موجود ہر چیز کو اپنے اندر سمیٹ لے، کیونکہ [مَا] عموم کے صیغوں میں سے ہے۔

اور یہی بات (وَمَا فِي الْأَرْضِ) میں ہے۔ اس بارے میں علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں:

”وَمَا تَشْمَلُ كُلَّ مَوْجُودٍ.“ ❷

❶ ایسر التفاسیر ۱/۲۰۳۔ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر آية الكرسي ص ۱۲۔

❷ البحر المحيط ۱/۲۸۸۔ نیز دیکھئے: تفسیر آية الكرسي ص ۱۱۔

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر

”اور [مَا] ہر موجود چیز پر مشتمل ہے۔“

II: اسم موصول [مَا] دو دفعہ: [السَّمَوَاتِ] سے پہلے اور پھر [الْأَرْضِ] سے پہلے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ تکرار [عموم] کے معنی کی تاکید کی خاطر کی گئی ہے۔ علامہ ابو حیان اندلسی نے تحریر کیا ہے:

”وَوَكَّرَرَ [مَا] لِلتَّوَكِيدِ. ❶“

”[مَا] کا تکرار تاکید کے لیے کیا گیا ہے۔“

شیخ ابن عاشور رقم طراز ہیں:

”فَقَدْ دَلَّتِ الْجُمْلَةُ عَلَى عَمُومِ الْمَوْجُودَاتِ بِالْمَوْصُولِ وَصَلَتِهِ . وَإِذَا ثَبَتَ مِلْكُهُ لِلْعَمُومِ ثَبَتَ أَنَّهُ لَا يَشُدُّ عَنْ مِلْكِهِ مَوْجُودٌ ، فَحَصَلَ مَعْنَى الْحَصْرِ ، وَلَكِنَّهُ زَادَهُ تَأْكِيدًا بِتَقْدِيمِ الْمُسْنَدِ أَي لَا لِغَيْرِهِ لِإِفَادَةِ الرَّدِّ عَلَى أَصْنَافِ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الصَّابِئَةِ عِبَادَةِ الْكُؤَابِ كَالسُّرْيَانِ وَالْيُونَانَ ، وَمِنْ مُشْرِكِي الْعَرَبِ ، لِأَنَّ مُجَرَّدَ حَصُولِ مَعْنَى الْحَصْرِ بِالْعَمُومِ لَا يَكْفِي فِي الدَّلَالَةِ عَلَى إِبْطَالِ الْعَقَائِدِ الضَّالَّةِ .

فَهَذِهِ الْجُمْلَةُ أَفَادَتْ تَعْلِيمَ التَّوْحِيدِ بِعُمُومِهَا ، وَأَفَادَتْ إِبْطَالَ عَقَائِدِ أَهْلِ الشِّرْكِ بِخُصُوصِيَّةِ الْقَصْرِ ، وَهَذِهِ بِلَاغَةٌ مُعْجَزَةٌ. ❷“

”پس (یہ) جملہ اپنے موصول [مَا] اور اس کے [صلہ] کے ساتھ تمام

❶ البحر المحيط ۱/ ۲۸۸.

❷ تفسیر التحریر والتنویر ۲۰/ ۳. نیز دیکھئے: تفسیر آية الكرسي ص ۱۲.

﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ کی تفسیر

موجود چیزوں کے (اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے) پر دلالت کرتا ہے۔ جب سب چیزوں کا [اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونا] ثابت ہو گیا، تو یہ (بھی) ثابت ہو گیا، کہ کوئی موجود چیز ان کے دائرہ ملکیت سے باہر نہیں۔ اس طرح [حصر] کا معنی حاصل ہو گیا، لیکن (یہاں) مسند (یعنی خبر) کو پہلے ذکر کر کے تاکید میں اضافہ کیا گیا، تاکہ اس سے ستارہ پرست صائبہ جیسے سریانی، یونانی اور عرب کے مشرکوں (کی مختلف اقسام کے لوگوں) کے رد کا فائدہ حاصل ہو جائے، کیونکہ [صیغہ عموم] سے [حصر] کے حاصل ہونے والا معنی گمراہ کن عقائد کے بطلان پر دلالت کے لیے کافی نہیں۔ یہ جملہ اپنے عموم کے ساتھ توحید کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے حصر کے ساتھ اہل شرک کے عقائد کے بطلان کا فائدہ دیتا ہے اور یہ بلاغت کا معجزہ ہے۔“

د: اسی معنی پر دلالت کناں دیگر نو آیات شریفہ:

آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے اور ان کے سوا، کسی اور کی کوئی چیز بھی، ملکیت نہ ہونے پر دلالت کرنے والی قرآن کریم میں متعدد آیات میں سے نو درج ذیل ہیں:

ا: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَاللّٰهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ تَرْجِعُ
الْاُمُوْرَ﴾ ❶

[اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو کہ کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے۔]

❶ سورة آل عمران / الآية ۱۰۹.

﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ کی تفسیر

۲: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا﴾^۱

[اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا خوب احاطہ کرنے والے ہیں۔]

۳: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيدًا﴾^۲

[اور اگر تم کفر کرو، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بہت بے نیاز، تعریفوں کے بہت حق دار ہیں۔]

۴: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا﴾^۳

[اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ بحیثیت کارساز بہت کافی ہیں۔]

۵: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا﴾^۴

۱ سورة النساء / جزء من الآية ۱۳۱

۲ سورة النساء / الآية ۱۲۶

۳ سورة النساء / جزء من الآية ۱۷۱

۴ سورة النساء / الآية ۱۳۲

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر

[انہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ بحیثیت کارساز بہت کافی ہیں۔]

۶: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ
الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْغَبِيرُ﴾^①

[تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، انہی کا ہے اور تجہا ان کے لیے آخرت میں سب تعریفیں ہیں اور وہ ہی بڑی حکمت والے اور خوب خبردار ہیں۔]

۷: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾^②
[ان ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ ہی بہت بڑی بلندی والے اور بڑی عظمت والے ہیں۔]

۸: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ أَلَّا
إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ﴾^③

[اس اللہ تعالیٰ کی راہ (کی طرف)، کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، انہی کا ہے۔ خبردار! تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پہنچیں گے۔]

۹: ارشاد باری تعالیٰ:

② سورة الشورى / الآية ۴ .

① سورة سباء / الآية الأولى .

③ سورة الشورى / الآية ۵۳ .

﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ کی تفسیر

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسٰءُوْا
بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحَسَنٰتِ﴾ ❶

[اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ وہ بُرا عمل کرنے والوں کو اُن کے عمل کا بدلہ دیں اور اچھا عمل کرنے والوں کو اچھا صلہ دیں۔]

اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کا کسی بات کو صرف ایک دفعہ ہی فرمانا، اُسے تسلیم کرنے اور خود کو اُس کے مطابق عمل کی خاطر تیار کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔ پھر اُس بات کی اہمیت و عظمت کس قدر زیادہ ہوگی، جسے انہوں نے اپنے کلامِ عالی میں متعدد مرتبہ ارشاد فرمایا ہو؟

ہ: جملے کا ما قبل سے تعلق:

یہ جملہ آیت الکرسی کے ابتدائی جملے [اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ] میں بیان کردہ

حقیقت، کہ

[ہر قسم کی الوہیت و عبادت کے اللہ تعالیٰ تنہا اور منفرد حق دار ہیں]،

کی تاکید کرتا ہے۔ یہ تاکید درج ذیل دو پہلوؤں سے ہے:

۱: کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور مملوک کو یہ حق نہیں، کہ وہ اپنے

آقا و مالک کے سوا کسی اور کی عبادت کرے یا کسی اور کو اپنی عبادت میں اپنے مالک کا

شریک بنائے۔ علاوہ ازیں آقا و مالک نے تو اپنے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے

اور اس میں ان کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانے سے روکا ہے۔

۲: جب کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے، تو یہ کیونکر مناسب ہو سکتا ہے،

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر

کہ مالک کو چھوڑ کر مملوک کی عبادت کی جائے، یا کسی مملوک کو عبودیت میں ان کا شریک ٹھہرایا جائے۔ مزید برآں اللہ مالک جل جلالہ نے ان دونوں صورتوں سے قطعی طور پر منع بھی کیا ہوا ہے۔

دو مفسرین کے اقوال:

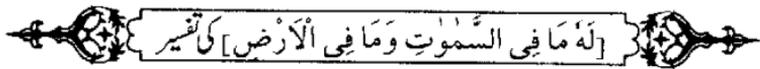
۱: امام طبری لکھتے ہیں:

”وَإِنَّمَا يَعْنِي بِذَلِكَ أَنَّهُ لَا تَتَّبَعِي الْعِبَادَةَ لِشَيْءٍ سِوَاهُ، لِأَنَّ الْمَمْلُوكَ طَوْعٌ يَدِ مَالِكِهِ، وَلَيْسَ لَهُ خِدْمَةٌ غَيْرَهُ إِلَّا بِأَمْرِهِ. يَقُولُ: ”فَجَمِيعُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِلْكِي وَخَلْقِي، فَلَا يَتَّبَعِي أَنْ يُعْبَدَ أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِي مِّنْ غَيْرِي وَأَنَا مَالِكُهُ، لِأَنَّهُ لَا يَتَّبَعِي لِلْعَبْدِ أَنْ يُعْبَدَ غَيْرَ مَالِكِهِ، وَلَا يُطِيعُ سِوَى مَوْلَاهُ.“^①

”بلاشبہ اس سے اُن [یعنی اللہ تعالیٰ] کا مقصود یہ ہے، کہ اُن کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت کرنا مناسب نہیں، کیونکہ مملوک اپنے مالک کے زیرِ دست ہوتا ہے اسے اُن کے حکم کے بغیر کسی کی خدمت کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ (گویا کہ) فرماتے ہیں: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ میری ملکیت اور میری مخلوق ہے، اس لیے یہ مناسب نہیں، کہ میرے سوا میری مخلوق میں سے کسی کی عبادت کی جائے اور میں اس (عبادت کرنے والے) کا مالک ہوں، کیونکہ بندے کے لیے مناسب ہی نہیں، کہ وہ اپنے مالک کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرے اور وہ اپنے آقا کے

① تفسیر الطبري ۵/۳۹۰۔



علاوہ کسی کی (اپنے آقا کی نافرمانی کرتے ہوئے) اطاعت کرے۔“
۲: شیخ ابن عاشور نے تحریر کیا ہے:

”﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ تَقْرِيرٌ لِأَنْفِرَادِهِ
بِالْإِلَهِيَّةِ ، إِذْ جَمِيعُ الْمَوْجُودَاتِ مَخْلُوقَاتُهُ .“^①
”[لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ] ان کے بحیثیت معبود کیلئے
اور منفرد ہونے کی تاکید ہے، کیونکہ تمام موجود چیزیں تو ان کی مخلوق ہیں۔“

و: جملے کے دیگر پانچ فوائد:

اللہ تعالیٰ کے الوہیت و عبودیت کے تنہا مستحق ہونے پر دلالت کرنے کے علاوہ
اس جملے کے دیگر فوائد بھی ہیں۔ انہی میں سے پانچ درج ذیل ہیں:
۱: بندے کا اپنے پاس موجود چیزوں کا حقیقی مالک نہ ہونا:
ہر چیز کے حقیقی مالک صرف اللہ عزوجل ہیں۔ کچھ چیزیں اور مال، آزمائش و
امتحان کے لیے بندے کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ قرآن و سنت کی متعدد نصوص اس
حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔ انہی میں سے تین ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:
۱: اللہ تعالیٰ نے آزادی حاصل کرنے کے خواہاں غلاموں سے تعاون کا حکم دیتے
ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَتَوْهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾^②

[اور اللہ تعالیٰ کے مال سے، جو انہوں نے تمہیں دیا ہے، انہیں دو۔]
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے پاس موجود مال کو [مَالُ اللَّهِ] اللہ
تعالیٰ کا مال] کا نام دیا۔

① تفسیر التحرير والتنوير ۲۰/۳.

② سورة النور/ جزء من رقم الآية ۳۳.

﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ کی تفسیر

ب: لوگوں کے پاس موجود مال میں ان کی حیثیت [جانشین] کی ہے۔ [اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے اس حقیقت کو واضح طور پر بیان فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾ ❶

[اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان لے آؤ اور اس چیز میں سے خرچ کرو، جس میں انہوں نے تمہیں جانشین بنایا۔]
ج: اس نیا بت میں بندوں کا امتحان ہے، کہ وہ عطا کردہ چیزوں کے استعمال میں بطور جانشین حقیقی مالک سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں یا نہیں۔
امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”اِنَّ الدُّنْيَا حُلُوَّةٌ حَضْرَةٌ، وَاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ.“ ❷

[بلاشبہ دنیا شیریں (اور) سرسبز و شاداب ہے اور یقیناً تمہیں اللہ تعالیٰ اس میں جانشین بناتے ہیں اور دیکھتے ہیں، کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟]
۳: مال و اسباب کی فراوانی کا سرکشی کے لیے وجہ جواز نہ ہونا:
لوگوں کی ایک بہت بڑی اکثریت مال و اسباب کی فراوانی میسر آنے پر طغیانی اور سرکشی پر اتر آتی ہے۔ رب خالق عز و جل نے خود فرمایا:

❶ سورة الحديد / جزء من رقم الآية ۷.

❷ صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب أكثر أهل الجنة الفقراء،.....

جزء من رقم الحديث ۹۹۔ (۲۷۴۲)، ۴/۲۰۹۸.

﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ کی تفسیر

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَّوْا فِي الْاَرْضِ﴾^①
 [اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق میں خوب کثادگی عطا فرمادیتے،
 تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے۔]

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيْطَغِي . اَنْ رَّآهُ اسْتَغْنٰی﴾^②
 [ہرگز نہیں، بے شک انسان سرکش بن جاتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے، کہ وہ
 دولت مند ہو گیا۔]

آیت الکرسی میں کس قدر واضح اور دو ٹوک انداز میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے، کہ
 کائنات کی ہر چیز کے اللہ عزوجل تنہا مالک ہیں، مخلوق میں سے کوئی بھی، کسی بھی چیز کا،
 حقیقی مالک نہیں۔ لہذا بندے کے پاس موجود مال و اسباب، جب میسر آنے سے پہلے اور
 بعد میں بھی، اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے، تو پھر اس کی طغیانی اور سرکشی کس وجہ سے ہے؟
 ۳: ہر چیز کے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے کو انفاق فی سبیل اللہ کے وقت یاد رکھنا:
 لوگوں کی ایک بڑی تعداد اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کے تقاضوں پر تردد
 اور پس و پیش کی کیفیت سے دوچار ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت سے نجات پانے کے لیے
 ایک مؤثر اور بہترین علاج اس اٹل، جہتی اور قطعی حقیقت کو پیش نظر رکھنا ہے، کہ جن اللہ
 کریم کا مال اس کے پاس ہے، انہی کے حکم کی تعمیل میں، ان ہی کی راہ میں خرچ کرنے کا
 تقاضا ہے، اور جب صورت حال یہ ہے، تو پھر اس تذبذب کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟
 اللہ تعالیٰ نے..... جیسا کہ فائدہ نمبر ایک میں گزر چکا ہے^③..... مال خرچ کرنے
 کا حکم دیتے ہوئے واضح فرمایا، کہ لوگوں کے پاس موجود مال، اللہ تعالیٰ کا مال ہے اور

① سورة الشورى / جزء من رقم الآية ۲۷ .

② سورة العلق / الآية ۶-۷ . ③ ملاحظہ ہو: اس کتاب کے صفحات ۱۵۵-۱۵۶۔

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر

ان کی حیثیت اس میں جانشین کی ہے، مالک کی نہیں۔

۴: عطا کردہ چیزوں کے استعمال میں احکامِ الہیہ کی پابندی:

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزوں میں جانشین بنائے گئے سب لوگ اس بات کے پابند ہیں، کہ اُن کے استعمال میں مالکِ حقیقی کے احکامات کی حرف بہ حرف پابندی کریں۔ انہیں نہ تو ممنوعہ کاموں یا چیزوں میں خرچ کریں اور نہ ہی جائز کاموں اور چیزوں میں استعمال کرتے ہوئے راہِ اعتدال کو نظر انداز کریں۔

ممنوعہ جگہوں میں خرچ کرنا [تَبْذِيرٌ] قرار پاتا ہے۔ جائز مقامات میں راہِ اعتدال سے تجاوز کرتے ہوئے خرچ کرنا [إِسْرَافٌ] ٹھہرایا گیا ہے۔ ان دونوں سے اللہ تعالیٰ نے شدت کے ساتھ منع فرمایا۔ ذیل میں اس حوالے سے دو نصوص ملاحظہ فرمائیے:

[تَبْذِيرٌ] کے متعلق فرمایا:

﴿وَلَا تَبْذِرْ تَبْذِيرًا. إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ
وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾ ①

[ترجمہ: اور مت بے جا خرچ کرو، اندھا دھند خرچ کرنا۔ بلاشبہ بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا ناشکر ہے۔]

[إِسْرَافٌ] کے بارے میں فرمایا:

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ ②

[ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو۔ بلاشبہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتے۔]

مزید برآں ہر شخص کو روزِ قیامت دربارِ الہی میں اس سوال کا جواب دینا ہوگا، کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو کیسے خرچ کیا؟

① سورة بنی اسرائیل / الآيات ۲۶-۲۷. ② سورة الأعراف / جزء من رقم الآية ۳۱.

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر

امام ترمذی اور امام ابو یعلیٰ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمْرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهِ مَنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ.“^①

”روزِ قیامت ابن آدم کے دونوں قدم پانچ (باتوں) کے متعلق سوال کیے جانے سے پہلے اپنے رب تعالیٰ کے حضور سے حرکت نہیں کریں گے: اس کی عمر کے متعلق، کہ اس نے کہاں گنوائی؟

اس کی جوانی کے بارے میں، کہ اُس نے اُسے کہاں برباد کیا؟

اُس کے مال کے متعلق، کہ اُس نے اُسے کہاں سے کمایا؟

اور اُسے کس جگہ خرچ کیا؟

اور جس چیز کا اُسے علم ہوا اُس پر کیا عمل کیا؟“

⑤ بطورِ امانت دی ہوئی چیزوں کے واپس لیے جانے پر صبر کرنا:

کائنات کی ہر چیز کے مالکِ حقیقی جب، جیسے اور جس قدر چاہیں، اپنی عطا کردہ چیزیں جانشینوں سے واپس لے لیں، تو کسی کو اس پر ناراض یا جزع فزع اور بے صبری کا مظاہرہ کرنے کا حق نہیں، کیونکہ وہ کسی کی چیز نہیں لیتے، بلکہ اپنی ہی عاریتاً دی ہوئی چیز واپس لیتے ہیں۔ اس لیے ہدایت یافتہ لوگ ایسے موقع پر نہ صرف یہ، کہ واپس لی جانے والی چیز کے اللہ کریم کی ملکیت ہونے کا اقرار کرتے ہیں، بلکہ خود اپنے تئیں بھی

① جامع الترمذی، أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في شأن الحساب والقصاص، رقم الحديث ۲۵۳۱، ۷/۸۴-۸۵؛ ومسنند أبي يعلى الموصلي، رقم الحديث ۳۰۵- (۵۲۷۱)، ۹/۱۷۸۔ الفاظِ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذی ۲/۲۸۹)۔ نیز دیکھئے: سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۹۴۶، المجلد الثاني / ۶۶۶-۶۶۷۔

﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ کی تفسیر

ان کی ملکیت ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ قرآن و سنت کی اس کے متعلق عظیم راہنمائی میں سے تین باتیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

۱: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمُ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ. اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلٰوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ ①

[اور یقیناً ہم تمہیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجیے، وہ لوگ، کہ جب کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے، تو کہتے ہیں:

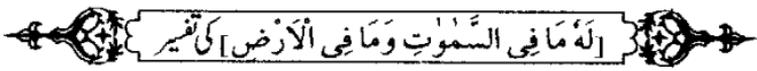
”ہم بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور یقیناً ہم ان ہی کی طرف لوٹ رہے ہیں۔“

وہ لوگ، کہ ان پر ہی، ان کے رب کی طرف سے نوازشات اور عظیم رحمت ہے اور وہ لوگ ہی ہدایت یافتہ ہیں۔]

ب: آنحضرت ﷺ نے اپنے نواسے کے عالم نزع میں ہونے کی خبر سن کر، اُس کی والدہ، یعنی اپنی بیٹی کو یہی حقیقت یاد دلائی۔ امام بخاری نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا:

”نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا:

① سورة البقرة / الآيات ۱۰۵-۱۰۷.



”میرا بیٹا فوت کیا گیا ہے۔ ۱ پس آپ تشریف لائیے۔“

آنحضرت ﷺ نے (جواب میں) سلام اور (ساتھ یہ) پیغام بھیجا:
 ”إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أُعْطِيَ، وَكُلُّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى،
 فَلْتَصْبِرْ، وَلْتَحْتَسِبْ... الحديث.

[بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جو انہوں نے لے لیا ہے اور انہی کے لیے ہے، جو انہوں نے عطا فرمایا۔ ہر چیز ان کے ہاں مقررہ مدت کے ساتھ ہے، سو تم صبر کرو اور اجر و ثواب طلب کرو..... الحدیث

ج: حضرت اُمّ سلیم نے اپنے بیٹے کے فوت ہونے پر یہی حقیقت اپنے شوہر حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہما کو ایک مثال کے ذریعے سے سمجھانے کی کوشش کی۔ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

”ابوطلمحہ کا اُمّ سلیم (یعنی ان کے بطن) سے پیدا ہونے والا، ایک بیٹا فوت ہوا، تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا:

”ابوطلمحہ سے ان کے بیٹے کے بارے میں کوئی گفتگو نہ کرے، یہاں تک کہ میں ان سے بات نہ کر لوں۔“

انہوں (یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: ”سو وہ آئے، تو انہوں (یعنی اُمّ سلیم) نے انہیں کھانا پیش کیا، تو انہوں نے کھایا پیا۔“

انہوں (یعنی انس رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: ”پھر انہوں نے خود کو پہلے سے زیادہ اچھے انداز میں ان (یعنی شوہر) کے لیے تیار کیا۔ انہوں ابوطلمحہ (رضی اللہ عنہ) نے ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے۔

جب انہوں نے سمجھا، کہ وہ کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے فارغ

۱ مراد یہ ہے، کہ وہ فوت ہو جانے کے قریب ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۱۰۶/۳)۔

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر

ہو چکے ہیں، تو کہا:

”يَا أَبَا طَلْحَةَ! أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ قَوْمًا أَعَارُوا عَارِيَتَهُمْ أَهْلَ بَيْتِ، فَطَلَبُوا عَارِيَتَهُمْ؛ أَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَمْنَعُوهُمْ؟“

”ابو طلحہ! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے، کہ کچھ لوگوں نے کسی گھر والوں کو کوئی چیز عاریتاً دی ہو، پھر وہ ان سے چیز واپس طلب کریں، تو کیا انہیں اُسے (یعنی اس چیز کو) اُن سے روکنے کا حق ہے؟“

انہوں (شوہر) نے کہا: ”لا“۔ ”نہیں۔“

انہوں (بیوی) نے کہا:

”فَأَحْتَسِبُ ابْنَكَ .“

”اپنے بیٹے کی وفات پر صبر کر کے ثواب طلب کیجئے۔“

انہوں (راوی) نے بیان کیا: ”وہ خفا ہوئے اور کہا: ”تم نے مجھے (پہلے)

آگاہ نہیں کیا، یہاں تک میں نے ازدواجی تعلقات سے خود کو آلودہ کر لیا۔“

وہ (گھر سے) روانہ ہوئے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں عرض ہو کر صورتِ حال عرض کی، (تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بَارَكَ اللَّهُ لَكُمْ فِي غَابِرٍ لَيْلَتِكُمَْا.“^①

”اللہ تعالیٰ تمہاری گزشتہ شب میں برکت فرمائیں۔“

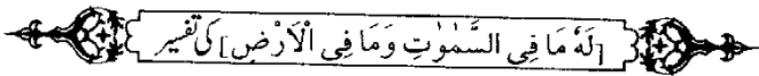
مذکورہ بالا آیات اور دونوں واقعات میں یہ حقیقت واضح ہے، کہ کائنات کی ہر

چیز کے حقیقی مالک صرف اللہ عزوجل ہیں۔ جب وہ کسی سے کوئی چیز لیتے ہیں، تو وہ اپنی

ہی، بطور جانشینی دی ہوئی چیز، آزمائش و ابتلاء کی خاطر، واپس لیتے ہیں۔

① صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي طلحة الأنصاري رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، جزء

من رقم الحديث ۱۰۷ - (۲۱۴۴)، ۱۹۰۹/۴.



ز: تین سوالات اور ان کے جواب:

حضرات مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے اس جملے کے بارے میں تین سوالات اٹھا کر خود ہی ان کا جواب دیا ہے۔ اس حوالے سے تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

۱: اللہ تعالیٰ نے [لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ] کی بجائے [لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ] کیوں فرمایا؟
اس حوالے سے قاضی ابن عطیہ اور علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

”وَجَاءَتِ الْعِبَارَةُ بِـ [مَا]، وَإِنْ كَانَ فِي الْجُمْلَةِ مَنْ يَعْقِلُ، مِنْ حَيْثُ الْمُرَادِ الْجُمْلَةُ وَالْمَوْجُودُ.“^①

”اگرچہ آسمانوں اور زمین میں عقلاء (بھی) موجود ہیں، لیکن تمام موجودات (عقلاء اور غیر عقلاء) کی اللہ تعالیٰ کے دائرہ ملکیت میں شمولیت کو واضح کرنے کی خاطر [مَا] استعمال کیا گیا ہے۔“

۲: [وَمَا فِي الْأَرْضِينَ] [یعنی اور جو کچھ زمینوں میں ہے] کی بجائے [وَمَا فِي الْأَرْضِ] [یعنی اور جو کچھ زمین میں ہے] کیوں کہا گیا؟ بالفاظ دیگر [جمع] کی بجائے [مفرد] کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟
جواب: دو مفسرین کے بیان کردہ جواب:

۱: حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں:

”قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ: ”إِنَّمَا لَمْ يَقُلْ: (وَ الْأَرْضِينَ)، لِأَنَّهُ قَدْ سَبَقَ ذِكْرُ الْجَمْعِ فِي [السَّمَوَاتِ]، فَاسْتَعْنَى بِذَلِكَ عَنْ إِعَادَتِهِ. وَ مِثْلُهُ: ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ﴾^② وَلَمْ يَقُلْ: [الأنوار].“^③

① تفسیر المحرر الوجیز ۲/۲۷۶؛ وتفسیر القرطبی ۳/۲۷۳.

② سورة الأنعام/ جزء من الآية الأولى.

③ زاد المسیر ۱/۳۰۳.

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر

”بعض علماء نے بیان کیا ہے، کہ یہاں [جمع] کا صیغہ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ اس سے پہلے صیغہ جمع [السموات] [آسمانوں] [جمع] ہی آچکا ہے، جس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے، کہ یہاں بھی مقصود [جمع] ہی ہے، [مفرد] مراد نہیں، جیسے ارشادِ تعالیٰ:

﴿وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ﴾

[یعنی انہوں نے تاریکیاں اور روشنی بنائی۔]

میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے [النُّورَ] فرمایا اور [الْأَنْوَارَ] [روشنیاں] نہیں فرمایا، اور مراد روشنیاں ہی ہیں۔]

ب: (الْأَرْضُ) اگرچہ [مفرد] ہے، لیکن [جمع] کے معنی میں ہے، کیونکہ مراد جنس زمین ہے۔^①

۳: اللہ تعالیٰ نے [آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے]، اس کے اپنی ملکیت میں ہونے کو بیان فرمایا، لیکن خود [آسمانوں اور زمین] کے اپنی ملکیت ہونے کا ذکر کیوں نہیں فرمایا؟

جواب: لوگ آسمانوں اور زمین میں موجود بعض چیزوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس جملے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے واضح فرمایا، کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، وہ تو اللہ تعالیٰ کی مملوکہ چیزیں ہیں، تو تم مالک کو چھوڑ کر ان کی مملوکہ چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ آسمانوں اور زمین کی ملکیت کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ ان کی عبادت کرنے والے لوگ نہیں تھے۔ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ .^②



① ملاحظہ ہو: تفسیر آية الكرسي ص ۱۳ .

② ملاحظہ ہو: البحر المحيط ۱/۲۸۸ .

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

-۵-

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

- ا: جملے کا معنی
 ب: [مَنْ] اور [ذَا] کے ساتھ استفہام کی حکمت
 ج: اذنِ الہی کے بغیر شفاعت کی نفی کے متعلق دیگر نصوص
 د: جملے کے دیگر تین فوائد
 ہ: جملے کا ما قبل سے تعلق

ا: جملے کا معنی:

اس جملے میں لفظ [مَنْ] کے ساتھ استفہام میں ڈانٹ اور نفی دونوں باتیں ہیں۔
 جملے سے مراد یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے حضور، ان کی اجازت کے بغیر، شفاعت کرنے کی
 کسی میں تاب نہیں۔
 علامہ رازی رقم طراز ہیں:

”قوله: (مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ) اسْتِفْهَامٌ، مَعْنَاهُ
 الْإِنْتِكَارُ وَالنَّفْيُ، أَي: لَا يَشْفَعُ عِنْدَهُ أَحَدٌ إِلَّا بِأَمْرِهِ.“^①
 ”ارشادِ تعالیٰ: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ استفہام

① التفسیر الکبیر ۷/ ۹۰ نیز دیکھئے: تفسیر الطبری ۵/ ۳۹۰؛ و غرائب القرآن ۳/ ۱۷؛ وفتح
 القدير ۱/ ۴۱۱.

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

(یعنی اس میں سوال) ہے اور اس کا معنی ڈانٹ اور نفی ہے۔ مراد یہ ہے، کہ ان کے حضور کوئی بھی ان کے حکم کے بغیر شفاعت نہیں کرے گا۔“
مشرکوں کا یہ گمان تھا، کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن لوگوں یا چیزوں کی وہ عبادت کرتے ہیں، وہ دربارِ الہی میں ان کی شفاعت کریں گے۔ مذکورہ بالا جملے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کی ڈانٹ کے ساتھ تردید فرمائی۔ علامہ رازی آیت کے اسی حصے کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”وَذَلِكَ أَنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا يَزْعُمُونَ أَنَّ الْأَصْنَامَ تَشْفَعُ لَهُمْ.“^①

”اور وہ، کیونکہ یقیناً مشرک لوگ گمان کیا کرتے تھے، کہ بلاشبہ بت ان کے لیے شفاعت کریں گے۔“

بتوں کے شفاعت کرنے کی تردید میں دیگر تین آیات:
قرآن کریم کے متعدد مقامات پر مشرکوں کے اس فاسد گمان کی تردید کی گئی ہے۔ انہی میں سے تین درج ذیل ہیں:

1: ﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هُوَ آوَاءٌ شُفَعَاءُؤْنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ اتَّبِعُونِ اللَّهَ بِهِ لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعْلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾^②

[اور وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں، جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع اور وہ کہتے ہیں: ”وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے سفارشی ہیں۔“

① التفسیر الكبير ۹/۷. ② سورة يونس - ١٨ / الآية ١٨.

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

آپ کہہ دیجیے: ”کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو، جسے وہ نہ تو آسمانوں میں جانتے ہیں اور نہ زمین میں؟“

وہ ان کے شرکانہ اعمال سے پاک اور بہت بلند ہیں۔

II: ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ﴾¹

[اور وہ لوگ جنہوں نے ان (یعنی اللہ تعالیٰ) کے سوا حمایتی بنا رکھے ہیں (کہتے ہیں): ”ہم تو صرف اس لیے ان کی عبادت کرتے ہیں، تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے اچھی طرح قریب کر دیں۔“

اللہ تعالیٰ ان کے درمیان ان باتوں کے بارے میں فیصلہ کریں گے، جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جھوٹے اور حق کے منکر کو ہدایت نہیں دیتے۔]

III: ﴿أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ. قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾²

[یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا سفارشی بنا لیے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے: ”کیا اگرچہ وہ نہ کبھی کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں؟“

آپ کہہ دیجیے: ”ساری کی ساری شفاعت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے (یعنی ان کے اختیار میں) ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی انہی کے لیے

1 سورة الزمر / جزء من الآية 3.

2 سورة الزمر / الآيات 43-44.

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

ہے، پھر تم انہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

ب: [مَنْ] اور [ذَا] کے ساتھ استفہام کی حکمت:

اس جملے میں صرف استفہام نہیں، بلکہ زجر و توبیح بھی ہے۔
دو مفسرین کے بیانات:

۱: علامہ شوکانی نے قلم بند کیا ہے:

فِيهِ التَّفْرِيعُ وَالتَّوْبِيخُ لِمَنْ يَزْعَمُ أَنَّ أَحَدًا يَقْدِرُ عَلَى نَفْعِ
أَحَدٍ بِالشَّفَاعَةِ بِغَيْرِ إِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى مَا لَا مَزِيدَ عَلَيْهِ . وَفِيهِ
مِنَ الدَّفْعِ فِي صُدُورِ عَبَادِ الْقُبُورِ ، وَالصِّدْفِ فِي وُجُوهِهِمْ ،
وَالْفَتِّ فِي أَعْضَادِهِمْ مَا لَا يُقَادَرُ قَدْرُهُ وَلَا يُبْلَغُ مَدَاهُ .
وَالَّذِي يُسْتَفَادُ مِنْهُ فَوْقَ مَا يُسْتَفَادُ مِنْ:

قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى﴾ ①

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ

شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى﴾ ②

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ﴾ ③

بَدْرَجَاتٍ كَثِيرَةٍ . ④

[اس میں اس شخص کے لیے انتہا درجے کی ڈانٹ ڈپٹ اور زجر و توبیح
ہے، جو کہ یہ گمان کرتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی کو
شفاعت کے ذریعے نفع پہنچا سکتا ہے۔ اس میں قبروں کے پجاریوں کے
سینوں پر ایسی ضرب کاری، چہروں پر ایسا زور دار طمانچہ اور بازوؤں کا

① سورة الأنبياء / جزء من الآية ۲۸ .

② سورة النجم / الآية ۲۶ .

③ سورة النبا / جزء من الآية ۳۸ .

④ ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۱/ ۴۱۱ .

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

اس قدر توڑنا ہے، کہ اس کا کما حقہ اندازہ کرنا محال اور اس کی انتہا کو پہنچنا ناممکن ہے۔

اذنِ الہی کے بغیر شفاعت کی نفی پر دلالت کرنے والی (دیگر آیات) کے مقابلے میں اس (یعنی آیت الکرسی کے حصہ) سے حاصل ہونے والی بات کہیں درجے زیادہ زور دار ہے۔ (ان دیگر آیات میں سے تین حسب ذیل ہیں)

﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَى﴾

[اور وہ (یعنی فرشتے) سفارش نہیں کرتے، مگر اسی کے لیے، جسے وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) پسند فرمائیں۔]

﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى﴾

[اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں، کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی، مگر اس کے بعد، کہ اللہ تعالیٰ اجازت دیں، جس کے لیے وہ چاہیں گے اور (جسے) پسند کریں گے۔]

﴿وَلَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ﴾

[وہ (یعنی فرشتے) بات نہیں کریں گے، مگر وہ جسے رحمان اجازت دیں گے۔]

خلاصہ کلام یہ ہے، کہ مذکورہ بالا آیات صرف [اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت کی نفی] پر دلالت کرتی ہے اور اس (یعنی آیت الکرسی والے فرمانِ الہی) میں نفی کے ساتھ ایسا گمان کرنے والوں کے لیے شدید زجر و توبیخ اور سخت ڈانٹ ڈپٹ بھی ہے۔ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ .

۲: [ذ] کے ڈانٹ اور نفی کی تاکید کے لیے ہونے کے متعلق شیخ ابن عاشور رقم

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

طراز ہیں:

”وَ [ذَا] مَزِيْلَةٌ لِّلْتَأْكِيْدِ اِذْ لَيْسَ ثَمَّ مُشَارٌ اِلَيْهِ مُعِيْنٌ ، وَ الْعَرَبُ تَزِيْدُ [ذَا] لِمَا تَدُلُّ عَلَيْهِ الْاِشَارَةُ مِنْ وُجُوْدِ شَخْصٍ مُعِيْنٍ يَتَعَلَّقُ بِهٖ حُكْمُ الْاِسْتِفْهَامِ ، حَتَّى اِذَا ظَهَرَ عَدَمُ وُجُوْدِهٖ كَانَ ذٰلِكَ اَدَلَّ عَلٰى اَنْ لَيْسَ ثَمَّةَ مُتَطَلِّعٌ يَنْصَبُ نَفْسَهٗ لِادِّعَاءِ هٰذَا الْحُكْمِ .“¹

”اور [ذَا] کا تاکید کی غرض سے اضافہ کیا گیا ہے، کیونکہ وہاں کوئی ایسا معین شخص نہیں، جس کی جانب اشارہ کیا گیا ہو۔ عرب استفہام کے متعلق معین شخص پر دلالت کی خاطر [ذَا] کا اضافہ کرتے ہیں۔ جب معین شخص کا نہ ہونا واضح ہو جائے، تو یہ اس بات پر بہت زیادہ دلالت کرتا ہے، کہ وہاں کوئی ایسا شخص بھی نہیں، جو اس حکم کے دعویٰ کا تصور بھی کر سکے۔“

حاصل کلام یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کا شفاعت کرنا، تو بہت دور کی بات ہے، جملے میں موجود لفظ [ذَا] اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ ایسا کرنے کے دعویٰ کا بھی کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
ج: اذن الہی کے بغیر شفاعت کی نفی کے متعلق دیگر نصوص:

قرآن و سنت میں یہ حقیقت متعدد مقامات پر واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ ذیل میں اس بارے میں تین آیات اور ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے:

ا: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿مَا مِنْ شَفِيعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمْ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾²

¹ تفسیر التحریر و التوضیح ۲/۱۳۔ ² سورۃ یونس - ﴿۱۰﴾ - جزء من الآیة ۳۔

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

[کوئی سفارش کرنے والا نہیں، مگر ان کی اجازت کے بعد۔ وہی اللہ تعالیٰ تمہارے رب ہیں، سو ان کی عبادت کرو۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟]

۲: ارشاد تعالیٰ:

﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾^①

[اس دن سفارش نفع نہیں دے گی، مگر جس کے لیے رحمان اجازت دیں اور جس کے لیے بات کرنا پسند فرمائیں۔]

۳: صرف یہی نہیں، بلکہ روزِ قیامت تو صورتِ حال یہ ہوگی، کہ فرشتے بشمول حضرت جبریل عليه السلام دربارِ الہی میں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر گفتگو کرنے کی بھی جسارت نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾^②

[جس دن روح (الامین یعنی حضرت جبریل) اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ وہ بات نہیں کریں گے، سوائے اس کے، جسے رحمن اجازت دیں گے اور (جو) درست بات کہے گا۔]

۴: مزید برآں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دی ہے، کہ روزِ قیامت حضراتِ انبیاء و رسل عليہم السلام میں سے کوئی بھی، اُن کے سوا دربارِ الہی میں شفاعت کے لیے آگے نہیں بڑھے گا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شفاعت کرنے کا آغاز

① سورة طه / الآية ۱۰۹.

② سورة النبا / الآية ۳۸.

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ، اکی تفسیر

اللہ تعالیٰ کی اجازت ہی سے کریں گے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ)

انہوں نے بیان کیا:

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع فرمائیں گے، تو وہ کہیں گے:

”لَوْ اسْتَشْفَعْنَا عَلَى رَبِّنَا حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا.“

”اگر ہم اللہ تعالیٰ کے حضور کسی سے شفاعت کروائیں، تاکہ ہمارے اس

ٹھہرنے (کی مشقت) سے وہ ہمیں راحت دے دیں۔“^①

(پھر) لوگ آدم۔ عَلَیْهِ السَّلَام۔ کے پاس حاضر ہو کر کہیں گے:

”أَنْتَ الَّذِي خَلَقْتَ اللَّهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَمَرَ

الْمَلَائِكَةَ، فَسَجَدُوا لَكَ، فَأَشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّنَا.“

”آپ وہ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور آپ

میں اپنی روح سے پھونکا اور فرشتوں کو حکم دیا، تو انہوں نے آپ کے لیے

سجدہ کیا، سو آپ ہمارے رب کے حضور ہمارے لیے شفاعت کیجیے۔“

تو وہ کہیں گے:

”لَسْتُ هُنَاكُمْ.“

”میں تمہارے لیے وہاں (کچھ بھی) نہیں۔“ (یعنی دربارِ الہی میں

① امام ابن حبان کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے: ”بلاشبہ روز

قیامت آدمی کو پسینے نے لگام ڈال رکھی ہوگی، (یعنی پسینہ لگام کی مانند اس کے منہ میں ہوگا)، تو وہ شخص

کہے گا: ”اے میرے رب! (اس صورتِ حال سے) مجھے راحت دیجیے، اگرچہ دوزخ کی آگ کی

طرف۔“ (یعنی یہاں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے، اگرچہ اس کے لیے آپ مجھے دوزخ کی آگ میں

ڈال دیں۔“ (منقول از: فتح الباری ۱/۱۱۳۳)

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

تمہاری شفاعت کرنے کا اہل نہیں۔

اور وہ اپنی غلطی کا تذکرہ کریں گے ❶ اور کہیں گے: ”نوح۔ علیہ السلام۔ کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ پہلے رسول ہیں۔“
سو وہ (لوگ) ان کے پاس آئیں گے، تو وہ کہیں گے: ”میں تمہارے لیے وہاں نہیں۔“

اور وہ اپنی غلطی کا ذکر کریں گے؟“ ❷

”اِنْتُمْ اِبرَاهِيمَ . عَلَیْهِمُ . الَّذِي اتَّخَذَهُ اللّٰهُ خَلِيْلًا .“

”ابراہیم۔ علیہ السلام۔ کے پاس جاؤ، جنہیں اللہ تعالیٰ نے (اپنا) خلیل ٹھہرایا۔“
سو وہ ان کے پاس آئیں گے، تو وہ کہیں گے:
”لَسْتُ هُنَاكُمْ .“

”میں تمہارے لیے وہاں نہیں۔“

اور وہ اپنی غلطی کا ذکر کریں گے: ❸

”اِنْتُمْ اِبرَاهِيمَ . عَلَیْهِمُ . الَّذِي اتَّخَذَهُ اللّٰهُ .“

”موسیٰ۔ علیہ السلام۔ کے پاس جاؤ، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے گفتگو کی۔“

پس وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے: ❹

❶ ایک روایت میں ہے: ”ممانعت کے باوجود ان کا (منوعہ) درخت سے کھانا۔“ (بحوالہ: فتح الباری ۴۳۳/۱۱)

❷ ایک روایت میں ہے: ”وہ رب تعالیٰ سے اپنے اُس سوال کا ذکر کریں گے، جس کا انہیں علم نہیں تھا۔“ (بحوالہ: المرجع السابق ۴۳۴/۱۱) یعنی بیٹے کے غرق ہونے پر، اس کے متعلق کیا گیا سوال۔

❸ ایک روایت میں ہے: ”بلاشبہ میں نے تین جھوٹ بولے تھے۔“ ایک دوسری روایت میں ہے: ”ان کا یہ کہنا: ”بلاشبہ میں بیمار ہوں۔“ اور ان کا کہنا: ”بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہے۔“ اور ان کا اپنی اہلیہ سے کہنا: ”اسے یہ بتانا، کہ بلاشبہ میں تمہارا بھائی ہوں۔“ (منقول از: المرجع السابق ۴۳۵/۱۱)۔

❹ ایک روایت میں ہے (اور وہ کہیں گے): ”میں نے ایک جان کو قتل کیا، جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔“ (منقول از: المرجع السابق ۴۳۵/۱۱)

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

”اِنْتُوا عَيْسَى . عَلَّيْكُمْ“

”عیسیٰ۔ علیکم۔ کے پاس جاؤ۔“

پس وہ (لوگ) ان کے پاس آئیں گے، تو وہ کہیں گے:

”لَسْتُ هُنَاكُمْ. اِنْتُوا مُحَمَّدًا . ﷺ. قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
وَمَا تَأَخَّرَ.“

”میں تمہارے لیے وہاں (کچھ بھی) نہیں۔ محمد۔ ﷺ۔ کے پاس جاؤ،

بلاشبہ ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔“

فَيَا تُونِي، فَاَسْتَاذِنُ عَلٰى رَبِّيْ.

”فَاِذَا رَاَيْتَهُ، وَقَعْتُ لَهُ سَاجِدًا، فَيَدْعُنِيْ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُقَالُ

لِيْ: ”ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَسَلِّ تَعْطَةَ، وَقُلْ يُسْمِعْ، وَاشْفَعُ تَشْفَعُ.“

”پس وہ میرے پاس آئیں گے، تو میں اپنے رب سے اجازت طلب

کروں گا۔ پس جب میں انہیں دیکھوں گا، تو سجدے میں گر جاؤں گا۔

جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے، مجھے (اسی حالت میں) رہنے دیں گے،

پھر میرے لیے کہا جائے گا:

”اپنے سر کو اٹھائیے اور سوال کیجیے، آپ کو عطا کیا جائے گا اور کہیے، سنا

جائے گا (یعنی آپ کی بات سنی جائے گی) اور شفاعت کیجیے، آپ کی

شفاعت قبول کی جائے گی۔“

”فَارْفَعْ رَأْسِيْ، فَاَحْمَدُ بِتَحْمِيْدِ يُعَلِّمُنِيْ، ثُمَّ اَشْفَعُ، فَيُحَدِّثُ لِيْ

حَدًّا، ثُمَّ اُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ، وَاَدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ.“

”پس میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی ایسی تعریف کروں گا، جو

وہ مجھے سکھائیں گے، پھر میں شفاعت کروں گا، تو وہ میرے لیے ایک حد

[مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ] کی تفسیر

مقرر فرمائیں گے۔ پھر میں انہیں دوزخ کی آگ سے نکالوں گا اور انہیں جنت میں داخل کروں گا۔“

”ثُمَّ أَعُودُ، فَاقْعُ سَاجِدًا مِثْلَهُ فِي الثَّالِثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ، حَتَّى لَا يَبْقَى فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ.“^①

”پھر میں سجدے میں اسی طرح دوبارہ گر جاؤں گا، پھر تیسری یا چوتھی مرتبہ، یہاں تک کہ دوزخ کی آگ میں صرف وہی باقی رہے گا، جسے قرآن نے (دوزخ میں) روکا ہوگا۔“

قتادہ اس مقام پر کہا کرتے تھے:

”یعنی اس پر (دوزخ میں) ہمیشہ رہنا واجب ہو چکا ہوگا۔“

اس حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ ہمارے نبی کریم ﷺ، مخلوق میں سے معزز ترین شخصیت اور رب العالمین کے محبوب ہونے کے باوجود، روز قیامت اللہ تعالیٰ کی اجازت میسر آنے سے پہلے شفاعت نہیں کریں گے۔ اسی بارے میں شیخ ابن عاشور لکھتے ہیں:

”فَسُجُودُهُ اسْتِيْذَانٌ فِي الْكَلَامِ، وَ لَا يَشْفَعُ حَتَّى يُقَالَ:

”اِشْفَعْ“، وَ تَعْلِيْمُهُ الْكَلِمَاتِ مُقَدِّمَةٌ لِلاِذْنِ.“^②

”آحضرت ﷺ کا سجدہ گفتگو کرنے کی اجازت طلب کرنے کی خاطر ہے۔ آحضرت ﷺ تب تک شفاعت نہیں کریں گے، جب تک کہ آپ سے یہ نہیں کہا جائے گا: ”شفاعت کیجیے۔“ اور (جب تک)

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، رقم الحديث

۴۱۸-۴۱۷/۱۱، ۶۵۶۵؛ وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة

فيها، رقم الحديث ۳۲۲- (۱۹۳)، ۱۸۰/۱-۱۸۱. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

② تفسیر التحریر والتنویر ۲۱/۳.

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

آنحضرت ﷺ کو اجازت سے پہلے والے کلمات سکھلائے نہیں جائیں گے۔“

علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ دورانِ شفاعت اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر کردہ حدود کے اندر ہی سفارش کریں گے۔ گویا کہ آنحضرت ﷺ شفاعت کے اس عظیم اعزاز کے باوجود اپنی مرضی سے کسی کی شفاعت نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔

و: جملے کا ماقبل سے تعلق:

آیت الکرسی کے پہلے جملے [اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ] میں بیان کردہ حقیقت یہ ہے، کہ ہر قسم کی الوہیت و عبودیت کے مستحق تھا اللہ تعالیٰ ہیں۔ مشرک لوگ غیر اللہ کی عبادت کر کے اس حقیقت کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ اپنے اس طرزِ عمل کے لیے جواز کا سبب یہ پیش کرتے تھے، کہ وہ (یعنی اُن کے معبودانِ باطلہ) اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے لیے سفارشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے بیان فرمایا، کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ان ہی کی ملکیت ہے اور کوئی بھی روزِ قیامت ان کی اجازت کے بغیر شفاعت کی جرات نہیں کرے گا۔

امام طبری کا بیان

”وَإِنَّمَا قَالَ ذَلِكَ تَعَالَى ذِكْرُهُ لِأَنَّ الْمُشْرِكِينَ قَالُوا: ”مَا نَعْبُدُ أَوْثَانًا هَذِهِ إِلَّا لِيُقَرَّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى.“

فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ذِكْرُهُ لَهُمْ: ”لِي مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَلَكًا، فَلَا تَتَّبِعُوا الْعِبَادَةَ

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

لِغَيْرِي . فَلَا تَعْبُدُوا إِلَّا وَثَانَ اللَّهِ الَّذِي تَرَعُمُونَ إِنَّهَا تَقَرَّبُكُمْ مِنِّي زُلْفَى ، فَإِنَّهَا لَا تَنْفَعُكُمْ عِنْدِي ، وَلَا تُغْنِي عَنْكُمْ شَيْئًا . وَلَا يَشْفَعُ عِنْدِي أَحَدٌ إِلَّا بِإِذْنِي وَإِيَّاهُ ، وَالشَّفَاعَةُ لِمَنْ يَشْفَعُ لَهُ ، مِنْ رُسُلِي وَأَوْلِيَائِي وَأَهْلِ طَاعَتِي .^۱

”اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے فرمایا، کیونکہ مشرکوں نے کہا: ”ہم ان بتوں کی صرف اس لیے پرستش کرتے ہیں، تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔“

تو (ان کا رد کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے، بشمول آسمانوں اور زمین، یہ سب کچھ صرف میری ملکیت ہے، لہذا میرے علاوہ کسی کی عبادت کرنا درست نہیں۔ ان بتوں کی پوجا نہ کرو، کیونکہ جن کے بارے میں تمہارا گمان ہے، کہ وہ تمہیں میرے قریب کرتے ہیں، وہ میرے ہاں تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچائیں گے اور نہ ہی وہ تمہارے کچھ کام آئیں گے۔ میرے حضور تو صرف وہ ہی، کسی ایک کے لیے، شفاعت کرے گا، جسے میں اجازت دوں گا۔ (روزِ قیامت) شفاعت تو ان لوگوں کے لیے ہے، جن کے لیے میرے رسول، میرے اولیاء اور میرے اطاعت گزار لوگ شفاعت کریں گے۔“

ہ: جملے کے دیگر تین فوائد:

۱: اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور کبریائی کا بیان:

① تفسیر الطبری ۵/۳۹۵.

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر

روزِ قیامت کوئی ان کی اجازت کے بغیر ان کے حضور شفاعت کرنے کی جسارت بھی نہیں کر پائے گا۔

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

”يَبَّانُ لِكِبْرِيَاءِ شَانِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى، وَ أَنَّهُ لَا أَحَدٌ يُسَاوِيهِ أَوْ يُدَانِيهِ يَسْتَقِيلُ بِأَنْ يَدْفَعَ مَا يُرِيدُهُ شَفَاعَةً وَ اسْتِغَانَةً، فَضْلًا عَنِ أَنْ يَعَاوِفَهُ عِنَادًا أَوْ مُنَاصَبَةً أَي مَخَاصِمَةً.“^①

”اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شانِ کبریائی کا بیان ہے، کہ یہ تو بہت دور کی بات ہے، کہ کوئی عناد یا دشمنی یا جھگڑے سے ان کے ارادے کی راہ میں رکاوٹ بنے، بلکہ صورتِ حال یہ ہے، کہ ایسا بھی نہیں ہے، کہ کوئی ان کے مساوی یا (رتبے میں) قریب ہونے کی بنا پر شفاعت یا ان کے روبرو عاجزی کر کے، ان کے ارادے کو ٹال دے۔“

علامہ ابو حیان اندلسی نے تحریر کیا ہے:

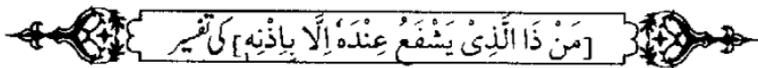
”وَفِي هَذِهِ الْآيَةِ أَعْظَمُ دَلِيلٍ عَلَى مَلَكُوتِ اللَّهِ، وَ عِظَمِ كِبْرِيَاةِهِ، بِحَيْثُ لَا يُمَكِّنُ أَنْ يُقَدِّمَ أَحَدٌ عَلَى الشَّفَاعَةِ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنٍ مِنْهُ تَعَالَى.“^②

”اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور کبریائی کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے، کہ کسی کے لیے یہ بھی ممکن نہیں، کہ وہ ان کے حضور

① تفسیر البيضاوي ١/١٣٤. نیز ملاحظہ ہو: الكشاف ١/٣٨٤-٣٨٥؛ وتفسیر ابن كثير

١/٣٣١؛ وتفسیر أبي السعود ١/٢٤٨؛ وتفسیر النسفي ١/١٢٨.

② البحر المحيط ١/٢٨٨.



ان کی اجازت کے بغیر شفاعت کرنے کی خاطر آگے بڑھے۔“

۲: اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت کا ثبوت:

علامہ ابو حیان رقم طراز ہیں:

”وَدَلَّتِ الْآيَةُ عَلَى وُجُودِ الشَّفَاعَةِ بِإِذْنِهِ تَعَالَى . وَ الْإِذْنُ

هُنَا مَعْنَاهُ : الْأَمْرُ .“^①

”(یہ) آیت (شریفہ) اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاعت کے ہونے پر

دلالت کرتی ہے اور [الإذن] کا یہاں معنی: حکم ہے۔“

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [إِلَّا بِإِذْنِهِ] [مگر اُن کے اذن کے ساتھ]۔ اور اگر

شفاعت ثابت نہ ہوتی، تو اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ اُس کے ہونے کا استثناء نہ کیا

جاتا۔^②

۳: شفاعت کے لیے اذن الہی کا ثبوت:

اللہ تعالیٰ کی جانب سے شفاعت کی خاطر اجازت کا حاصل ہونا ثابت ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ .



① البحر المحيط ۱ / ۲۸۸ .

② ملاحظہ ہو: تفسیر آية الكرسي ص ۳۱ .

[يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ] کی تفسیر

-۶-

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کی تفسیر

- ا: جملے کا معنی
 ب: اسم موصول [مَا] کا فائدہ اور اس کی تکرار کی حکمت
 ج: [أَيْدِيهِمْ] اور [خَلْفَهُمْ] میں ضمیر [هُمْ] کا مرجع
 د: [مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ] اور [وَمَا خَلْفَهُمْ] کی تفسیر میں آٹھ اقوال
 ہ: علم الہی کے تمام کائنات کا احاطہ کرنے کے متعلق دیگر چھ آیات
 و: جملے کا ما قبل سے تعلق

ا: جملے کا معنی:

تین مفسرین کے اقوال:

I: امام طبری:

”إِنَّهُ الْمُحِيطُ بِكُلِّ مَا كَانَ، وَبِكُلِّ مَا هُوَ كَائِنٌ، عِلْمًا لَا
 يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْهُ.“¹

”یقیناً وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) ہر چیز کا، جو (زمانہ ماضی میں) تھی اور ہر اس
 چیز کا جو (اب) ہے اور جو (آئندہ) ہوگی، اپنے علم کے اعتبار سے ایسے
 احاطہ کیے ہوئے ہیں، کہ اُن سے اُس کے بارے میں کچھ بھی مخفی نہیں۔“

1 تفسیر الطبری 396/5.

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کی تفسیر

II: حافظ ابن کثیر:

”ذَلِيلٌ عَلَى إِحَاطَةِ عِلْمِهِ بِجَمِيعِ الْكَائِنَاتِ مَا ضِيهَا،
وَحَاضِرِهَا، وَمُسْتَقْبَلِهَا.“¹
”کائنات کی تمام چیزوں کے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق اللہ تعالیٰ
کے علم کے احاطہ کرنے کی دلیل ہے۔“

III: نواب صدیق حسن خاں:

”وَالْمَقْصُودُ أَنَّهُ عَالِمٌ بِجَمِيعِ الْمَعْلُومَاتِ، لَا يَخْفَى
عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ أَحْوَالِ جَمِيعِ خَلْقِهِ، حَتَّى يَعْلَمَ دَيْبَ
النَّمْلَةِ السُّودَاءِ فِي اللَّيْلَةِ الظُّلْمَاءِ عَلَى الصَّخْرَةِ الصَّمَاءِ،
تَحْتَ الْأَرْضِ الْغُبْرَاءِ، وَحَرَكَةَ الدَّرَّةِ فِي جَوِّ السَّمَاءِ،
وَالطَّيْرَ فِي الْهَوَاءِ، وَالسَّمَكَ فِي الْمَاءِ.“²
” (اس جملے کا) مقصود یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کے ایسے جاننے
والے ہیں، کہ مخلوق کے حالات میں سے کوئی بات اُن سے پوشیدہ نہیں،
یہاں تک کہ وہ غبار آلود زمین کے نیچے ہر طرف سے بند پتھر کے اوپر
تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کے چلنے، آسمان کی فضا میں ذرہ کی حرکت،
ہوا میں (اڑنے والے) پرندے اور پانی میں (تیرنے والی) مچھلی سے
آگاہ ہیں۔“

ب: اسم موصول [مَا] کا فائدہ اور اس کی تکرار کی حکمت:

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ میں اسم موصول [مَا] عموم کے صیغوں میں سے

1 تفسیر ابن کثیر 1/331.

2 فتح البیان 1/423.

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کی تفسیر

ہے۔ اس کے یہاں استعمال سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ ان کے دائرہ علم میں ہر چیز ہے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے افعال سے ہو یا بندوں کے افعال سے۔^①

﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ میں اسم موصول [مَا] کا تکرار اللہ تعالیٰ کے علم کی جامعیت کی تاکید کے لیے ہے۔^②

ج: [أَيْدِيهِمْ] اور [خَلْفَهُمْ] میں ضمیر [هُمْ] کا مرجع^③:

اس ضمیر کے مرجع کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال میں سے تین درج ذیل ہیں:
 ۱: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ موجود ہے، ان میں سے [عقل والوں] کے لیے یہ ضمیر ہے۔ قاضی ابن عطیہ لکھتے ہیں:

”[أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ] میں (موجود) دونوں (ضمیر [هُمْ]) آسمانوں اور زمین میں موجود چیزوں میں سے عقل والوں کی طرف لوٹی ہیں۔“^④
 [اس طرح جملے کا ترجمہ ہوگا:

وہ جانتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں عقل والی مخلوق کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔]

۲: ضمیر [هُمْ] مخلوق کی طرف پلٹی ہے۔ حافظ ابن جوزی نے تحریر کیا ہے:

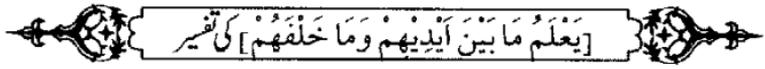
① ملاحظہ ہو: البحر المحيط ۱/۲۸۹؛ وتفسیر آية الكرسي ص ۱۶.

② ملاحظہ ہو: البحر المحيط ۱/۲۸۸.

③ یعنی یہ ضمیر (هُمْ) کس چیز کی طرف پلٹی ہے؟ مراد یہ ہے، کہ یہاں آگے اور پیچھے کا جو ذکر کیا گیا ہے، وہ کن کے آگے اور پیچھے سے ہے؟

④ المحرر الوجيز ۲/۲۷۷. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۳/۲۷۶؛ و کتاب التسهيل ۱/۱۵۹؛

وتفسیر أبي السعود ۱/۲۴۸؛ وفتح القدير ۱/۴۱۱.



”ظاہری کلام کا تقاضا یہ ہے، کہ تمام مخلوق کی جانب اشارہ ہو۔“^①

[اس طرح جملے کا ترجمہ یوں ہوگا:

] وہ جانتے ہیں، جو کچھ تمام مخلوق کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے

ہے۔]

۳: ضمیر [هُم] فرشتوں کی طرف پلٹی ہے۔ امام مقاتل نے بیان کیا: [هُم] سے

مراد فرشتے ہیں۔^②

اس طرح ترجمہ یوں ہوگا:

] وہ جانتے ہیں، جو کچھ، کہ فرشتوں کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے

ہے۔]

د: [مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ] اور [وَمَا خَلْفَهُمْ] کی تفسیر میں آٹھ اقوال:

اس حوالے سے حضرات مفسرین کے بیان کردہ اقوال میں سے آٹھ درج ذیل ہیں:

۱: ﴿مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ سے مراد ان سے پہلے دنیا کے معاملات اور ﴿وَمَا

خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود ان کے بعد آخرت کا معاملہ۔^③

۲: ﴿مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ سے مراد آخرت ہے، کیونکہ وہ ان کے آگے ہے اور وہ

اس کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں اور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود دنیا ہے،

کیونکہ وہ اسے اپنے پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔^④

① زاد المسیر ۳۰۳/۱۔

② بحوالہ: المرجع السابق ۳۰۳/۱۔

③ یہ حضرات ائمہ عطاء، مجاہد اور سدی کا قول ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر البغوی ۲۳۹/۱؛ زاد المسیر

۳۰۳/۱؛ و تفسیر القرطبی ۲۷۶/۳؛ و تفسیر البیضاوی ۱۳۴/۱)۔

④ یہ امام شحاک اور امام کلیبی کی رائے ہے۔ (ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۱۰/۷-۱۱)۔ نیز دیکھئے:

تفسیر البغوی ۲۳۹/۱؛ زاد المسیر ۳۰۳/۱؛ و تفسیر البیضاوی ۱۳۴/۱)۔

[يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ] کی تفسیر

- ۳: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ سے مراد: جو آسمان سے زمین تک ہے اور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود: جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ ❶
- ۴: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ سے مراد: جو ان کی زندگیوں کے ختم ہونے کے بعد ہوگا اور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود: جو کچھ ان کی تخلیق سے پہلے تھا۔ ❷
- ۵: جو خیر و شر وہ کر چکے ہیں اور جو وہ اس کے بعد کریں گے۔ ❸
- ۶: ﴿مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ سے مراد: جو کچھ فرشتوں سے پہلے تھا اور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود: جو کچھ ان کی تخلیق کے بعد تھا۔ ❹
- ۷: جو کچھ، وہ محسوس کرتے ہیں اور جو کچھ وہ سمجھتے ہیں۔ ❺
- ۸: وہ کچھ، جس کا لوگ ادراک کرتے ہیں اور وہ کچھ، جس کا وہ ادراک نہیں کرتے۔ ❻

مذکورہ بالا اقوال میں سے کسی ایک قول کو بھی اختیار کیا جائے، تو..... وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ..... مقصود یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا، جو تھی اور ہر اس چیز کا، جو ہے اور ہر اس چیز کا، جو ہوگی، اپنے علم سے احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ بالفاظ دیگر اللہ جل جلالہ تمام مخلوقات کے سب احوال سے خوب آگاہ ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی اور چھپی ہوئی نہیں۔

❶ یہ تفسیر امام عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۱۱/۷-۱۱)۔

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۱/۷۔

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۱/۷۔

❹ ملاحظہ ہو: تفسیر البغوي ۱/۲۳۹۔

❺ ملاحظہ ہو: تفسیر البيضاوي ۱/۱۳۴؛ و تفسیر أبي السعود ۱/۲۴۸۔

❻ ملاحظہ ہو: تفسیر البيضاوي ۱/۱۳۴؛ و تفسیر أبي السعود ۱/۲۴۸؛ و تفسیر القاسمي ۳/۳۲۰۔

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کی تفسیر

ہ: علم الہی کا تمام کائنات کا احاطہ کرنے کے متعلق دیگر چھ آیات:

آیت الکرسی میں بیان کردہ اس حقیقت پر دلالت کرنے والی متعدد نصوص میں سے چھ درج ذیل ہیں:

۱: ارشاد تعالیٰ:

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ
عَلَمًا﴾ ❶

[وہ جانتے ہیں، جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ (لوگ) علم کے اعتبار سے ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔]

۲: ارشاد تعالیٰ:

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ
ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِنَ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ﴾ ❷

[وہ جانتے ہیں، جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ صرف انہی کی شفاعت کریں گے، جن کے لیے اللہ تعالیٰ (شفاعت کرنا) پسند فرمائیں گے اور وہ ان کے خوف سے ڈرے ہوئے ہیں۔]

۳: ارشاد تعالیٰ:

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ
الْأُمُورُ﴾ ❸

[وہ جانتے ہیں، جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور

❶ سورة طه / الآية ۱۱۰ .

❷ سورة الأنبياء / الآية ۲۸ .

❸ سورة الحج / الآية ۷۶ .

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کی تفسیر

تمام معاملات انہی کی جانب لوٹائے جائیں گے۔ [

۴: ارشادِ تعالیٰ:

﴿قُلْ إِنْ تَخْضَعُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْذَرُونَ يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَ
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ①

[آپ کہہ دیجیے، کہ تم چاہے اس چیز کو چھپاؤ، جو تمہارے سینوں میں ہے
یا ظاہر کرو، اللہ تعالیٰ اسے جانتے ہیں اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ
زمین میں ہے، وہ اُسے جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قدرت
رکھتے ہیں۔]

۵: ارشادِ تعالیٰ:

﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ②

[اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں
ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب باخبر ہیں۔]

۶: ارشادِ تعالیٰ:

﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا
تُعْلِنُونَ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ ③

[وہ جانتے ہیں، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ بانٹتے ہیں، جو

① سورة آل عمران / الآية ۲۹.

② سورة الحجرات / جزء من الآية ۱۶.

③ سورة التغابن / الآية ۴.

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کی تفسیر

کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سینوں والی (چھپی ہوئی باتوں) سے خوب آگاہ ہیں۔]

دو تنبیہات:

۱: کائنات میں اللہ تعالیٰ سب سے سچے ہیں۔ راست بازی اور صدق گوئی میں ان

کا کوئی ہمسرا، ثانی اور مثل نہیں۔ انہوں نے خود ہی اپنے متعلق خبر دی ہے:

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾^①

[اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ گفتار میں کون سچا ہے؟]

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾^②

[اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا کون ہے؟]

﴿قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللَّهُ﴾^③

[کہیے: ”کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟“ کہہ دیجیے: ”اللہ

تعالیٰ۔“]

کسی بات کے حق اور سچ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک بار فرمانا بہت کافی ہے، لیکن جب وہ کسی حقیقت کے متعلق اتنی مرتبہ بیان فرمائیں، تو اس کا قطعی ہونا کس قدر ہوگا!

۲: بندے کا اس حقیقت کو سمجھنا، اس پر یقین کرنا اور اسے ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنا،

کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر بول، ہر اشارے، ہر حرکت، غرضیکہ ہر چیز سے خوب

آگاہ ہیں، ہر بدی اور ظلم سے اُسے روکنے کے لیے بہت کافی ہے۔

① سورة النساء / جزء من الآية ۸۷.

② سورة النساء / جزء الآية ۱۲۲.

③ سورة الأنعام / جزء الآية ۱۹.

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کی تفسیر

اے اللہ کریم، ہمیں، ہمارے بہن بھائیوں، نسلوں اور امت کو اس حقیقت کا ادراک و یقین اور اسے ہمیشہ یاد رکھنے کی توفیق نصیب فرما دیجیے۔ إِنَّكَ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ .

و: جملے کا ما قبل سے تعلق:

اس جملے میں مخلوق کو بلا اجازت شفاعت سے محروم کرنے کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ شفاعت کرنے کی صلاحیت اور شفاعت پانے کی اہلیت کا کما حقہ علم صرف اللہ جل جلالہ کو ہے، کسی اور کو نہیں، اسی لیے شفاعت دینے کا اختیار بھی صرف انہی کے شایان شان ہے۔

دو مفسرین کے اقوال:

۱: علامہ رازی لکھتے ہیں:

”وَاعْلَمُ أَنَّ الْمَقْصُودَ بِهَذَا الْكَلَامِ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ عَالِمٌ بِأَحْوَالِ الشَّافِعِ وَالْمَشْفُوعِ لَهُ، فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِاسْتِحْقَاقِ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ، لِأَنَّهُ عَالِمٌ بِجَمِيعِ الْمَعْلُومَاتِ، لَا يَخْفَى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ. وَالشُّفَعَاءُ لَا يَعْلَمُونَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ أَنَّ لَهُمْ مِنْ الطَّاعَةِ مَا يَسْتَحِقُّونَ بِهِ هَذِهِ الْمَنْزِلَةَ الْعَظِيمَةَ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى. وَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى هَلْ أَدْنَى لَهُمْ فِي تِلْكَ الشَّفَاعَةِ، وَانَّهُمْ يَسْتَحِقُّونَ الْمَقْتَّ وَالزَّجْرَ عَلَى ذَلِكَ. وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ لِأَحَدٍ مِنَ الْخَلَائِقِ أَنْ يُقَدِّمَ عَلَى الشَّفَاعَةِ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى.“^①

”(اچھی طرح) سمجھ لیجیے، کہ اس کلام سے مقصود یہ ہے، کہ (اللہ) سبحانہ و

① التفسیر الکبیر ۱۱/۷، نیز دیکھیے: غرائب القرآن ۱۷/۳.

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کی تفسیر

تعالیٰ ثواب و عقاب کے مستحق ہونے کے اعتبار سے [شافع] ❶ اور [مشفوع لہ] ❷ دونوں کے حالات سے آگاہ ہیں، کیونکہ وہ سب معلومات سے باخبر ہیں۔ کوئی مخفی چیز بھی ان سے پوشیدہ نہیں اور شفاعت کرنے والوں کو تو اپنے بارے میں (بھی) یہ خبر نہیں، کہ آیا ان کی (اللہ تعالیٰ کی) اس قدر طاعت گزاری ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس (یعنی شفاعت کے) عظیم رتبہ کے مستحق ہوں۔ انہیں یہ علم بھی نہیں، کہ کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس (یعنی کی جانے والی) شفاعت کی اجازت دی ہے اور (نہ ہی وہ جانتے ہیں)، کہ اس بنا (یعنی بلا اجازت کرنے) پر وہ (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) ناراضی اور باز پرس کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت کا حق نہیں۔“

❸: شیخ ابن عاشور رقم طراز ہیں:

”وَهِيَ أَيْضًا تَعْلِيلٌ لِّجُمْلَةٍ: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ إِذْ قَدْ يَتَّجِهُ سُؤَالٌ:

لِمَاذَا حُرِّمُوا الشَّفَاعَةَ إِلَّا بَعْدَ الْإِذْنِ؟

فَقِيلَ: ”لَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ مَنْ يَسْتَحِقُّ الشَّفَاعَةَ، وَرُبَّمَا غَرَّتْهُمْ الظُّوَاهِرُ. وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يَسْتَحِقُّهَا، فَهُوَ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ.“ ❹

”یہ (جملہ) ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کے سبب کو

❹ یعنی جس کے لیے شفاعت کی جائے۔

❶ یعنی شفاعت کرنے والا۔

❷ تفسیر التحرير والتنوير ۳/۲۱-۲۲.

[يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ] کی تفسیر

بیان کرتا ہے، کیونکہ بسا اوقات یہ سوال پیدا ہوتا ہے:

اجازت کے بغیر شفاعت سے محروم کیوں کیے گئے؟

(جواب میں) کہا گیا: کیونکہ انہیں علم ہی نہیں، کہ کون شفاعت کا مستحق

ہے، شاید، کہ انہیں ظاہری صورتِ حال دھوکہ دے جائے۔ اللہ تعالیٰ کو علم

ہے، کہ کون شفاعت کا مستحق ہے۔ وہ جانتے ہیں، جو کچھ، کہ ان کے

آگے ہے اور جو کچھ، ان کے پیچھے ہے۔“



[وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ] کی تفسیر

-۷-

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

۱: جملے کے مفردات کے معانی

ب: جملے کے معانی

ج: مخلوق کے علم کا کامل نہ ہونا

۳: جملے کا ما قبل سے تعلق

۱: جملے کے مفردات کے معانی

۱: [يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ]:

دو علماء کے اقوال:

I: علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں:

”الْبَاحِاطَةُ تَقْتَضِي الْحَفُوفَ بِالشَّيْءِ مِنْ جَمِيعِ جِهَاتِهِ

وَالْإِشْتِمَالِ عَلَيْهِ.“^①

”[احاطہ] کا تقاضا تمام اطراف سے چیز کو گھیرنا اور اس پر مشتمل ہونا ہے۔“

II: علامہ راغب اصفہانی نے تحریر کیا ہے:

”وَالْبَاحِاطَةُ بِالشَّيْءِ عِلْمًا هِيَ أَنْ تَعْلَمَ وَجُودَهُ، وَجِنْسَهُ،

وَكَيْفِيَّتَهُ، وَعَرَضَهُ الْمَقْصُودَ بِهِ، وَيُأَيِّجَادِهِ، وَمَا يَكُونُ

① البحر المحيط ۱/۲۸۹.

﴿وَأَلَّا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

بہ، وَمِنْهُ۔^①

”کسی چیز کا علم کے اعتبار سے احاطہ یہ ہے، کہ اس کے وجود، جنس، کیفیت، غرض و غایت، اس کی ایجاد، اور وہ کس چیز کے ساتھ اور کس سے ہوئی، (ان سب باتوں) کے بارے میں علم ہو۔“

۲: [مِنْ عِلْمِهِ]:

مفسرین نے [علم] کے دو معانی بیان کیے ہیں:

ا: یہاں [علم] سے مراد معلوم ہے۔^②

ب: علم سے مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم ہے۔^③

ب: جملے کے معانی:

[علم] کے مذکورہ بالا دونوں معانی کے اعتبار سے جملے کے بھی درج ذیل دو معانی ہیں:

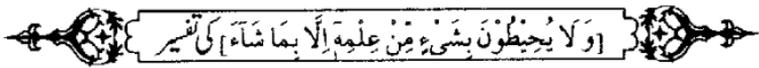
I: اللہ تعالیٰ کی معلومات کے بارے میں کسی کو کچھ بھی علم نہیں، ماسوائے اس کے، جو وہ خود، کسی کو بتلائیں۔

II: کوئی بھی اپنے علم سے اللہ جل جلالہ کی ذات اور صفات کا احاطہ نہیں کر سکتا، سوائے اس کے، کہ جو وہ خود اس بارے میں، اسے بتلائیں۔

① المفردات فی غریب القرآن، مادة ”حائط“، ص ۱۳۶-۱۳۷. امام لیرٹ نے بیان کیا ہے: ”جب کوئی شخص کسی چیز کو اپنے قابو میں لے یا اس کا علم اپنی انتہا کو پہنچ جائے، تو کہا جاتا ہے، کہ اس نے اس چیز کا احاطہ کیا ہے۔“ (بحوالہ: زاد المسیر ۱/۳۰۴).

② ملاحظہ ہو: المحرر الوجیز ۲/۲۷۷؛ زاد المسیر ۱/۳۰۴؛ والتفسیر الکبیر ۷/۱۱؛ وتفسیر القرطبی ۳/۲۷۶؛ و کتاب التسهیل ۱/۱۵۹؛ وتفسیر البیضاوی ۱/۱۳۴؛ وتفسیر الحلالین ص ۵۶؛ وتفسیر أبي السعود ۱/۲۴۸؛ وفتح القدير ۱/۴۱۱.

③ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۲؛ وتفسیر آية الكرسي ص ۱۷.



چار علماء کے اقوال:

I: امام طبری لکھتے ہیں:

”لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ سِوَاهُ شَيْئًا إِلَّا بِمَا شَاءَ هُوَ أَنْ يَعْلِمَهُ،
فَأَرَادَ، فَعَلَّمَهُ.“¹

”ان کے علاوہ کوئی ایک بھی کسی بھی چیز کا علم نہیں رکھتا، مگر جس چیز کا وہ،
اسے علم دینا پسند فرمائیں، تو وہ (اس کا) ارادہ فرمائیں اور اسے
سکھلا دیں۔“

II: قاضی ابن عطیہ رقم طراز ہیں:

”لَا مَعْلُومَ لِأَحَدٍ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَعْلِمَهُ.“²

”کسی کو کچھ (بھی) معلوم نہیں، مگر اللہ تعالیٰ اُسے جس چیز کا علم دینا چاہیں۔“

III: حافظ ابن کثیر نے مذکورہ بالا دونوں معانی بیان کرتے ہوئے قلم بند کیا ہے:

”لَا يَطَّلِعُ أَحَدٌ مِّنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَى شَيْءٍ إِلَّا بِمَا أَعْلَمَهُ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ، وَأَطَّلَعَهُ عَلَيْهِ.“

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ لَا يَطَّلِعُونَ عَلَى عِلْمِ شَيْءٍ مِّنْ

عِلْمِ ذَاتِهِ وَصِفَاتِهِ إِلَّا بِمَا أَطَّلَعَهُمْ عَلَيْهِ كَقَوْلِهِ: ﴿وَلَا

يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾.³ ،⁴

”کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں کسی بھی چیز سے مطلع نہیں

¹ تفسیر الطبري ۳۹۷/۵.

² المحرر الوجيز ۲۷۷/۲.

³ سورة طه / جزء من الآية ۱۱۰.

⁴ تفسیر ابن کثیر ۳۳۲/۱. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر آية الكرسي ص ۱۷.

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

ہوتا، مگر جس چیز کی اللہ عزوجل اسے خبر دے دیں اور بتلا دیں۔

یہ بھی احتمال ہے، کہ مراد یہ ہو، کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں کسی بھی چیز کے علم کے بارے میں اطلاع نہیں پاتے، مگر جس چیز کے بارے میں وہ انہیں آگاہ فرمائیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ اور لوگوں کا علم ان کا احاطہ نہیں کر سکتا۔“

IV: شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ لکھتے ہیں:

(بِشَيْءٍ) هَذِهِ نَكْرَةٌ جَاءَتْ فِي سِيَاقِ النَّفْيِ، فَهِيَ تَدُلُّ عَلَى الْعُمُومِ.

(مِنْ) هُنَا تَبْعِيضِيَّةٌ (مِنْ عِلْمِهِ) يَعْنِي مِنْ بَعْضِ عِلْمِهِ. هَذَا فِيهِ تَأْكِيدٌ آخَرٌ. ❶

[بِشَيْءٍ] یہ نفی کے بعد (اسم) نکرہ ہے، اس لیے عموم پر دلالت کرتا ہے۔
(مِنْ) یہاں تبعیضیہ ہے (مِنْ عِلْمِهِ) یعنی ان کے بعض علم سے۔ یہ ایک

اور تاکید ہے]

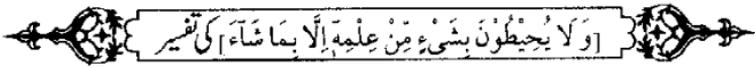
اسی طرح جملے کے معانی قریباً یہ ہوں گے:

[وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے کسی حصے کے بارے میں بھی، کسی بھی چیز کا احاطہ نہیں کرتے). وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

ح: مخلوق کے علم کا کامل نہ ہونا:

اسلام کی طرف اپنی نسبت کرنے والے بعض لوگ سمجھتے ہیں، کہ حضرات انبیاء علیہم السلام، بلکہ بعض صالحین بھی، علم غیب رکھتے ہیں اور انہیں زمانہ ماضی، حال اور مستقبل کی ہر

❶ ملاحظہ ہو: اللآلی البہیة فی شرح العقیدة الواسطیة ۱/ ۲۴۴-۲۴۵.



بات اور ہر چیز کے متعلق آگاہی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کا یہ تصور آیت الکرسی کے اس جملے سے یکسر متضاد ہے۔

علاوہ ازیں، کتاب و سنت کے متعدد شواہد اس تصور کی نفی کرتے ہیں۔ انہی شواہد میں سے گیارہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

۱: فرشتوں کو پیش کردہ چیزوں کے ناموں کا علم نہ ہونا:

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خبر دی، کہ وہ زمین میں خلیفہ بنا رہے ہیں، تو انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا، کہ وہ جانتے ہیں اور فرشتے علم نہیں رکھتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے زور و پیش کردہ چیزوں کے ناموں سے ان کی عدم آگاہی سے ان کی لاعلمی کو آشکارا کیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ اس واقعہ کو بیان فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ. وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ. قَالُوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ. قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّآ أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ﴾ ①

[اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: ”بے شک میں زمین

① سورة البقرة / الآيات ۳۰-۳۳.

﴿أَوْ لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔“

انہوں نے عرض کیا: ”کیا آپ اُسے (جانشین) بنائیں گے، جو اُس میں فساد کرے گا اور بہت سے خون بہائے گا اور ہم آپ کی حمد کے ساتھ آپ کی تسبیح اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔“

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ”بے شک میں جانتا ہوں، جو تم نہیں جانتے۔“ اور انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے آدم - ﷺ کو تمام نام سکھلا دئے، پھر انہیں (یعنی ان چیزوں کو، جن کے نام سکھلائے گئے تھے)، فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: ”مجھے اُن کے نام بتلاؤ، اگر تم سچے ہو۔“

انہوں نے عرض کیا: ”آپ (ہر عیب سے) پاک ہیں۔ ہمیں تو اُس کے سوا کچھ علم نہیں، جو آپ نے ہمیں سکھایا۔ یقیناً آپ ہی خوب جاننے والے کمال حکمت والے ہیں۔“

انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: ”اے آدم! انہیں اُن (چیزوں) کے نام بتاؤ۔“

پس جب انہوں نے انہیں اُن (چیزوں) کے نام بتا دیے، (تو) انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: ”کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا: ”بے شک میں آسمانوں اور زمین کے غیب (یعنی ہر پوشیدہ چیز اور ہر چھپی ہوئی بات) کو جانتا ہوں اور میں جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو، اسے (بھی) جانتا ہوں۔“ [

ان آیات شریفہ میں ہم دیکھتے ہیں، کہ حضرت آدم ﷺ نے چیزوں کے ناموں کی خبر دی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ نام سکھلا دئے تھے۔ فرشتے ان ناموں سے

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

بے خبر رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ نام نہیں سکھائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾

[ترجمہ: وہ ان کے علم سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے، مگر جو وہ چاہیں]۔

۲: جنوں کا سلیمان علیہ السلام کی موت سے بے خبر رہنا:

جن حکم الہی سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ وہ ان کے حسب حکم عمارتیں تعمیر کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو فوت کیا، تو ایک طویل مدت تک جنوں کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ اس ساری مدت میں وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پہلے سے حکم کردہ کام میں جتھے رہے۔ جب انہیں ان کی وفات کا علم ہوا، تو انہوں نے ازراہ تأسف کہا، کہ اگر انہیں غیب کا علم ہوتا، تو وہ رسوا کن عذاب میں نہ رہتے۔ اللہ عزوجل نے اس واقعہ کا بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے:

﴿وَمِنَ الْجِنَّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَنْ يَّزْعُ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نَذِقُهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ. يَّعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ وَتَمَاثِيلٍ وَجَفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّسِيَّتٍ إِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرِينَ. فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنَّ أَن لَّو كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ﴾^①

اور جنوں میں سے کچھ وہ تھے، جو ان کے رب کے اذن سے ان کے سامنے کام کرتے تھے۔ اور ان میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا تھا، ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھاتے تھے۔ وہ ان کے حسب منشا

① سورۃ سبأ / الآيات ۱۲-۱۴.

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

بڑی بڑی عمارتیں، مجتسے، حوضوں جیسے لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیکھیں بناتے تھے۔ (ہم نے کہا:) ”اے آل داؤد! شکر ادا کرنے کے لیے عمل کرو اور میرے بندوں میں کم ہی شکر گزار ہیں۔“

پھر جب ہم نے ان پر موت کا فیصلہ کیا، تو ان کی موت کی خبر انہیں زمین کے کیڑے (یعنی دیمک) کے سوا کسی نے نہیں دی، جو ان کی لاشی کھاتا رہا۔ پس وہ جب گر پڑے، تو جنوں کی حقیقت کھل گئی، کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے، تو اس رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔ |

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی موت کی کیفیت کو بیان کیا، نیز یہ بھی بتلایا، کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح، مشقت والے کاموں میں ان کے لیے مسخر کردہ جنوں سے ان کی موت کو مخفی رکھا۔ وہ اپنی چھڑی پر ٹیک لگائے، ایک لمبی مدت تک..... اور ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ اور متعدد دیگر علماء کے بقول تقریباً ایک سال تک..... کھڑے رہے۔ جب اس چھڑی کو دیمک نے کھالیا، تو وہ کمزور ہو کر زمین پر گر گئی، تو معلوم ہو گیا، کہ وہ تو ایک طویل مدت پہلے فوت ہو گئے تھے۔ اس طرح جنوں اور انسانوں کے لیے بھی واضح ہو گیا، کہ بلاشبہ جن علم غیب نہیں رکھتے۔ ان کا اپنے بارے میں غیب کا علم رکھنے کا گمان کرنا اور لوگوں کو اس بارے میں وہم میں ڈالنا، درست بات نہیں ہے۔“^①

۳: آدم علیہ السلام اور اماں حواء کا شیطان کے دھوکے میں آنا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حواء کو ایک درخت کے قریب جانے

① تفسیر ابن کثیر ۵۸۱/۳

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

سے منع فرمایا۔ شیطان ان دونوں کے پاس اپنی محبت، موڈت، اخلاص اور خیر خواہی کا اظہار کرتے ہوئے آیا۔ اس درخت کے پھل کے فوائد بیان کرتے ہوئے اسے کھانے کی ترغیب دی۔ وہ دونوں شیطان کی باتوں میں آگے اور اس درخت سے کھالیا، جس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے عتاب آیا۔ اس واقعہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الأعراف میں درج ذیل الفاظ میں فرمایا ہے:

﴿وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ. فَوسوسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ. وَقَاسَمَهُمَا إِيَّيَّيْ لَكُمَا لَبَنٌ نَصِيحِينَ. فَذَلَّهُمَا بَغُورٌ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ. قَالََا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِنَّ لَنَا تَغْفِرَ لَنَا وَتَرَحُّمَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ①

اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہو۔ پس دونوں جہاں سے چاہو، کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا، کہ دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تاکہ وہ ان کے لیے، ان کی چھپائی گئی شرم گاہوں کو ظاہر کر دے اور کہا: ”تم دونوں کے رب نے،

① سورۃ الأعراف / الآيات ۱۹-۲۳.

﴿وَلَا يُجِبُّونَ بِسْمِيَّ مِنْ عِلْمِيَّ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

تمہیں اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے، کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا (جنت میں) ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔“
اور اُس نے ان دونوں سے قسم کھا کر کہا: ”بے شک میں تم دونوں کے لیے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں۔“

پس اُس نے اُن دونوں کو دھوکے سے نیچے اتار لیا، پھر جب دونوں نے اس درخت کو چکھا، تو ان کے لیے ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں جنت کے پتوں سے لے کر اپنے آپ پر چپکانے لگے اور ان دونوں کو ان کے رب نے آواز دی: ”کیا میں نے تم دونوں کو اُس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور تم دونوں سے (نہیں) کہا تھا: ”بے شک شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔“

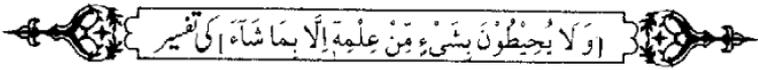
دونوں نے کہا: ”اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا، تو ہم یقیناً خسارہ پانے والوں سے ضرور ہو جائیں گے۔“

سورۃ بقرہ میں ہے:

﴿فَازْلِهِمُ الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقَلْنَا اٰهْبُطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَّلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾¹

[تو شیطان نے دونوں کو اُس سے پھسلا دیا، پس انہیں وہاں سے نکال دیا، جہاں وہ تھے اور ہم نے کہا:
”اتر جاؤ، تم سے بعض، بعض کا دشمن ہے۔ تمہارے ہی لیے زمین میں ایک

1 سورة البقرة / الآية ۳۶.



وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔“ [

اگر حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حواء کو شیطان کے مخفی مکر کی خبر ہوتی، تو وہ اس کی جھوٹی خیر خواہی سے دھوکا نہ کھاتے اور نہ ہی ممنوعہ درخت کا پھل کھا کر پریشان ہوتے۔

۴: نوح علیہ السلام کی بیٹے کے لیے لاعلمی میں دعا پر اللہ تعالیٰ کی خشکی:

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا دعوتِ حق قبول کیے بغیر طوفان میں غرق ہوا۔ انہوں نے بیٹے کو اپنے اہل میں سے سمجھتے ہوئے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کی، تو ان کی جانب سے شدید ناراضی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَكِيمِينَ. قَالَ يُنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ. قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَسِرِينَ﴾ ①

[اور نوح - علیہ السلام - نے اپنے رب کو پکارا اور کہا: ”اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے۔ اور یقیناً آپ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ سب فیصلہ کرنے والوں سے بڑے فیصلہ کرنے والے ہیں۔“ انہوں نے فرمایا: ”اے نوح! بلاشبہ وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ درحقیقت وہ (یعنی اس کے) کام خراب ہیں۔ پس مجھ سے اس بات کا سوال نہ کیجیے، جس کا آپ کو کچھ علم نہیں۔ بے شک میں آپ کو

① سورة هود - ٤٥-٤٧.

﴿أَوْ لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

نصیحت کرتا ہوں، کہ آپ جاہلوں میں سے ہونے سے باز رہیں۔“
انہوں نے عرض کیا: ”اے میرے رب! بے شک میں آپ سے پناہ
چاہتا ہوں، کہ آپ سے اس بات کا سوال کروں، جس کا مجھے کچھ علم نہ ہو
اور اگر آپ نے مجھے نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا، تو میں خسارہ پانے
والوں میں سے ہو جاؤں گا۔“ [

اگر حضرت نوح عَلَيْهِ السَّلَام کو اپنے بیٹے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں صورتِ حال اور اپنی
فریاد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی ہونے والی ناراضی کا پہلے سے علم ہوتا، تو وہ اس بارے
میں کبھی لب کشائی نہ کرتے۔

دو مفسرین کے اقوال

۱: شیخ سعدی لکھتے ہیں:

”وَدَلَّ هَذَا عَلَى أَنَّ نُوْحًا - عَلَيْهِ السَّلَام - لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ عِلْمٌ بِأَنَّ
سُؤَالَهُ لِيَرْبِهِ فِي نَجَاةِ ابْنِهِ مُحَرَّمٌ.“ ①

”یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ بلاشبہ نوح عَلَيْهِ السَّلَام کو بالکل علم نہیں تھا،
کہ اپنے بیٹے کی نجات کے سلسلے میں اپنے رب تعالیٰ کے حضور، ان کا
سوال حرام تھا۔“

۲: حافظ صلاح الدین یوسف رقم طراز ہیں:

”اس سے معلوم ہوا، کہ نبی عالم الغیب نہیں ہوتا، اس کو اتنا ہی علم ہوتا
ہے، جتنا وحی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیتا ہے۔ اگر حضرت
نوح عَلَيْهِ السَّلَام کو پہلے سے علم ہوتا، کہ ان کی درخواست کی پذیرائی نہیں
ہوگی، تو یقیناً وہ اس سے اجتناب فرماتے۔“ ②

② تفسیر أحسن البیان، ص ۲۹۶، ف ۳.

① تیسیر الکریم الرحمن ص ۲۸۳.

﴿وَلَا يُحِطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

۵: ابراہیم علیہ السلام کا، نتیجے سے بے خبر، بیٹے علیہ السلام کے ذبح کی خاطر، مستعد ہونا: حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام حکم الہی کی تعمیل کرتے ہوئے بیٹے کو ذبح کرنے کی خاطر تیار ہوئے۔ خوش نصیب بیٹا بھی اس قربانی کے لیے آمادہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو باپ بیٹے کی فرماں برداری پسند آئی اور اپنی جانب سے بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کے بدلے میں ایک عظیم قربانی عطا فرمائی۔ درج ذیل آیات میں اس قصے کو بیان کیا گیا ہے:

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ

سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ. فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ. وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ. إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ. وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ. وَتَرَكَنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ. سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ. كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ. إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ﴾^۱

[پھر جب وہ (بچہ) ان (یعنی ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا، تو انہوں نے کہا: ”اے میرے چھوٹے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں، کہ واقعی میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھو، تمہاری کیا رائے ہے؟“

انہوں (بیٹے) نے کہا: ”اے میرے باپ! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، کر گزریے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔“

۱. سورۃ الصافات / الآيات ۱۰۲-۱۱۱.

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

پس جب وہ دونوں مطہج و فرماں بردار ہوئے اور انہوں نے پیشانی کی ایک جانب انہیں (یعنی بیٹے کو) گرایا اور ہم نے انہیں آواز دی، کہ اے ابراہیم! واقعی تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔

بلاشبہ یہی تو یقیناً کھلی آزمائش ہے۔

اور ہم نے ان (یعنی ذبح کیے جانے والے بیٹے) کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا۔

اور پیچھے آنے والوں میں ان کے لیے یہ بات چھوڑ دی،

”ابراہیم۔ علیہ السلام۔ پر سلام ہو۔“

ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ [

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے سے اس بات کا علم ہوتا، کہ ان کا بیٹا ذبح نہیں

ہوگا اور اس کے بدلے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ قربان کیا جائے گا، تو اس سارے قصے

میں ان کی عظمت کی کیا بات رہ جاتی ہے؟ پھر ان کا اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے کی

غرض سے سب کچھ کہنا اور کرنا..... معاذ اللہ..... کیا حیثیت اختیار کر جائے گا؟

علاوہ ازیں اس سے یہ حقیقت بھی خوب واضح ہوتی ہے، کہ حضراتِ انبیاء و

رسل علیہم السلام کی عزت و توقیر بے قدر و س کی بیان کردہ بات میں ہے، نہ کہ اس کے برعکس

الٹی باتیں بنانے میں۔

۶: یوسف کے ٹھکانے اور کیفیت کے متعلق یعقوب علیہ السلام کی لائبریری:

برادرانِ یوسف علیہ السلام نے انہیں دھوکے سے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی

نگاہوں سے دور کر دیا۔ جدائی کی مدت طویل ہو گئی۔ فراق کے غم میں نبی باپ اس

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

قدر روئے، کہ بینائی ختم ہوگئی۔ دکھ اور افسوس کی شدت کا یہ عالم تھا، کہ قریب تھا، کہ وہ خود ختم ہو جاتے۔ اس سارے عرصے میں انہیں اپنے نورِ چشم کے بارے میں کچھ خبر نہیں تھی، کہ وہ کہاں اور کس حالت میں ہے؟ قرآن کریم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس کرب ناک کیفیت کا نقشہ بایں الفاظ کھینچا گیا ہے:

﴿وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسْفَىٰ عَلَىٰ يَوْسُفَ وَابَيْضَتْ عَيْنُهُ
مِنَ الْحُزَنِ فَهُوَ كَظِيمٌ. قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتُوا تَذُكُرُ يَوْسُفَ
حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ. قَالَ إِنَّمَا أَشْكُوا
بَثْنِي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ ①

[اور انہوں نے ان (یعنی اپنے بیٹوں) سے منہ پھیر لیا اور کہا: ”ہائے افسوس یوسف (کی جدائی) پر“

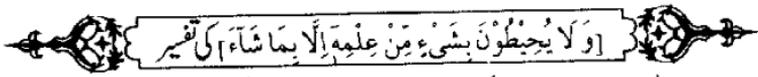
اور غم سے ان کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ اپنا درد و غم دل میں چھپائے رہتے تھے۔

انہوں (یعنی بیٹوں) نے کہا: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ یوسف کو اسی طرح یاد کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ گل کر مرنے کے قریب ہو جائیں گے یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“

انہوں (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام) نے کہا: ”میں اپنے درد و غم اور حُزن و اَلَم کا شکوہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جانتا ہوں، جو کہ تم نہیں جانتے۔ [

اگر حضرت یعقوب کو اپنے بیٹے علیہ السلام کی جگہ اور حیثیت و کیفیت کا علم ہوتا، تو ان کی حالت اس سے یکسر مختلف ہوتی۔

① سورۃ یوسف - علیہ السلام - / الآيات ۸۴-۸۶.



۷: موسیٰ علیہ السلام کا چھڑی کی سانپ ایسی حرکت دیکھ کر بھاگنا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملنے والے معجزات میں سے ایک یہ تھا، کہ جب وہ اپنی چھڑی کو زمین پر پھینکتے، تو وہ حرکت کرتے ہوئے سانپ کی طرح دکھائی دیتی۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی چھڑی میں پہلی مرتبہ یہ تبدیلی دیکھی، تو وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ اٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس آنے کا حکم دیا اور ڈرنے سے منع فرمایا۔ اس قصے کا ذکر قرآن کریم میں درج ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَ
لَمْ يُعَقِّبْ يَمُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ﴾ ❶

[”اور آپ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دیجیے۔“]

پس جب انہوں نے اسے ہلتے دیکھا، جیسے کوئی سانپ ہو، تو پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے اور پیچھے مڑ کر (بھی) نہیں دیکھا، (تو آواز آئی): ”اے موسیٰ! ادھر آئیے اور ڈریے نہیں۔ بلاشبہ آپ امن والوں میں سے ہیں۔“]

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غیب کا علم تھا، تو پھر چھڑی کی تبدیلی پر خوف زدہ ہو کر بھاگنے کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟

۸: سلیمان علیہ السلام کا ہد ہد کی غیر حاضری کے سبب کونہ جاننا:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لگائی، تو ہد ہد کو غائب پایا۔ سخت غضب ناک ہوئے اور فیصلہ فرمایا، کہ اگر ہد ہد غیر حاضری کا معقول عذر پیش نہ کر سکا، تو وہ اسے شدید سزا دیں گے۔ وہ ہد ہد کی غیر حاضری کے سبب سے مکمل طور پر بے خبر تھے۔ درج ذیل آیات میں اس قصے کو بیان کیا گیا ہے:

❶ سورة القصص / الآية ۳۱.

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ. لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ. فَمَكَتْ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ ابْنًا يَقِينٍ. إِنْ نِيَّ وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ. وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ. أَلَا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْغَبَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ. اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ. قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ. أَذْهَبَ بِكِتَابِي هَذَا فَأَلْقَاهُ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّى عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ﴾ ❶

[اور انہوں (یعنی سلیمان علیہ السلام) نے پرندوں کی جانچ پڑتال کی، تو کہا: ”مجھے کیا ہے، کہ میں فلاں ہد ہد کو نہیں دیکھ رہا؟ یا وہ غائب ہونے والوں میں سے ہے؟

یقیناً میں اسے ضرور بہت سخت سزا دوں گا یا بے شک میں اسے ضرور ذبح کر دوں گا یا لازماً وہ میرے سامنے واضح عذر پیش کرے گا۔“ اُس (یعنی ہد ہد) نے تھوڑی دیر بعد حاضر ہو کر کہا: ”میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں، جس کی آپ کو خبر نہیں اور میں سب کی ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں۔

﴿اَوْ لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ اِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

بلاشبہ میں نے دیکھا، کہ ایک عورت ان پر حکومت کر رہی ہے اور اسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بڑی عظمت والا ہے۔ میں نے اُسے اور اُس کی قوم کو، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کی نگاہوں میں خوبصورت بنایا ہے۔ سو (اس طرح) اُس نے انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے، جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو نکالتے ہیں اور جو (ان باتوں کو) جانتے ہیں، جنہیں تم پوشیدہ رکھتے ہو، اور جنہیں تم ظاہر کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اس عرشِ عظیم کے رب ہیں۔“ انہوں نے کہا: ”عنقریب ہمیں دیکھیں گے، کہ کیا تم نے سچ بولا یا تم جھوٹوں میں سے ہو؟

میری یہ چٹھی لے جاؤ اور ان کی طرف ڈال دو، پھر ان سے الگ ہو جاؤ اور دیکھو، کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟“]

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو غیب کا علم ہوتا، تو وہ ہدہ کی غیر حاضری پر ناراض نہ ہوتے اور نہ ہی اس کے غیر حاضری کے معقول عذر نہ پیش کرنے کی صورت میں اسے عذاب دینے یا ذبح کرنے کا فیصلہ کرتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے علمِ غیب نہ جاننے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے، کہ ہدہ نے ان سے کہا:

﴿اَحَطُّتْ بِهَا لَمْ تَحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ اِبْنَبَا يٰقِيْنِ﴾

[میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں، جس کی آپ کو خبر نہیں اور میں سب سے

آپ کے پاس یقینی خبر لایا ہوں۔]

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

”أَيُّ عِلْمْتُ مَا لَمْ تَعْلَمَهُ مِنَ الْأَمْرِ . فَكَانَ فِي هَذَا رَدٌّ عَلَى مَنْ قَالَ: ”إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ تَعْلَمُ الْغَيْبَ .“ ❶

[بے شک مجھے اس بات کی خبر ہوئی ہے، جس کی آپ کو خبر نہیں۔ اس میں اس شخص کی تردید ہے، جو کہتا ہے: ”بے شک انبیاء ﷺ۔ غیب جانتے ہیں۔] حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد کی تکذیب نہ کی، بلکہ..... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا..... انہوں نے کہا:

﴿قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ . اذْهَبْ بِكِتَابِي

هَذَا فَالْقِهَ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ﴾

[انہوں نے کہا: ”ہم عنقریب دیکھیں گے، کہ تم نے سچ بولا یا تم جھوٹوں

میں سے ہو؟ میری یہ چٹھی لے جاؤ اور ان کی طرف ڈال دو، پھر ان سے

الگ ہو جاؤ اور دیکھو، کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟“]

علم غیب رکھنے والا تو اس طرح کی گفتگو نہیں کرتا۔

۹: یونس علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے گرفتِ تنگ نہ کرنے کا سمجھ کر ناراض ہو کر چلے جانا:

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے دعوتِ حق کو قبول نہ کیا، تو انہوں نے عذابِ الہی

آنے کی دھمکی دی اور خود اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہی، ناراض ہو کر وہاں سے چل

دیے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی اور انہیں مچھلی کا لقمہ بنا دیا۔ ❷ اسی

قصے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ

❶ تفسیر القرطبی ۱۳/۱۸۱۔

❷ ملاحظہ ہو: تفسیر أحسن البیان ص ۴۳۱، ف ۶۔ نیز بڑھے: سورة الصافات / الآيات ۱۳۹-۱۴۶۔

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ
مِنَ الظَّالِمِينَ. فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ
نُنَجِّي الْمُؤْمِنِينَ ﴿١﴾

[اور پھلی والے (یعنی حضرت یونس علیہ السلام) کو (یاد کرو)، جب وہ ناراض
ہو کر چل دیے، تو سمجھے، کہ ہم ان پر گرفت تنگ نہیں کریں گے، تو انہوں
نے اندھیروں میں پکارا، کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ (ہر عیب
سے) پاک ہیں۔ یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے تھا۔

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم
ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔]

اگر حضرت یونس علیہ السلام کو پہلے سے علم ہوتا، کہ ناراض ہو کر بستی سے چلے
جانے پر اللہ تعالیٰ انہیں اندھیروں میں گرفتار کر دیں گے، تو وہ ایسا قدم بالکل نہ
اٹھاتے۔

۱۰: عیسیٰ علیہ السلام کا نفسِ الہی میں موجود بات نہ جاننے کا اقرار و اعلان:
روزِ قیامت اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے، کہ کیا انہوں نے لوگوں
کو یہ حکم دیا، کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہیں اور ان کی والدہ کو معبود بنا لیں؟
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے اس سوال کے جواب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا:

﴿قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ إِنْ
كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعَلَّمَ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي
نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ ﴿٢﴾

﴿سورة المائدة / جزء من الآية ۱۱۶﴾

﴿سورة الانبياء / الآيتين ۸۷-۸۸﴾

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

[انہوں نے عرض کیا: ”آپ (ہر عیب سے) پاک ہیں۔ میرے لیے مناسب ہی نہیں، کہ میں وہ بات کہوں، جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے یہ کہا ہوتا، تو یقیناً آپ تو اسے جانتے ہوتے۔ جو میرے نفس میں ہے، آپ جانتے ہیں۔ جو آپ کے نفس میں ہے، میں نہیں جانتا، یقیناً آپ ہی تو سب چھپی باتوں کو پوری طرح جاننے والے ہیں۔“]

دو مفسرین کے اقوال:

۱: ڈاکٹر محمد لقمان سلفی لکھتے ہیں:

آیت کے اس حصہ میں اس بات کا بھی اعتراف و اعلان ہے، کہ غیب کی باتیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس میں انبیاء اور غیر انبیاء سبھی برابر ہیں۔ انبیاء کو بھی غیب کی وہی باتیں معلوم ہوتی تھیں، جو بذریعہ وحی انہیں بتائی جاتی تھیں۔^①

۲: حافظ صلاح الدین یوسف رقم طراز ہیں:

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کتنے واضح الفاظ میں اپنی بابت علم غیب کی نفی فرما رہے ہیں۔“^②

۱۱: آنحضرت ﷺ کا ارادہ قتل سے بلانے والوں کی طرف ستر صحابہ کو بھیجنا: رعل، ذکوان، عصیہ اور بنو لحيان قبائل نے اپنے دشمن کے خلاف تعاون کے بہانے رسول اللہ ﷺ سے مدد کی درخواست کی، تو آنحضرت ﷺ نے ان کی نصرت کی غرض سے ستر قاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا، لیکن ان قبائل نے حضرات صحابہ کو دھوکے سے شہید کر دیا۔

① ملاحظہ ہو: تیسیر الرحمن ص ۳۸۳-۳۸۴، حاشیہ (۱۴۲) باختصار.

② تفسیر أحسن البیان، ص ۱۶۴، ف ۴.

﴿وَلَا يُجِبُّونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ
 ”بلاشبہ رعل، ذکوان، عُصَيَّة اور بنولحيان (قبائل) نے رسول اللہ ﷺ
 سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی، تو آنحضرت ﷺ نے ستر
 انصاری (صحابہ) کے ساتھ ان کی نصرت فرمائی: ہم انہیں (یعنی ان ستر
 انصاری صحابہ کو) ان کے زمانے میں قراء (قاری حضرات) کہتے تھے۔
 وہ دن کو (جنگل سے) لکڑیاں اکٹھی کرتے اور رات کو نماز پڑھتے (یعنی
 عبادت کرتے) تھے۔ جب یہ حضرات بزمعونہ (کے مقام پر) پہنچے، تو
 انہوں نے بے وفائی کرتے ہوئے انہیں قتل کر دیا۔

(جب) نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی، تو ایک ماہ تک (نماز) صبح میں
 عرب کے قبائل رعل، ذکوان، عُصَيَّة اور بنولحيان پر (بددعا کی خاطر)
 قنوت (نازلہ) پڑھتے رہے۔“^۱

اگر آنحضرت ﷺ کو پہلے سے علم ہوتا، کہ دشمن کے خلاف امداد طلب کرنے
 کے بہانے بلا کر، آنے والے صحابہ کو، وہ قبائل دھوکے سے قتل کر دیں گے، تو کیا پھر
 آنحضرت ﷺ اپنے ستر قاری ساتھیوں کو ان کی طرف روانہ کرتے؟ رب کعبہ کی
 قسم! آنحضرت ﷺ بالکل ایسے نہ کرتے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے، کہ آنحضرت ﷺ کو پہلے ہی اس کا علم تھا، تو پھر.....
 معاذ اللہ..... آنحضرت ﷺ کے انہیں ارسال کرنے کو کیا نام دیا جائے گا؟
 ایسا کہنے والا آنحضرت ﷺ پر بہت بڑا بہتان باندھتا ہے۔

① (بِسْمِ مَعُونَةٍ): بتو بذیل کے علاقے میں مکہ مکرمہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ۔ (ملاحظہ ہو: فتح
 الباری ۳۷۹/۷)۔

② صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع، و رعل و ذکوان، و بزمعونہ،
 رقم الحدیث ۳۸۵/۷، ۴۰۹۰

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب سمجھنے والے کے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان:

انہوں نے فرمایا:

”وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ ﷻ يُخْبِرُ بِمَا يَكُونُ فِي عَدِ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ، وَاللَّهُ يَقُولُ: ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾. “، ۱، ۲

[اور جس نے گمان کیا، کہ آنحضرت ﷺ کل کو ہونے والی بات کی خبر دیتے ہیں، تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[کہہ دیجیے اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کے علم سے صرف اتنی بات کی خبر ہے، جو وہ اُسے بتادیں، خواہ وہ فرشتہ ہو یا جن یا نبی یا رسول، حتیٰ کہ سید الاولین والآخرین، رب العالمین کے محبوب حضرت محمد ﷺ بھی، صرف اسی قدر جانتے تھے، جس قدر اللہ تعالیٰ انہیں آگاہ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾

[اور وہ ان کے علم سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے، مگر جو وہ چاہیں۔]

د: جملے کا ماقبل سے تعلق:

۱: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ سے تعلق:

زیر تفسیر، یہ جملہ ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ﴾ اپنے سابقہ جملے ﴿يَعْلَمُ مَا

① سورة النمل / جزء من الآية ٦٥.

② صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب معنی قول اللہ عزوجل: ﴿وَلَقَدْ رَأَى نَزْلَةَ

أُنزُرِي﴾ جزء من رقم الحديث ٢٨٧ - (١٧٧)، ١/١٥٩.

﴿أَوْ لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ) کا ترجمہ اور مکملہ ہے۔
﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ﴾ میں خالق جل جلالہ کی صفت کا ذکر ہے۔

اور ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ﴾ میں مخلوق کے علم کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

ان دونوں جملوں کو یکے بعد دیگرے ذکر کیا گیا ہے، تاکہ خالق عز و جل کا کمال اور مخلوق کا نقص اجاگر اور نمایاں ہو جائے۔ درج ذیل تین مقامات کی آیات میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے:

۱: ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾^①

[اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔]

۲: ﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ﴾^②

[جو کچھ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) کرتے ہیں، ان سے نہیں پوچھا جاتا اور ان

(یعنی لوگوں) سے پوچھا جاتا ہے۔]

۳: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ

وَالْإِكْرَامِ﴾^③

[ہر شخص جو اس (یعنی زمین) پر ہے، فنا ہو جانے والا ہے اور آپ کے

رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والے ہیں۔]

II: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ مِّنْ عِلْمِهِ﴾ کے ساتھ مل کر جملہ اولیٰ سے تعلق:

① سورة آل عمران / جزء من الآية ٦٦.

② سورة الأنبياء / الآية ٢٣.

③ سورة الرحمن / الآيات ٢٦-٢٧.

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

آیت الکرسی کے یہ دونوں جملے ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ اور ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ﴾ اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں، کہ کائنات کی ہر چیز کا کامل اور محیط علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ان کے سوا کسی اور کو نہیں۔ اس طرح یہ دونوں جملے اولیٰ [اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ] کے لیے دلیل ہیں، کہ الوہیت و عبودیت کا مستحق وہی ہو سکتا ہے، جسے کائنات کی ہر چیز کے بارے میں کامل اور محیط علم ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں۔ اس لیے ان کے علاوہ کوئی بھی الوہیت و عبودیت کا حق دار نہیں۔

دو مفسرین کے اقوال:

۱: امام طبری لکھتے ہیں:

”إِنَّمَا يَعْنِي بِذَلِكَ أَنَّ الْعِبَادَةَ لَا تَتَّبَعِي لِمَنْ كَانَ بِالْأَشْيَاءِ جَاهِلًا، فَكَيْفَ يُعْبَدُ مَنْ لَا يَعْقِلُ شَيْئًا الْبَتَّةَ مِنْ وَثْنٍ وَ صَنِيمٍ.“

يَقُولُ: ”فَأَخْلَصُوا الْعِبَادَةَ لِمَنْ هُوَ مُحِيطٌ بِالْأَشْيَاءِ كُلِّهَا يَعْلَمُهَا، لَا يَخْفَى عَلَيْهِ صَغِيرُهَا وَكَبِيرُهَا.“^①

”بلاشبہ اس کی عبادت مناسب نہیں، جو کہ (کائنات کی) چیزوں کے بارے میں لاعلم ہو۔ (جب صورت حال یہ ہو)، تو اس کی عبادت کیسے معقول ہو سکتی ہے، جسے کسی بھی چیز کی بالکل سوجھ بوجھ ہی نہ ہو، جیسے مورتی اور بت؟

وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں: ”ان کے لیے اپنی عبادت خالص کرو،

① اللہ تعالیٰ، کوئی معبود نہیں، مگر وہ ہی۔

② تفسیر الطبری ۵/۳۹۷۔

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ کی تفسیر

جو تمام چیزوں کا اپنے علم کے ساتھ احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ ان پر چیزوں میں سے نہ کوئی چھوٹی چیز مخفی ہے اور نہ بڑی۔“

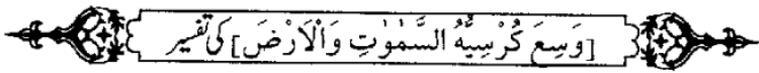
۲: قاضی بیضاوی نے تحریر کیا ہے:

”وَعَطْفُهُ عَلَى مَا قَبْلَهُ، لِأَنَّ مَجْمُوعَهُمَا يَدُلُّ عَلَى تَفَرُّدِهِ بِالْعِلْمِ الذَّاتِيِّ التَّامِّ الدَّالِّ عَلَى وَحْدَانِيَّتِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى. “ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ .

”ان دونوں جملوں کا ما قبل پر عطف ہے، کیونکہ وہ دونوں جملے مل کر، اللہ تعالیٰ کے کامل علم ذاتی کے اعتبار سے، منفرد اور یکتا ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور یہ بات اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کتاں ہے۔“ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ .



① تفسیر البیضاوی ۱/۱۳۴. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر ابی السعود ۱/۲۴۸.



-۸-

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ کی تفسیر

- ا: جملے کا معانی
 ب: [الْكُرْسِيُّ] کی شان و عظمت کے متعلق حدیث
 ج: [الْكُرْسِيُّ] کے متعلق تین علماء کے بیانات
 د: جملے کا ماقبل سے تعلق

ا: جملے کا معانی:

☆ [وَسِعَ] سے مراد..... جیسے کہ امام بغوی نے بیان کیا ہے..... بھر دیا اور
 احاطہ کیا۔ ❶

☆ [كُرْسِيُّهٗ] کے متعلق حضرات مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ علامہ رازی
 لکھتے ہیں:

مفسرین کے چار اقوال ہیں:
 الْأَوَّلُ: أَنَّهُ جِسْمٌ عَظِيمٌ، يَسِعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ .
 الْقَوْلُ الثَّانِي: أَنَّ الْمُرَادَ مِنَ [الْكُرْسِيِّ] السُّلْطَانَ وَالْقُدْرَةَ

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر البغوي ۱/۲۳۹. نیز ملاحظہ ہو: تفسیر آية الكرسي ص ۱۹. اس میں ہے:
 ”[وَسِعَ] کا معنی مشتعل ہوا اور گھیرے میں لیا۔ جیسے کہنے والا کہتا ہے: (وَسَعَنِي الْمَكَانُ) یعنی جگہ
 نے مجھے گھیرے میں لے لیا اور میرا احاطہ کر لیا۔“

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ کی تفسیر
وَالْمَلِكُ .

الْقَوْلُ الثَّلَاثُ: أَنَّ [الْكُرْسِيَّ] هُوَ الْعِلْمُ .
الْقَوْلُ الرَّابِعُ: أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ هَذَا الْكَلَامِ تَصْوِيرُ عَظَمَةِ
اللَّهِ وَكِبْرِيَايَتِهِ . ❶

اول: وہ بہت بڑا جسم ہے، (جو) آسمانوں اور زمین کا احاطہ کیے ہوئے
ہے۔

دوسرا قول: [الکرسی] سے مراد حکمرانی، قدرت اور بادشاہت ہے۔

تیسرا قول: بلاشبہ [الکرسی] علم ہے۔

چوتھا قول: اس کلام سے مقصود اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کی تصویر کشی
ہے۔

پھر علامہ رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

إِنَّ الْمُعْتَمَدَ هُوَ الْأَوَّلُ لِأَنَّ تَرْكَ الظَّاهِرِ بِغَيْرِ دَلِيلٍ لَا
يَجُوزُ . وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ . ❷

بلاشبہ قابل اعتماد پہلا (قول) ہی ہے، کیونکہ دلیل کے بغیر ظاہری معنی کو
ترک کرنا جائز نہیں۔ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ .

علامہ شوکانی رقم طراز ہیں:

الْكُرْسِيُّ الظَّاهِرُ أَنَّهُ الْجِسْمُ الَّذِي وَرَدَتْ الْآثَارُ . وَقَدْ نَفَى
وَجُودَهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُعْتَرِثَةِ، وَأَخْطَوْا فِي ذَلِكَ خَطَأً

❶ التفسیر الکبیر ۱۱-۱۲ باختصار .

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۳/۷ . نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی ۳/۲۷۸؛ و کتاب التسهیل

[وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ] کی تفسیر

بِئْسَا، وَغَلَطُوا غَلَطًا فَاحِشًا. ❶
ظاہر یہ ہے، کہ کرسی ایک جسم ہے، جس کے متعلق آثار وارد ہوئے ہیں۔
معتزلہ کے ایک گروہ نے اس کے وجود کی نفی کر کے نہایت واضح خطا اور
بہت سنگین غلطی کی ہے۔

پھر علامہ شوکانی [الکری] کے متعلق دیگر اقوال قلم بند کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
”وَالْحَقُّ الْقَوْلُ الْأَوَّلُ، وَلَا وَجْهَ لِلْعُدُولِ عَنِ الْمَعْنَى
الْحَقِيقِيَّةِ، إِلَّا مُجَرَّدُ خِيَالَاتٍ تَسَبَّبَتْ عَنْ جِهَاتٍ
وَضَلَالَاتٍ.“ ❷

”حق صرف پہلا قول ہے، حقیقی معنی چھوڑ کر کسی دوسرے معنی کی طرف
جانے کا کوئی (معتول) سبب نہیں۔ (پہلے قول کے علاوہ دیگر اقوال)
محض خیالات ہیں، جو کہ جہالتوں اور گمراہیوں کی پیداوار ہیں۔“

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ کا معنی:

علامہ شوکانی نے تحریر کیا ہے:

”أَنَّهَا..... أَيْ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ..... صَارَتْ فِيهِ، وَأَنَّهُ
وَسِعَهَا. وَلَمْ يَضُقْ عَنْهَا لِكُونِهِ بَسِيطًا وَاسِعًا.“ ❸

”یعنی (سارے) آسمان اور زمین اس (یعنی الکرسی) میں ہیں اور
بلاشبہ وہ ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ (یعنی الکرسی) ان (یعنی
آسمانوں اور زمین) کا احاطہ کرنے میں کوتاہ نہیں، کیونکہ وہ بہت فراخ
اور وسیع ہے۔“

❷ المرجع السابق ۱/۴۱۲.

❶ ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۱/۴۱۱-۴۱۲.

❸ المرجع السابق ۱/۴۱۲. نیز ملاحظہ ہو: وفتح البیان ۱/۴۲۳.

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ کی تفسیر

ب: [الْكَرْسِيُّ] کی شان و عظمت کے متعلق حدیث:

حافظ ابو بکر بن مردویہ نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے [الْكَرْسِيُّ] کے بارے میں پوچھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُونَ السَّبْعُ عِنْدَ الْكَرْسِيِّ إِلَّا كَحَلَقَةٍ مَلْقَاةٍ بِأَرْضِ فَلَاحٍ. وَإِنَّ فَضْلَ الْعَرْشِ عَلَى الْكَرْسِيِّ كَفَضْلِ الْفَلَاحِ عَلَى تِلْكَ الْحَلَقَةِ.“^①

[اس ذات کی قسم جن کے ہاتھ میں میری جان ہے! ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں [الکری] کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں، جیسے کہ چٹیل زمین پر پھینکا ہوا جھلہ ہو اور بلاشبہ عرش کی [الکری] پر برتری چٹیل زمین کی اس چھلے پر فوقیت کی مانند ہے۔]

شیخ البانی لکھتے ہیں:

”وَالْحَدِيثُ خَرَجَ مَخْرَجَ التَّفْسِيرِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ﴾، وَهُوَ صَرِيحٌ فِي كَوْنِ الْكَرْسِيِّ أَعْظَمَ الْمَخْلُوقَاتِ بَعْدَ الْعَرْشِ، وَأَنَّهُ جُزْمٌ قَائِمٌ بِنَفْسِهِ، وَلَيْسَ شَيْئًا مَعْنَوِيًّا. فَفِيهِ رَدٌّ عَلَى مَنْ يَتَأَوَّلُهُ بِمَعْنَى الْمَلِكِ، وَسَعَةِ السُّلْطَانِ كَمَا جَاءَ فِي بَعْضِ التَّفَاوِيرِ. وَمَا رُوِيَ

① بحوالہ تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۲۔ شیخ البانی اس حدیث کے متعدد [طرق] ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے، کہ بلاشبہ یہ حدیث ان [طرق] کے ساتھ [صحیح] ہے۔ (ملاحظہ ہو: سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ، رقم الحدیث ۱۰۹، ص ۱۳-۱۶)۔ شیخ احمد نجیبی نے اسے [حسن الخیرہ] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش الفتح السماوی بتخریج أحادیث تفسیر القاضی البیضاوی ۱/۳۰۶)۔

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ کی تفسیر

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه أَنَّهُ الْعِلْمُ فَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ إِلَيْهِ . ❶
 ”یہ حدیث ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ﴾ کی تفسیر کی غرض سے بیان کی گئی ہے اور یہ واضح طور پر بیان کرتی ہے، کہ [الکرسی] مخلوقات میں سے عرش کے بعد سب سے بڑی مستقل موجود چیز ہے اور وہ کوئی معنوی چیز نہیں۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے، جو اس کی تاویل [بادشاہت اور وسیع حکمرانی] سے کرتے ہیں، جیسا کہ بعض تفسیروں میں ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضي الله عنه سے روایت کردہ تفسیر، کہ اس سے مراد [علم] ہے، کی سند درست نہیں۔“

ج: [الْكُرْسِيُّ] کے متعلق تین علماء کے بیانات:

۱: امام طحاوی نے قلم بند کیا ہے:

”وَ الْعَرْشُ وَ الْكُرْسِيُّ حَقٌّ . ❷“

[عرش اور الکرسی برحق ہیں]۔

۲: علامہ ابن ابی العزنی اس کی شرح میں رقم طراز ہیں:

وَ أَمَّا الْكُرْسِيُّ فَقَالَ تَعَالَى: (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضَ) وَ قَدْ قِيلَ هُوَ الْعَرْشُ ، وَ الصَّحِيحُ أَنَّهُ غَيْرُهُ . نُقِلَ ذَلِكَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه وَ غَيْرِهِ .

رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي كِتَابِ صِفَةِ الْعَرْشِ ، وَ الْحَاكِمُ فِي مُسْتَدْرَكِهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه فِي قَوْلِهِ تَعَالَى:

❶ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، رقم الحدیث ۱۰۹، ص ۱۶ .

❷ العقیدہ الطحاویۃ (المطبوع مع شرح الطحاویۃ) ص ۲۵۴ (ط: وزارة الشؤون الإسلامية بتحقیق الشیخ أحمد محمد شاکر) .

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ کی تفسیر

(وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ)
 أَنَّهُ قَالَ: "الْكُرْسِيُّ مَوْضِعُ الْقَدَمَيْنِ، وَالْعَرْشُ لَا يَقْدِرُ
 قَدْرَهُ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى."

وَقِيلَ: "كُرْسِيُّهُ عِلْمُهُ" وَيُنْسَبُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه، وَ
 الْمَحْفُوظُ عَنْهُ مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ كَمَا تَقَدَّمَ.
 وَمَنْ قَالَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَيْسَ لَهُ دَلِيلٌ إِلَّا مُجَرَّدَ الظَّنِّ. وَ
 الظَّاهِرُ أَنَّهُ مِنْ جَرَابِ الْكَلَامِ الْمَذْمُومِ. ❶

[جہاں تک [کرسی] کا (تعلق) ہے، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[ترجمہ: ان کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔]

بلاشبہ (یہ بھی) کہا گیا ہے: "وہ عرش ہی ہے۔"

(بات) یہ ہے، کہ وہ اس کے علاوہ (ایک اور چیز) ہے۔ یہ (حقیقت)

(حضرت) ابن عباس رضي الله عنهما اور ان کے علاوہ (دیگر علمائے امت) سے منقول ہے۔

(امام) ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب صفۃ العرش اور (امام) حاکم نے اپنی

(کتاب) المستدرک میں حضرت ابن عباس رضي الله عنهما سے: (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ)

(کی تفسیر) میں روایت نقل ہے، کہ بلاشبہ انہوں نے بیان کیا:

"الكرسي (اللہ تعالیٰ کے) دونوں قدموں کے رکھنے کی جگہ ہے اور عرش کی عظمت

کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔" ❷

❶ شر - الحاوی فی العقیدة السلفية ص ۲۵۷ باختصار.

❷ مستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر ۲/۲۸۲. امام حاکم نے اسے [صحیحین کی

تائید] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق

۴۶ و التلخیص ۲/۲۸۲).

الرزاق نے بھی اسے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے. (ملاحظہ ہو: تفسیر القرآن للإمام

اق، سورة النجم، الجزء الثاني / ص ۲۵۱).

یہ حضرات امہ ابن ابی حاتم، ابو اسحاق، ابن مندہ، بیہقی، الخطیب بغدادی اور

﴿وَبِيعَ كُرْسِيِّهِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ کی تفسیر

کہا گیا ہے: ”ان کی الکرسی ان کا علم ہے۔“ (حضرت) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف بھی (یہ قول) منسوب کیا گیا ہے۔ ان سے، جیسا کہ گزر چکا ہے، محفوظ (یعنی ثابت شدہ) وہی ہے، جو (امام) ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔
جس کسی نے اس کے علاوہ (کچھ) کہا ہے، اس کے پاس سوائے انکل پچو کے کوئی اور دلیل نہیں۔“

۳: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تحریر کیا ہے:

﴿الْكُرْسِيُّ ثَابِتٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ جَمَاهُورِ السَّلَفِ، وَقَدْ نُقِلَ عَنْ بَعْضِهِمْ أَنَّ [كُرْسِيَهُ] عِلْمُهُ، وَهُوَ قَوْلٌ ضَعِيفٌ. ❶﴾

”کتاب و سنت سے [الکرسی] ثابت ہے اور سلف میں سے جمہور کا اس پر اجماع ہے۔ ان میں سے بعض سے نقل کیا گیا ہے، کہ [ان کی کرسی] (سے مراد) [ان کا علم] ہے، (لیکن) وہ کمزور بات ہے۔“

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ جیسا کہ آیت شریفہ اور حدیث شریفہ میں بیان کیا گیا ہے، [الکرسی] موجود ہے۔ ہم [الکرسی] کے وجود پر ایمان لانے کے پابند ہیں۔ اس کی کیفیت بیان نہیں کی گئی۔ ہمیں نہ تو اس کی کیفیت کا علم ہے اور نہ ہی اس بارے میں سوال کرنے کا حق ہے۔

❶ ❧ البروي نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: اللآلی البہیة فی شرح العقیدة الواسطیة، ۲۳۲/۱)

حافظ بیٹھی لکھتے ہیں، کہ امام طبرانی نے اسے روایت کیا ہے اور [اس کے راویان صحیح کے روایت کرنے والے] ہیں، (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، سورة البقرة، ۶/۳۲۳)۔

❶ مجموع الفتاویٰ ۵۸۴/۶

[وَبِشَعْرِ كُرْسِيِّهِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ] کی تفسیر

و: جملے کا ما قبل سے تعلق:

شیخ ابن عاشور نے بیان کیا ہے:

فِي هَذِهِ الْجُمْلَةِ تَقْرِيرٌ لِمَا تَضَمَّتَهُ الْجُمْلُ كُلُّهَا مِنْ عَظْمَةِ
اللَّهِ تَعَالَى وَكِبَرِيَّاتِهِ وَعِلْمِهِ وَقُدْرَتِهِ، وَبَيَانُ عَظْمَةِ
مَخْلُوقَاتِهِ الْمُسْتَلْزِمَةِ عَظْمَةِ شَانِهِ. ❶

یہ جملہ، سابقہ تمام جملوں میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور
علم و قدرت کی تاکید اور ان کی مخلوقات کی عظمت کی ان باتوں کو بیان کرتا
ہے، جو کہ لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت پر دلالت کرتی ہیں۔

جب صورت حال یہ ہے، تو یہ کیونکر مناسب ہو سکتا ہے، کہ اللہ جل جلالہ کو چھوڑ کر
کسی اور کی عبادت کی جائے یا عبادت میں کسی اور کو ان کا شریک ٹھہرایا جائے۔ اس
طرح یہ جملہ بھی آیت الکرسی کے اولین جملے:

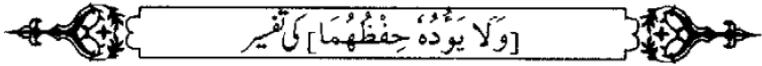
[اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ]

کی تائید کرتا ہے، کہ عبودیت والوہیت کے حق دار صرف اللہ جل جلالہ ہیں۔ ❷
وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.



❶ ملاحظہ ہو: تفسیر التحرير والتنوير ۲۳/۳۔

❷ ملاحظہ ہو: أحسن التفاسير ۱۹۹/۱۔



- ۹ -

﴿وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا﴾ کی تفسیر

۱: جملے کے معانی

ب: آسمانوں اور زمین میں موجود چیزوں کے عدم ذکر کی حکمت

ج: جملے کا ما قبل سے تعلق

د: جملے کا فائدہ

۱: جملے کے معانی:

چار علماء کے اقتباسات:

۱: ﴿وَلَا يُوَدُّهُ﴾ کی تفسیر میں امام بغوی رقم طراز ہیں:

”وَلَا يُوَدُّهُ وَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِ.“^①

”اور نہ ان پر بوجھل ہے اور نہ ان پر گراں۔“

۲: حافظ ابن جوزی نے قلم بند کیا ہے:

”کہا جاتا ہے: ”آدَهُ الشَّيْءُ وَيُوَدُّهُ أَوْ دَا إِيَادَا“ وَالْأَوْدُ : گراں

ہونا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور (علماء کی) ایک جماعت کا قول ہے۔“^②

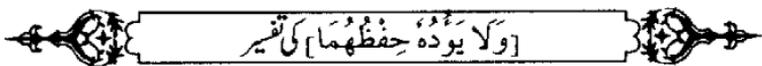
۳: ﴿حِفْظُهُمَا﴾ کے متعلق امام بغوی لکھتے ہیں:

① ملاحظہ ہو: تفسیر البغوي ۱/۲۴۰. نیز دیکھیے: تفسیر المحرر الوجيز ۲/۲۷۹؛ و تفسیر

القرطبي ۳/۲۷۸؛ و التفسیر الكبير ۷/۱۳؛ و تفسیر النسفي ۱/۱۲۸؛ و کتاب التسهيل ۱/۱۵۹؛ و غرائب القرآن ۳/۱۹.

② زاد المسير ۱/۳۰۴. یہی امام حسن بھری کا قول ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر القرآن للصنعاني

۱/۱۰۲؛ و تفسیر الطبري ۵/۴۰۳).



”قَالَ مُرَادُ بِهِ حِفْظُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ.“^۱

”اس سے مراد آسمانوں اور زمین کی حفاظت ہے۔“

۳: جملے کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر نے تحریر کیا ہے:

”أَيُّ لَا يُثْقَلُهُ وَلَا يَكْتَرِنُهُ حِفْظُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَمَنْ فِيهِمَا، وَمَنْ بَيْنَهُمَا، بَلْ ذَلِكَ سَهْلٌ عَلَيْهِ، يَسِيرٌ لَدَيْهِ، وَهُوَ الْقَائِمُ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ، الرَّقِيبُ عَلَى جَمِيعِ الْأَشْيَاءِ، فَلَا يَعْزُبُ عَنْهُ شَيْءٌ، وَلَا يَغِيبُ عَنْهُ شَيْءٌ، وَالْأَشْيَاءُ كُلُّهَا حَقِيرَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ، الَّذِي لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ، وَهُمْ يُسْأَلُونَ، وَهُوَ الْفَاهِرُ لِكُلِّ شَيْءٍ، الْحَسِيبُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، الرَّقِيبُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، لَا إِلَهَ غَيْرُهُ، وَلَا رَبَّ سِوَاهُ.“^۲

”ان پر آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے، کی حفاظت نہ بوجھل ہے، نہ گراں، بلکہ وہ ان پر آسان اور ان کے حضور معمولی بات ہے۔ ہر جان جو (نیکی یا بدی) کما رہی ہے، وہ اس پر نگہبان ہیں، تمام چیزوں پر رقیب ہیں۔ کوئی (بھی) چیز نہ ان سے مخفی ہے اور نہ پوشیدہ۔ تمام چیزیں ان کے روبرو بے حیثیت ہیں۔ وہ ذات کہ، جو وہ کرتے ہیں؛ ان سے پوچھا نہیں جاتا، اور وہ (یعنی دیگر سب) پوچھے جاتے ہیں، وہ ہر چیز پر غالب ہیں، ہر چیز کا بہت حساب رکھنے والے،

① تفسیر البغوي. ۲۴۰/۱۔ نیز دیکھئے: التفسیر الكبير ۱۳/۷؛ وتفسیر النسفي ۱/۱۲۸؛

وغرائب القرآن ۱۹/۳؛ وتفسیر البيضاوي ۱/۱۳۴.

② تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۳.

﴿وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا﴾ کی تفسیر

بہت بڑے نگہبان، بہت ہی بلند، بہت بڑی عظمت والے ہیں، ان کے
سوا کوئی معبود نہیں اور ان کے علاوہ کوئی رب نہیں۔“

ب: آسمانوں اور زمین میں موجود چیزوں کے عدم ذکر کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے [آسمانوں اور زمین کی حفاظت کے ان پر گراں نہ ہونے کا] ذکر
فرمایا ہے، لیکن ان دونوں میں جو چیزیں موجود ہیں، ان کی حفاظت کے متعلق کچھ نہیں
فرمایا۔

قاضی ابوسعود اس بارے میں لکھتے ہیں:

”إِنَّمَا لَمْ يَتَعَرَّضْ لِذِكْرِ مَا فِيهِمَا لِمَا أَنَّ حِفْظَهُمَا مُسْتَبَعٌ
لِحِفْظِهِ.“^①

”اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں موجود چیزوں کا ذکر نہیں فرمایا، کیونکہ
ان دونوں کی حفاظت کے ضمن میں ان (میں موجود چیزوں) کی
(بھی) حفاظت ہے۔“

ج: جملے کا ما قبل سے تعلق:

اس بارے میں شیخ ابن عاشور نے تحریر کیا ہے:

”وَجُمْلَةٌ ﴿وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا﴾ عَطَفَتْ عَلَى جُمْلَةٍ ﴿وَسِعَ
كُرْسِيُّهُ﴾ لِأَنَّهَا مِنْ تَكْمِلَتِهَا، وَفِيهَا ضَمِيرٌ مَعَادُهُ فِي الَّتِي
قَبْلَهَا، أَيَّ إِنَّ الَّذِي أَوْجَدَ هَاتِهِ الْعَوَالِمَ لَا يَعْجَزُ عَنْ
حِفْظِهَا.“^②

① تفسیر ابی السعود ۱/۲۴۸۔

② تفسیر التحریر والتنویر ۳/۲۴۔

﴿وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا﴾ کی تفسیر

”﴿وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا﴾ جملے کا ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ﴾ جملے پر عطف ہے، کیونکہ یہ اس کا تکرار ہے۔ اور اس (دوسرے جملے) میں (موجود) ضمیر (هُمَا) پہلے (جملے) کی طرف لوٹتی ہے یعنی (مقصود یہ ہے، کہ) بلاشبہ جس نے یہ جہاں بنائے ہیں، وہ ان کی حفاظت کرنے سے عاجز نہیں۔“

د: جملے کا فائدہ:

﴿وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا﴾ سلبی صفت ❶ ہے۔ یہ حقیقت معلوم ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی صفت محض سلبی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے سلبی صفات کا ذکر ان کے مقابل صفات کمال کے ثبوت کی غرض سے کیا جاتا ہے۔ اس بارے میں ذیل میں دو علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: شیخ الإسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”وَهَذَا النَّفْيُ تَضَمَّنَ كَمَا لَقُدْرَتِهِ، فَإِنَّهُ مَعَ حِفْظِهِ
لِلسَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، لَا يُثْقَلُ ذَلِكَ عَلَيْهِ، كَمَا يُثْقَلُ عَلَى
مَنْ فِي قُوَّتِهِ ضَعْفٌ.“ ❷

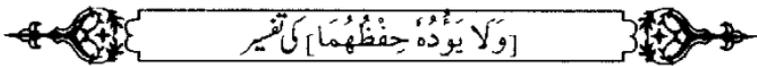
”اس نفی میں ضمنی طور پر ان کی قدرت کے کمال (کا بیان) ہے، کیونکہ آسمانوں اور زمین کی حفاظت ان پر گراں اور دشوار نہیں، جیسے کہ وہ اس شخص پر ہوتی ہے، جس کی قوت میں کمزوری ہو۔“

۲: ڈاکٹر صالح الفوزان رقم طراز ہیں:

”وَكُلُّ نَفْسٍ فِي صِفَاتِ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنَّهُ يَتَضَمَّنُ إِثْبَاتَ

❶ ایسی صفت، کہ جس کے ساتھ کسی میں، کسی بات کا نہ ہونا، بیان کیا جائے۔

❷ مجموع الفتاویٰ ۱۷/۱۱۰۔ نیز دیکھئے: المرجع السابق ۱۷/۱۴۲ و تفسیر آية الكرسي ص ۲۲۔



الْكَمَالِ، وَ لَيْسَ هُوَ نَفِيًّا مَحْضًا، لِأَنَّ النَّفِيَّ الْمَحْضَ
لَيْسَ فِيهِ مَدْحٌ، لِأَنَّهُ عَدَمٌ مَحْضٌ، وَ الْعَدَمُ لَيْسَ بِشَيْءٍ .
وَ مِنْ أَمْثَلَةِ النَّفِيِّ الْمُتَضَمِّنِ لِإِثْبَاتِ الْكَمَالِ:
قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا) ❶

أَيَّ لِكَمَالٍ عَدْلِهِ سُبْحَانَهُ،

وَ قَوْلُهُ: (وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا) ❷

أَيَّ: لِكَمَالِ قُدْرَتِهِ وَ قُوَّتِهِ،

وَ قَوْلُهُ: (لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَ لَا نَوْمٌ) ❸

أَيَّ: لِكَمَالِ حَيَاتِهِ وَ قِيُومِيَّتِهِ .

وَ هَكَذَا كُلُّ نَفْيٍ عَنِ اللَّهِ، فَإِنَّهُ يَتَضَمَّنُ إِثْبَاتَ ضِدِّ الْمُنْفِيِّ

مِنَ الْكَمَالِ وَ الْعَجَلَالِ . ❹

[”صفات الہیہ کے بارے میں ہر نفی میں ضمناً کمال کا ثابت کرنا ہوتا ہے۔ خالی

نفی (مقصود) نہیں ہوتی، کیونکہ محض نفی، مدح نہیں ہوتی، کیونکہ وہ تو صرف معدوم
(یعنی نہ ہونا) ہے اور معدوم ہونا تو کوئی چیز نہیں۔

نفی کے ضمن میں ثبوت کمال کی مثالوں میں سے:

ارشاد تعالیٰ: (ترجمہ: اور آپ کے رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتے)۔

یعنی: (اللہ) سبحانہ اپنے کمالِ عدل کی بنا پر (ظلم نہیں کرتے)،

اور ارشاد تعالیٰ (ترجمہ: اور ان دونوں کی حفاظت ان پر گراں نہیں)

❶ سورة الكهف / جزء من الآية ٤٩ .

❷ سورة البقرة / جزء من الآية ٢٥٥ .

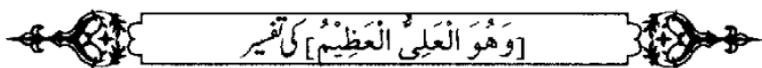
❸ سورة البقرة / جزء من الآية ٢٥٥ .

❹ ”الإرشاد إلى صحيح الاعتقاد و الرد على أهل الشرك و الإلحاد“ ص ٢٠٥ .

[وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا] کی تفسیر

یعنی: اپنی قدرت اور اپنی قوت کے کمال کے سبب،
اور ارشادِ تعالیٰ: (ترجمہ: انہیں نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند)،
یعنی: اپنی زندگی اور اپنی قیومت کے کمال کی وجہ سے۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ہر نفی میں اس منفی بات کے برعکس کمال و جلال کا ثبوت
ہوتا ہے۔“





-۱۰-

﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ کی تفسیر

- ا: [الْعَلِيُّ] سے مراد
 ب: اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے اوپر ہونے کے متعلق تین علماء کے بیانات
 ج: اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے اوپر ہونے کے سات دلائل
 د: اسم مبارک [الْعَلِيُّ] پر مشتمل دیگر آیات میں سے تین
 ہ: [الْعَظِيمُ] سے مراد
 و: اسم مبارک [الْعَظِيمُ] پر مشتمل دیگر آیات میں سے تین
 ز: [الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ] دونوں ناموں پر مشتمل ایک اور آیت شریفہ
 ح: جملے میں حصر اور اس کا فائدہ
 ط: جملے کا ماقبل سے تعلق

ا: [الْعَلِيُّ] سے مراد:

چھ علماء کے اقوال:

۱: امام بغوی رقم طراز ہیں:

”وَهُوَ [الْعَلِيُّ] الرَّفِيعُ فَوْقَ خَلْقِهِ وَالْمُتَعَالِي عَنِ الْأَشْيَاءِ

وَالْأَنْدَادِ. وَقِيلَ: ”الْعَلِيُّ بِالْمُلْكِ وَالسَّلْطَنَةِ.“ ❶

”[وَهُوَ الْعَلِيُّ] اپنی مخلوق سے بہت بلند اور سب چیزوں اور شرکاء ❷

❶ تفسیر البغوي ۱/۲۴۰.

❷ لوگوں کے گمان میں [شرکاء]، لیکن حقیقت میں ان کا کوئی بھی شریک نہ ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ کی تفسیر

سے بہت اونچے اور (یہ بھی) کہا گیا ہے: [بادشاہت اور اقتدار کے ساتھ بہت بلند و بالا]۔“

۲: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قلم بند کیا ہے:

”وَأَسْمُهُ [الْعَلِيُّ] يُفَسَّرُ بِهَذَيْنِ الْمَعْنَيْنِ:
يُفَسَّرُ بِأَنَّهُ أَعْلَى مِنْ غَيْرِهِ قَدْرًا، فَهُوَ أَحَقُّ بِصِفَاتِ
الْكَمَالِ.

وَيُفَسَّرُ بِأَنَّهُ الْعَالِي عَلَيْهِمْ بِالْقَهْرِ وَالْعَلْبَةِ، فَيَعُودُ إِلَى أَنَّهُ
الْقَادِرُ عَلَيْهِمْ، وَهُمْ الْمَقْدُورُونَ. وَهَذَا يَتَضَمَّنُ كَوْنَهُ
خَالِقًا لَهُمْ وَرَبًّا لَهُمْ.

وَكَالَهُمَا يَتَضَمَّنُ أَنَّهُ نَفْسَهُ فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ، فَلَا شَيْءَ
فَوْقَهُ. ❶

”اور ان کے نام [الْعَلِيُّ] کی تفسیر، ان دو معنوں کے ساتھ کی گئی ہے:

وہ مقام و مرتبہ میں سب سے برتر ہیں۔ اسی لیے کمال کی صفات کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

وہ اُن سے، قہر و غلبہ کے اعتبار سے بلند ہے۔ اسی بنا پر وہ اُن (سب) پر کمال قدرت رکھنے والے اور وہ (سب) اُن کے زیر اقتدار ہیں اور اس کے ضمن میں یہ (بھی) ہے، کہ وہ اُن کے خالق اور رب ہیں۔

ان دونوں معنوں میں ضمنی طور پر یہ (بھی) ہے، کہ وہ خود ہر چیز سے بلند و بالا ہیں اور کوئی چیز اُن سے اوپر نہیں۔“

۳: امام ابن قیم اپنے [الْقَصِيدَةُ النُّونِيَّةُ] میں لکھتے ہیں:

❶ مجموع الفتاوى ۱۶ / ۳۵۸.

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ کی تفسیر

وَهُوَ الْعَلِيُّ فَكُلُّ أَنْوَاعِ الْعُلُوِّ
وَلَهُ فَثَابِتَةٌ بِلَا نُكْرَانٍ ❶

[ترجمہ: وہ ہی [الْعَلِيُّ] ہیں، پس بلندی کی تمام اقسام انہی کے لیے بلا انکار ثابت ہیں]۔

حضرت امام جلیل القدر ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں:
وَلَهُ الْعُلُوُّ مِنَ الْوُجُوهِ جَمِيعَهَا
ذَاتًا وَقَهْرًا مَعَ عُلُوِّ الشَّانِ ❷

”ان ہی کے لیے ذات، غلبہ اور اونچے مقام و مرتبہ کے، تمام اعتبارات سے بلندی ہے۔“

❸: شیخ سعدی رقم طراز ہیں:

(وَهُوَ الْعَلِيُّ) بِدَاتِهِ فَوْقَ عَرْشِهِ؛ (الْعَلِيُّ) بِقَهْرِهِ لِجَمِيعِ
الْمَخْلُوقَاتِ، (الْعَلِيُّ) بِقَدْرِهِ لِكَمَالِ صِفَاتِهِ. ❹

[وہ اپنی ذات کے ساتھ عرش کے اوپر بلند و بالا ہیں، (وہ) اپنے غلبے کے ساتھ ساری مخلوقات پر بالا دست ہیں، (وہ) اپنی صفات کے کمال کی بنا پر مقام و مرتبہ میں بلند ترین ہیں۔]

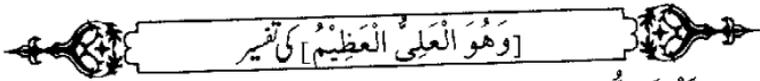
❺: شیخ ابوبکر جزائری نے تحریر کیا ہے:

”الْعَلِيُّ الَّذِي لَيْسَ فَوْقَهُ شَيْءٌ، وَالْقَاهِرُ الَّذِي لَا يَغْلِبُهُ
شَيْءٌ.“ ❻

❶ القصيدة النونية (المطبوعة مع شرحها)، رقم البيت ٣٢٢٣، ٣/٣٥١.

❷ المرجع السابق، رقم البيت ١١٢٧، ٢/١١٩، نیز ملاحظہ ہو: رقم البيت ١١٥٢، ١١٥٧، ٢/١٢٩.

❸ تيسير الرحمن ص ١١٠. (ط: مؤسسة الرسالة). ❹ أيسر التفاسير ١/٢٠٣.



”[الْعَلِيُّ] وہ ذات، کہ ان کے اوپر کوئی چیز نہیں اور وہ [الْقَاهِرُ] ہیں، کہ جن پر کوئی چیز غالب نہیں۔“

۶: شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ نے تحریر کیا ہے:

”[فَالْعَلِيُّ] هُوَ الَّذِي لَهُ جَمِيعُ أَنْوَاعٍ وَأَوْصَافِ الْعُلُوِّ، وَ الْعُلُوُّ ثَلَاثَةٌ أَنْوَاعٍ:

❁ عُلُوُّ الذَّاتِ

❁ وَ عُلُوُّ الْقَهْرِ

❁ وَ عُلُوُّ الْقَدْرِ

وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ هَذِهِ جَمِيعًا، لَهُ عُلُوُّ الذَّاتِ، وَ عُلُوُّ الْقَهْرِ، وَ عُلُوُّ الْقَدْرِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى (وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ) ❶ ❷

”پس [الْعَلِيُّ] وہ ذات، کہ انہی کے لیے [الْعُلُوُّ] [بلندی] کی یہ ساری انواع و اوصاف ہیں۔ انہی کے لیے [ذات کی بالادستی]، [غلبہ کی برتری] اور [شان و عظمت کی فوقیت] ہے۔ (ان کا ارشادِ عالی ہے) [ترجمہ: اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہیں]۔“

ب: اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے اوپر ہونے کے متعلق چار علماء کے بیانات:

۱: امام طحاوی لکھتے ہیں:

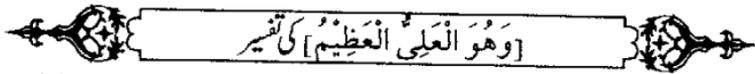
وَهُوَ مُحِيطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ، وَ فَوْقَهُ. ❶

[اور وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والے اور اس کے اوپر ہیں]

۲: علامہ ابن ابی العزحنی اس کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

❶ سورة الأنعام/ جزء من الآية ۱۸. ❷ اللآلئ البهية في شرح العقيدة الواسطية ۲۵۱/۱.

❸ العقيدة الطحاوية ص ۲۵۷ باختصار (المطبوع بتحقيق الشيخ أحمد محمد شاكر).



”وَمَعْنَاهَا أَنَّهُ تَعَالَى مُحِيطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ، وَفَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ.“^①

[”اور اس کا معنی یہ ہے، کہ بلاشبہ (اللہ) سبحانہ و تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والے اور ہر چیز کے اوپر ہیں۔“]

علامہ رحمہ اللہ نے مزید قلم بند کیا ہے:

امام مسلم نے ارشاد تعالیٰ:

(هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ)

کی تفسیر، آنحضرت ﷺ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

[ترجمہ: آپ ہی پہلے ہیں، آپ کے پہلے کوئی چیز نہیں۔

آپ ہی پیچھے ہیں، آپ کے پیچھے کوئی چیز نہیں۔

آپ ہی اوپر ہیں، پس آپ کے اوپر کوئی چیز نہیں۔

آپ ہی چھپے ہوئے ہیں، کہ کوئی چیز آپ سے زیادہ پوشیدہ نہیں۔]

یہاں [الظَّهْرُ] سے مراد [الْعُلُوُّ] بلندی ہے۔

پس یہ چاروں اسماء (مبارکہ) ایک دوسرے کے مقابل ہیں:

ان میں سے دو اسماء (مبارکہ) رب سبحانہ و تعالیٰ کے ازلی وابدی ہونے کے

متعلق اور دو نام ان کے اوپر ہونے اور قریب ہونے کے بارے میں ہیں۔]^②

علامہ رحمہ اللہ مزید رقم طراز ہیں:

”وَمَنْ سَمِعَ أَحَادِيثَ الرَّسُولِ ﷺ وَكَلَامَ السَّلَفِ، وَجَدَ

مِنْهُ فِي إِبْتِاطِ الْفَوْقِيَّةِ مَا لَا يَنْحَصِرُ.“^③

① شرح الطحاوية في العقيدة السلفية ص ۲۵۹.

② المرجع السابق ص ۲۶۱ باختصار.

③ المرجع السابق ص ۲۶۲.

[وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ] کی تفسیر

”رسول کریم ﷺ کی احادیث اور سلف کے کلام کو سننے والا اُن میں اللہ تعالیٰ کے سب سے اُوپر ہونے کے ثبوت کے متعلق ان گنت (دلائل و شواہد) پائے گئے۔“
حضرت علامہ ہی نے قلم بند کیا ہے:

”وَ كَلَامُ السَّلَفِ فِي إِثْبَاتِ صِفَةِ الْعُلُوِّ كَثِيرٌ جِدًّا.
فَمِنْهُ مَا رَوَى شَيْخُ الْإِسْلَامِ أَبُو إِسْمَاعِيلَ الْأَنْصَارِيُّ فِي
كِتَابِهِ [الْفَارُوقِ] بِسَنَدِهِ إِلَى مُطِيعِ الْبَلْخِيِّ:
أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا حَنِيفَةَ عَمَّنْ قَالَ:

”لَا أَعْرِفُ رَبِّي فِي السَّمَاءِ أَمْ فِي الْأَرْضِ.“

”(اللہ تعالیٰ کے سب سے) اُوپر ہونے کے ثبوت کے متعلق سلف کا کلام بہت زیادہ ہے۔ [اسی میں سے (ایک بات) وہ ہے، جسے شیخ الاسلام ابو اسماعیل انصاری نے اپنی کتاب [الفاروق] میں اپنی سند کے ساتھ مطیع بلخی سے روایت کیا ہے، کہ ”بے شک انہوں نے (امام) ابو حنیفہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا، جو کہتا ہے:

[مجھے پتا نہیں، کہ میرے رب آسمان میں ہیں یا زمین میں ہیں]۔

تو انہوں نے فرمایا:

”قَدْ كَفَرَ لَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: (الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ

اسْتَوَى)، وَ عَرْشُهُ فَوْقَ سَبْعِ سَمَوَاتِهِ.“

[”یقیناً اس نے کفر کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (ترجمہ: رحمن عرش پر بلند

ہوئے۔) اور ان کا عرش ان کے ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔“]

میں نے عرض کیا:

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ کی تفسیر

”فَإِنْ قَالَ: ”إِنَّهُ عَلَى الْعَرْشِ، وَلَكِنْ يَقُولُ: ”لَا أَدْرِي: الْعَرْشُ فِي السَّمَاءِ أَمْ فِي الْأَرْضِ؟“
[پس اگر اس نے کہا: ”یقیناً وہ عرش پر ہیں۔“ لیکن وہ (یہ بھی) کہتا ہے:
”میں نہیں جانتا: عرش آسمان میں ہے یا زمین میں ہے؟“

انہوں نے فرمایا:

”هُوَ كَافِرٌ، لِأَنَّهُ أَنْكَرَ أَنَّهُ فِي السَّمَاءِ. فَمَنْ أَنْكَرَ أَنَّهُ فِي السَّمَاءِ، فَقَدْ كَفَرَ.“^①

[”وہ کافر ہے، کیونکہ اُس نے ان کے آسمان میں ہونے کا انکار کیا۔ سو جس شخص نے اُن کے آسمان میں ہونے کا انکار کیا، تو یقیناً اس نے کفر کیا۔“]

علامہ ابن ابی العزحیٰفی اس سلسلے میں ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”وَ لَا يُلْتَفَتُ إِلَى مَنْ أَنْكَرَ ذَلِكَ مِمَّنْ يَنْتَسِبُ إِلَى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ، فَقَدْ اِنْتَسَبَ إِلَيْهِ طَوَائِفُ مُعْتَزِلَةٍ وَ غَيْرِهِمْ، مُخَالَفُونَ لَهُ فِي كَثِيرٍ مِّنْ إِعْتِقَادَاتِهِمْ.“^②

[” (امام) ابوحنیفہ کے مذہب کی طرف اپنی نسبت کرنے والے بعض لوگوں کا اس بارے میں انکار قابل توجہ نہیں، کیونکہ معتزلہ وغیرہ لوگوں کے کئی گروہ اُن کی طرف اپنی نسبت کرنے کے باوجود بہت سے عقائد میں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔“]

۳: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رقم طراز ہیں:

”قَدْ وَصَفَ اللَّهُ تَعَالَى نَفْسَهُ فِي كِتَابِهِ، وَ عَلَى لِسَانِ رَسُولِهِ ﷺ بِـ ”الْعُلُوِّ وَ الْاِسْتِوَاءِ عَلَى الْعَرْشِ، وَ الْفَوْقِيَّةِ“

① شرح الطحاوية في العقيدة السلفية ص ۲۶۷ باختصار. نیز ملاحظہ فرمائیے: ”القصيدة النونية“
الآيات ۱۳۷۸-۱۳۸۲/۲۰، ۲۱۰. ② شرح الطحاوية في العقيدة السلفية ص ۲۶۷.

[وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ] کی تفسیر

فِي كِتَابِهِ فِي آيَاتٍ كَثِيرَةٍ، حَتَّى قَالَ بَعْضُ أَكْبَرِ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ: "فِي الْقُرْآنِ أَلْفُ دَلِيلٍ أَوْ أَزِيدُ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَالٍ عَلَى الْخَلْقِ، وَآنَهُ فَوْقَ عِبَادِهِ." ❶

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کریم ﷺ کی زبان (مبارک) سے اپنے بارے میں [بالا ہونے، عرش پر بلند ہونے اور اوپر ہونے کا] وصف بیان کیا ہے۔ (انہوں نے یہ بات) اپنی کتاب (مجید) کی بہت زیادہ آیات میں (بیان فرمائی ہے)، یہاں تک کہ امام شافعی کے بعض اکابر شاگردوں نے کہا: ”قرآن (کریم) میں [اللہ تعالیٰ کے مخلوق سے بالا اور اپنے بندوں سے اوپر ہونے] کے ایک ہزار یا اس سے زیادہ دلائل ہیں۔“

❷: اسی بارے میں امام ابن قیم لکھتے ہیں:

”وَالظَّاهِرُ الْعَالِي الَّذِي مَا فَوْقَهُ شَيْءٌ كَمَا قَدْ قَالَ ذُو الْبُرْهَانَ“ ❸

[”اور (الظَّاهِرُ) ایسے بلند، کہ ان کے اوپر کوئی چیز نہیں، جیسا کہ ذوالبرہان (یعنی دلیل والے نبی کریم ﷺ) نے بیان فرمایا۔“

ج: اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے اوپر ہونے کے سات دلائل:

کتاب و سنت میں اس کے متعلق بہت کثرت سے دلائل موجود ہیں۔ سابقہ صفحات میں علمائے امت کے بیانات کے ضمن میں ذکر کردہ دلائل کے ساتھ ذیل میں

❶ مجموع الفتاویٰ ۱۲۱/۵۔ شیخ الاسلام نے فتاویٰ کی اس جلد میں اس بارے میں بڑی تفصیل سے

گفتگو کی ہے۔ تفصیلی معلومات کے خواہش مند اس کی طرف رجوع فرمائیں۔ نیز ملاحظہ فرمائیے:

اللائی البھیة فی شرح العقیة الواسطیة ۱/ ۶۹۵-۵۴۵۔

❷ الفصیة النونیة، رقم البیت ۲۰۱۲۶۰ / ۱۷۰۔

[وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ] کی تفسیر

سات دلائل ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿عَآءِ أَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَآءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورٌ﴾

أَمْ أَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَآءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا
فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرٍ ﴿۱﴾

[کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو، جو آسمان میں ہے، کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دیں، تو وہ حرکت کرنے لگے؟]

یا کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو، جو آسمان میں ہے، کہ وہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دیں، پھر تم جلد ہی جان لو گے، کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟]

علامہ عظیم آبادی لکھتے ہیں: (أَمْ أَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَآءِ) سے مراد [مَنْ عَلَى السَّمَآءِ] [آسمان کے اوپر سے یعنی عرش سے ہے۔ بسا اوقات [فِي] [عَلَى] کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے:

(فَسَيُحِوُّ فِي الْأَرْضِ) ﴿۲﴾ میں [فِي] [عَلَى] کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ [ترجمہ اس طرح ہوگا:

[پس تم اس سرزمین پر چلو پھرو] ﴿۳﴾

① سورة الملك/ الآيتين ۱۶-۱۷.

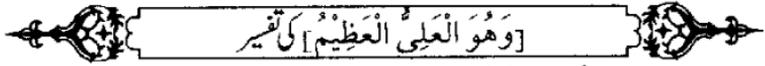
② سورة التوبة/ جزء من الآية ۲.

③ اس بارے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: "كتاب الأسماء و الصفات" للإمام البيهقي

۱۳۴-۱۷۴؛ و "خلق أفعال العباد" للإمام البخاري، صفحات ۴۲-۴۳؛ و "مختصر

كتاب العلو" للحافظ الذهبي؛ و "القصيدة النونية" للإمام ابن القيم، و "عون المعبود"

للعظيم ابادي ۱۳/ ۶-۴۶.



اسی طرح ﴿وَأَصْلَبَنكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ﴾ ❶ میں [فِي] [عَلَى] کے معنی میں آیا ہے۔ [ترجمہ یوں ہوگا:

[اور یقیناً میں تمہیں ضرور کھجور کے تنوں پر بُری طرح سولی دوں گا]۔

۲۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿تَعْرُجُ السَّلِيمَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ﴾ ❷

[ترجمہ: فرشتے اور روح (حضرت جبریل علیہ السلام) ان کی طرف ایسے دن میں چڑھتے ہیں، جس کی مقدار (یعنی مدت) پچاس ہزار سال ہے]۔

۳۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ ❸

(ان ہی کی طرف پاکیزہ باتیں چڑھتی ہیں اور وہ نیک عمل کو بلند کرتے ہیں)۔

۴۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ ❹

[ترجمہ: بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) اپنی طرف اٹھالیا]

۵: امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے

بیان کیا:

”فَكَانَتْ زَيْنَبُ تَفْخَرُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ:
”زَوْجَكُنَّ أَهَالِيكُنَّ، وَزَوْجِنِي اللَّهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ

❶ سورة طه / جزء من الآية ۷۱.

❷ سورة المعارج / الآية ۴.

❸ سورة فاطر / جزء من الآية ۱۰.

❹ سورة النساء / الآية ۱۰۸.

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ کی تفسیر

سَمَوَاتٍ . ❶

” (حضرت) زینب (بنت جحش) رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی (دیگر) بیویوں پر ازراہ فخر کہا کرتی تھیں:

”تمہارے گھر کے لوگوں نے تمہاری شادیاں کروائیں اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کروائی۔“

اس روایت سے یہ بات واضح ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے اوپر ہونا، اہل ایمان کے ہاں ثابت شدہ بات ہے۔ صرف اہل اسلام نہیں، بلکہ سلیم الفطرت ساری مخلوق کی نظر میں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کتاب و سنت اور عقل و فطرت اس پر دلالت کناں ہیں۔ ❷

❶: امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ. اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمَكُم مِّنْ فِي السَّمَاءِ.“ ❷

”رحم کرنے والوں پر رحمن رحم فرماتے ہیں، تم ان پر رحم کرو، جو زمین میں

❶ صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب (وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ)، جزء من رقم الحدیث ۷۴۲۰، ۱۳/۴۰۳-۴۰۴.

❷ ملاحظہ ہو: شرح کتاب التوحید ۱/۳۳۵.

❸ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الرحمة، جزء من رقم الحدیث ۴۹۳۱، ۱۳/۱۹۴؛ و جامع الترمذی، أبواب البر و الصلة، باب ما جاء فی رحمة الناس، جزء من رقم الحدیث ۱۹۸۹، ۶/۴۳. الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن صحیح] اور شیخ البانی نے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۶/۴۴، و صحیح سنن ابی داؤد ۳/۹۳۳، و صحیح سنن الترمذی ۲/۱۸۰)؛ نیز ملاحظہ ہو: سلسلہ الأحادیث الصحیحة ۲/۶۳۰-۶۳۲.

[وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ] کی تفسیر

ہیں، تم پر وہ رحم کریں گے، جو آسمان میں ہیں۔“
 (يُوحَمِّكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ) [تم پر وہ رحم کریں گے، جو آسمان میں ہیں] کی
 شرح میں علامہ عظیم آبادی لکھتے ہیں:

(مَنْ فِي السَّمَاءِ): وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔^①

شیخ البانی نے تحریر کیا ہے:

”فَالْحَدِيثُ مِنَ الْأَدَلَّةِ الْكَثِيرَةِ عَلَى أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَوْقَ
 الْمَخْلُوقَاتِ كُلِّهَا.“^②

[”اللہ تعالیٰ کے حتمی طور پر تمام مخلوقات کے اوپر ہونے کے بہت زیادہ دلائل
 میں سے (ایک یہ) حدیث ہے۔“]

③: امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
 روایت نقل کی ہے، (کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمَّا قَضَى الْخَلْقَ كَتَبَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ:

”إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي.“^④

[”بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ تخلیق فرما چکے، تو انہوں نے اپنے پاس عرش پر تحریر فرمایا:

”یقیناً میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔“]

شیخ عبداللہ غنیمان^⑤ رقم طراز ہیں:

”وَهُوَ كِتَابٌ حَقِيقَةٌ كَتَبَهُ تَعَالَى، كَمَا ذَكَرَ لَنَا رَسُولُ

اللَّهِ ﷺ حَقِيقَةً، وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَقِيقَةً، فَوْقَ عَرْشِهِ

① ملاحظہ ہو: عون المعبود ۱۳/۱۹۵۔ ② سلسلة الاحاديث الصحيحة ۲/۶۳۲۔

③ صحيح البخاری، كتاب التوحيد، باب (وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
 الْعَظِيمِ) رقم الحديث ۷۴۲۲، ۱۳/۴۰۴۔

④ رئيس قسم الدراسات العليا (Department of Higher Studies) و مدرس مسجد
 نبوی شریف۔

[وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ] کی تفسیر

حَقِيقَةٌ . وَالْمَقْصُودُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى مُسْتَوٍ عَلَى عَرْشِهِ عَلَى الْحَقِيقَةِ ، وَ عَرْشُهُ فَوْقَ مَخْلُوقَاتِهِ كُلِّهَا ، عَالٍ عَلَيْهَا . ❶

”وہ واقعی (ایک) کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ ہمارے رسول کریم ﷺ نے ہمارے لیے بیان فرمایا..... حقیقتاً اسے تحریر فرمایا۔ وہ واقعاً اللہ تعالیٰ کے ہاں حقیقت میں عرش کے اوپر ہے۔

(اس ساری بات کا) مقصود یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً عرش پر مستوی ہیں اور ان کا عرش ساری مخلوقات کے اوپر اور ان سے بلند و بالا ہے۔“
و: اسم مبارک [الْعَلِيُّ] پر مشتمل دیگر آیات میں سے تین:

۱: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ
وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ ❷

[وہ اس لیے، کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی (معبود) برحق ہیں اور بلاشبہ وہ ان کے سوا جس چیز کو پکارتے ہیں، وہ باطل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب سے عالی مقام اور سب سے بڑے ہیں۔]

۲: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ
عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ
الْكَبِيرُ﴾ ❸

❶ شرح کتاب التوحید ۱/۳۳۹.

❷ سورۃ لقمان / الآیۃ ۳۰.

❸ سورۃ سبأ / الآیۃ ۲۳.

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ کی تفسیر

[اور ان کے حضور شفاعت کام نہیں دیتی ہے، سوائے اس شخص (کی شفاعت) کے، جس کے لیے وہ اجازت دیں، یہاں تک کہ ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے، (تو) وہ (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں: ”تمہارے رب نے کیا فرمایا؟“

وہ کہتے ہیں: ”حق (کہا ہے)“ اور وہی بہت بلند اور بڑی کبریائی والے ہیں۔]

۳: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ذَلِكُمْ بَأْنَهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ﴾^۱

[وہ اس لیے، کہ جب تنہا اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا، تو تم کفر کرتے تھے اور اگر ان کے ساتھ شریک بنایا جاتا تھا، تو تم یقین کرتے تھے، پس (آج) فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے (یعنی ان کے ہاتھ میں) ہے، جو بہت بلند اور بہت بڑے ہیں۔]

۵: [الْعَظِيمُ] سے مراد:

چھ مفسرین کے اقوال:

۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:

”[الْعَظِيمُ] الَّذِي قَدْ كَمَلَ فِي عَظَمَتِهِ.“^۲

”[الْعَظِيمُ] وہ ذات، جو اپنی عظمت میں درجہ کمال پر ہے۔“

① سورة المؤمن / الآية ۱۲ .

② بحوالہ: تفسیر الطبری ۴۰۵/۵ .

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ کی تفسیر

۲: امام طبری لکھتے ہیں:

”[الْعَظِيمُ] ذُو الْعَظْمَةِ الَّذِي كُلُّ شَيْءٍ دُونَهُ، فَلَا شَيْءَ
أَعْظَمُ مِنْهُ. ❶“

”[الْعَظِيمُ] وہ عظمت والے، کہ ہر چیز ان سے فروتر ہے اور کوئی چیز
(بھی) ان سے زیادہ عظمت والی نہیں۔“

۳: امام بغوی نے تحریر کیا ہے:

”[الْعَظِيمُ] الْكَبِيرُ الَّذِي لَا شَيْءَ أَعْظَمُ مِنْهُ. ❷“

”[الْعَظِيمُ] بہت بڑی وہ ذات، کہ کوئی چیز ان سے زیادہ عظمت والی
نہیں۔“

۴: قاضی بیضاوی رقم طراز ہیں:

”[الْعَظِيمُ]: الْمُسْتَحَقَّرُ، بِإِلْضَافَةِ إِلَيْهِ، كُلُّ مَا سِوَاهُ. ❸“

”[الْعَظِيمُ] (وہ کہ) ان کے مقابلے میں ہر چیز حقیر ہے۔“

۵: حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

”[وَهُوَ الْعَظِيمُ] كَقَوْلِهِ [الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ] ❹“

”[وَهُوَ الْعَظِيمُ] ارشادِ تعالیٰ [الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ] [بہت بڑے

سب سے عالی شان] کی مانند ہے۔“

۶: شیخ ابوبکر الجزائری نے قلم بند کیا ہے:

❶ تفسیر الطبری ۴۰۵/۵.

❷ تفسیر البغوي ۲۴۰/۱.

❸ تفسیر البيضاوي ۱۳۴/۱.

❹ سورة الرعد / جزء من الآية ۹.

❺ تفسیر ابن کثیر ۳۳۳/۱.

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ کی تفسیر

”[الْعَظِيمُ] الَّذِي كُلُّ شَيْءٍ أَمَامَ عَظَمَتِهِ صَغِيرٌ حَقِيرٌ.“^①
 ”[الْعَظِيمُ] وہ ذات، کہ ان کی عظمت کے سامنے، ہر چیز چھوٹی اور
 معمولی ہے۔“

[الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ] کی تفسیر میں حضرات مفسرین کے مذکورہ بالا سب اقوال ہی
 عمدہ ہیں۔

تنبیہ:

اسماء و صفت والی نصوص کو کیفیت و تشبیہ بیان کیے بغیر رہنے دینا:
 حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”وَهَذِهِ الْآيَاتُ وَمَا فِي مَعْنَاهَا مِنَ الْأَحَادِيثِ الصَّحَاحِ، الْأَجْوَدُ
 فِيهَا طَرِيقَةُ السَّلَفِ الصَّالِحِ:

[أَمْرُوهَا كَمَا جَاءَتْ مِنْ غَيْرِ تَكْيِيفٍ وَلَا تَشْبِيهِ].“^②

”ان آیات اور اسی معنی کی صحیح احادیث کے حوالے سے بہترین طریقہ
 سلف صالحین کا ہے۔ (اور وہ یہ ہے: [قرآن و سنت میں) جیسے ان کا
 ذکر آیا ہے، انہیں ویسے ہی، کیفیت (بیان کیے) بغیر اور تشبیہ دیے بغیر،
 رہنے دیا جائے۔“

و: اسم مبارک [الْعَظِيمُ] پر مشتمل دیگر آیات میں سے تین:

۱: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴾^③

① ایسر التفاسیر ۱/۲۰۳۔

② تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۲۔

③ سورة الواقعة / الآية ۷۴۔

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ کی تفسیر

[پس آپ اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کے ساتھ تسبیح بیان کیجیے۔]

۲: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ﴾ ❶

[بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں رکھتا تھا۔]

۳: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴾ ❷

[پس آپ اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کے ساتھ تسبیح پڑھتے

رہیے۔]

ز: ﴿الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ [دونوں ناموں پر مشتمل ایک اور آیت شریفہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ ❸

[ان ہی کے لیے ہے، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ

بہت بلند بہت عظمت والے ہیں۔]

ح: جملے میں حصر اور اس کا فائدہ:

اس جملے کے دونوں اطراف: [مبتدا] اور [خبر] اسمائے معرفہ میں سے ہیں،

[هُوَ] ضمیر مبتدا ہے، جو کہ اسم معرفہ ہے۔ اسی طرح [الْعَلِيُّ] [الْعَظِيمُ] خبر ہیں،

اور دونوں میں سے ہر ایک اسم معرفہ ہے اور مبتدا اور خبر دونوں کا ایسے ہونا، جملے میں

حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ اس طرح جملے کا معنی یہ ہوگا:

❶ سورة الحاقة / الآية ۳۳.

❷ سورة الحاقة / الآية ۵۲.

❸ سورة الشورى / الآية ۴.

[وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ] کی تفسیر

[وہ ہی بہت بلند اور بہت بڑے ہیں۔]

یا معنی یوں بیان کیا جائے گا:

[وہ بلند و بالا ہونے میں منفرد، عالی مقام و مرتبہ والے ہونے میں یکتا ہیں۔]

دوسرے الفاظ میں:

یہ جملہ درج ذیل دو معانی پر مشتمل ہے:

ا: اللہ تعالیٰ کے بہت بلند اور بہت بڑے ہونے کا ثبوت۔

ب: اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے ایسی بلندی اور ایسی عظمت کی نفی۔

سو کوئی [الْعَلِيُّ] نہیں، مگر اللہ تعالیٰ اور کوئی [الْعَظِيمُ] نہیں، مگر اللہ تعالیٰ۔

[الْعَلِيُّ] سے مراد [عُلُوٌّ مُطْلَقٌ] والے یعنی پوری کائنات سے بلند و بالا۔

[عُلُوٌّ مُقَيَّدٌ] یعنی مخلوق میں سے ایک دوسرے سے بلند ہونا [انسانوں کے لیے بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَهَنُّوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ﴾^①

[اور تم کمزور نہ بنو اور غم نہ کرو اور تم ہی سب سے بلند ہو۔]

[یعنی تم کافروں سے بلند و بالا ہو، یہ مراد نہیں، کہ تم ہر چیز سے بلند و بالا

ہو،]

کیونکہ [عُلُوٌّ مُطْلَقٌ] یعنی ہر چیز سے بلند و بالا ہونا، صرف اللہ جل جلالہ

کے لیے ہے، کیونکہ وہ [فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ] [ہر چیز کے اوپر ہیں]^②

یہی بات [الْعَظِيمُ] میں ہے، کہ وہ عظمت مُطْلَقٌ [یعنی کائنات کی ہر چیز

① سورة آل عمران / جزء من رقم الآية ۱۳۹.

② ملاحظہ ہو: تفسیر آية الكرسي ص ۲۳.

{وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ} کی تفسیر

سے بڑی عظمت والے ہیں، ان کے علاوہ کوئی ایسے نہیں۔ مخلوق میں سے عظمت والوں کی [عظمتِ مُقَيَّدَه] ہے۔ یعنی وہ مخلوق میں دیگر لوگوں یا چیزوں کے مقابلے میں زیادہ عظمت والے ہیں۔ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

ط: جملے کا ماقبل سے تعلق:

یہ جملہ اپنے ماقبل جملے ﴿وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا﴾ کا تتمہ ہے۔ شیخ ابن عاشور رقم طراز ہیں:

”وَعَطِفَ عَلَيْهِ ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ لِأَنَّهُ مِنْ تَمَامِهِ .“^❶
 ”اس جملے ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ کا عطف اُس (یعنی وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا) پر ہے، کیونکہ یہ اس کا تتمہ ہے۔“



❶ تفسیر التحرير والتنوير ۲۴/۳.

حرفِ آخر

ہر قسم کی مدح و ثنا اور تعریف و ستائش اللہ جل جلالہ کے لیے، کہ انہوں نے مجھ ناکارے کو قرآن کریم کی عظیم ترین آیت مبارکہ کی شان و عظمت اور تفسیر کے متعلق یہ صفحات ترتیب دینے کی توفیق سے نوازا۔ ان ہی سے اس حقیر اور ٹوٹی پھوٹی کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمانے اور اسے میرے، اسلام اور مسلمانوں کے نافع و مفید بنا دینے کی عاجزانہ التجا ہے۔ **إِنَّهُ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ** .

ا: خلاصہ کتاب

آیت الکرسی کے فضائل:

کتاب میں اس حوالے سے بیان کردہ گفتگو کا خلاصہ حسب ذیل پانچ نکات کے تحت ملاحظہ فرمائیے:

I: آیت الکرسی، قرآن کریم کی سب سے زیادہ قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ والی آیت ہے۔ جو کچھ اس ایک آیت میں سمودیا گیا ہے وہ قرآن کریم کی کسی دوسری ایک آیت میں بیان نہیں کیا گیا۔

II: اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں سے [اسمِ اعظم] آیت الکرسی میں ہے۔ بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ وہ [الْحَيُّ] اور امام ابن قیم کی رائے میں [الْحَيُّ الْقَيُّومُ] ہے۔

III: آیت الکرسی شیطان کے شرور و فتن سے محفوظ کرتی ہے:

بستر پر لیٹتے وقت پڑھنے والے کے لیے محافظ مقرر کیا جاتا ہے اور صبح تک شیطان

اس کے قریب نہیں آتا۔

گھر میں پڑھنے سے شیطان اور ہر ضرر رساں چیز وہاں سے دور ہو جاتی ہے۔
صبح کے وقت پڑھنے والا شام تک اور شام کو پڑھنے والا صبح تک شیطان کے شرور
و فتن سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

IV: فرض نماز کے بعد اسے پڑھنے والا آئندہ نماز تک اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری
میں ہو جاتا ہے۔

V: ہر فرض نماز کے بعد اسے پڑھنے والے اور جنت کے درمیان موت کے سوا
کوئی چیز نہیں رہتی اور وہ فوت ہوتے ہی جنت میں داخل کیا جائے گا۔
۲: آیت الکرسی کی تفسیر:

اس سلسلے میں پیش کردہ باتوں کا ما حاصل درج ذیل دس نکات کے ضمن میں
ملاحظہ فرمائیے:

i: بے شک اللہ جل جلالہ ہر قسم کی عبادت کے بلا شرکت غیرے تنہا اور یکتا مستحق
ہیں۔ ان کے علاوہ کسی بھی شخص یا چیز کی خاطر کسی قسم کی بھی عبادت روا نہیں۔ میرے علم
کے مطابق آیت الکرسی کا پہلا جملہ قرآن کریم میں آٹھ مرتبہ، (لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ)
چھبیس دفعہ اور اس جملے کے معانی پر مشتمل آیات بہت زیادہ مقامات پر ذکر کی گئی ہیں،
خود اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی گواہی دی ہے، یہ ایمان کی بلند ترین شاخ ہے۔ اخلاص
سے کہا ہوا کلمہ توحید عرش تک پہنچتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر اور دنیوی
سیادت و قیادت کا سبب ہے۔ اس کی دعوت میں کوئی لچک نہیں۔ اس کے بغیر اعمال
برباد ہو جاتے ہیں۔ بوقت موت کہنے سے غم چھٹنے اور رنگ چمکتا ہے۔ جنت میں
داخل ہو جاتا ہے۔ توحید پر وفات پانے والا جنت میں داخل ہوتا ہے اور دوزخ اس پر
حرام ہو جاتا ہے۔ اسے اخلاص سے کہنے والا شفاعتِ نبوی ﷺ سے سب سے زیادہ

فیض یاب ہوگا۔ یہی وہ اساس، اصل اور بنیاد ہے، جس کی طرف دعوت دینے کی خاطر تمام انبیاء و رسل ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اس ہی کی جانب دعوت دینے سے اپنی دعوت کا آغاز فرماتے اور اس کے لیے سب سے زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

II: بلاشبہ اللہ عزوجل ذاتی، کامل اور دائمی زندگی کے ساتھ [زندہ] ہیں۔ اُن کی زندگی کسی کی جانب سے عطا کردہ نہیں۔ اس میں کسی قسم کا نقص، خلل اور کمزوری نہیں۔ اُن کی زندگی میں تسلسل ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ اُن کی زندگی میں انقطاع اور زوال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اس طرح کی زندگی والا ہونا، اُن کے ہر قسم کی عبادت کے تنہا مستحق ہونے کے دلائل میں سے ایک ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ [الْقَيُّومُ] ہیں، کہ کائنات کی ہر چیز کا قیام صرف اُن کے حکم و تدبیر سے ہے۔ یہ بات بھی ہر قسم کی عبادت کے اُن کے بلا شرکت غیرے حقدار ہونے کے دلائل میں سے ایک ہے۔

III: اللہ جل جلالہ پر کسی قسم کا نقص، غفلت یا بے خبری طاری نہیں ہوتی، بلکہ وہ ہر جان کے ہر عمل پر نگہبان ہیں، ہر چیز ان کے روبرو ہے، کوئی چیز (بھی) ان سے مخفی نہیں۔

اس بات میں ان کے [الْقَيُّومُ] ہونے کی تاکید ہے، کیونکہ جسے نیند یا اونگھ آئے، وہ [الْقَيُّومُ] نہیں ہو سکتا۔

IV: آسمانوں میں موجود ہر چیز: فرشتے، سورج، چاند، ستارے وغیرہ، زمین میں موجود ہر چیز: ظاہر و باطن، حاضر و غائب، چھوٹی بڑی، جن و انس، حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ سب چیزیں، اپنی تخلیق، ملکیت، بندگی، تدبیر اور تصرف میں بلا شرکت غیرے، ان ہی کی ہیں، یہ حقیقت بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے، کہ صرف

انہی کی عبادت کی جائے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے، کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے، وہ ہماری ملکیت نہیں، بلکہ اللہ عزوجل کی ملکیت ہے۔ ہمیں ان چیزوں میں آزمائش اور امتحان کی خاطر نیابت دی گئی ہے۔ ہم ان کے استعمال میں احکام الہیہ کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں جو، جیسے اور جب چاہیں کریں، ہماری ذمہ داری یہ ہے، کہ جو عطا فرمائیں، اس پر شکر کریں، جو لے لیں، اس پر صبر کریں۔

V: روز قیامت کسی کو بھی یہ جرأت نہیں ہوگی، کہ ان کے حضور، ان کی اجازت کے بغیر شفاعت، بلکہ بات بھی کرے۔ اس میں مشرکوں کی اس دلیل کا رد ہے، کہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر کی عبادت اس لیے کرتے ہیں، کہ وہ دربار الہی میں ہماری شفاعت کریں گے۔

VI: اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کے ماضی، حال اور مستقبل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس حقیقت میں مخلوق کو اجازت کے بغیر شفاعت سے محروم کرنے کے سبب کا بھی بیان ہے، کیونکہ شفاعت کرنے والے اور جس کی شفاعت کی جائے، ان کے سارے حالات کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

VII: ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کے علم اور ذات و صفات کے متعلق صرف اتنا علم ہے، جس قدر اللہ تعالیٰ چاہیں۔ اس سے زیادہ کسی کو بھی کچھ خبر نہیں۔ مخلوق میں سے کسی ایک کا بھی علم کامل نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے کائنات کا کامل اور محیط علم رکھنے میں یکتا اور تہا ہونے میں بھی اس بات کی دلیل ہے، کہ وہ ہر قسم کی الوہیت و عبودیت کے منفرد حق دار ہیں۔

VIII: اللہ تعالیٰ کی کرسی عرش کے بعد، کائنات کی سب سے بڑی مخلوق ہے، وہ کوئی معنوی چیز نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے اور کتاب و سنت کے بیان کے مطابق

حرفِ آخر

کیفیت، تشبیہ اور تاویل کے بغیر اس کے وجود پر ایمان رکھنا فرض ہے۔

IX: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی حفاظت فرما رہے ہیں اور یہ ان پر گراں نہیں ہے۔ یہ حقیقت بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے، کہ ان کے علاوہ کسی اور کی نہ تو عبادت کی جائے اور نہ ہی اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں شریک کیا جائے۔

X: اللہ عزوجل ہی [الْعَلِيِّ] ہیں، کہ کوئی چیز ان سے اوپر نہیں، وہ قاہر ہیں، کوئی چیز بھی ان پر غالب نہیں، ان کی شان و عظمت اور مقام و رتبہ سب سے بلند ہے۔ وہ ہی [الْعَظِيمِ] ہیں، کہ ہر چیز ان کی عظمت کے سامنے معمولی اور حقیر ہے۔

ب: اپیل

اس موقع پر باادب تاکید کی گزارش ہے

۱: روئے زمین کے تمام مسلمان حضرات و خواتین سے، کہ وہ اس عظیم آیت شریفہ کی تلاوت اور اس میں تدبیر کو روزمرہ زندگی کے لیل و نہار کا معمول بنائیں۔ اس میں بیان کردہ عقیدہ اختیار کریں، اس کی روشنی میں اپنی زندگی کے نقشے ترتیب دیں۔ آیت الکرسی کے پیغام کو دنیا میں تاحد استطاعت پھیلانے کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں۔

۲: مشرق و مغرب میں بسنے والے تمام غیر مسلم حضرات و خواتین سے، کہ وہ توجہ اور دھیان سے آیت الکرسی کو سنیں، پڑھیں اور اس میں تدبر کریں، شاید کہ اللہ تعالیٰ اس طرز عمل کو، حق کے لیے ان کے سینوں کے کھلنے اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے کا سبب بنا دیں۔ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝



① [ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں]

المصادر والمراجع

- ١- "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للأمير علاء الدين الفارسي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨ هـ، بتحقيق الشيخ شعيب الأرنؤوط.
- ٢- "الإرشاد إلى صحيح الاعتقاد والرد على أهل الشرك والإلحاد" للدكتور صالح الفوزان، ط: دار العاصمة الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٣ هـ.
- ٣- "الاسلام في آسيا الوسطى" للدكتور حسن احمد محمود، ط: الهيئة العامة المصرية للكتاب، سنة الطبع ١٩٧٢ م.
- ٤- "أيسر التفاسير" للشيخ أبي بكر الجزائري، الطبعة الأولى ١٤٠٧ هـ، بدون الناشر.
- ٥- "البحر المحيط" للإمام أبي حيان الأندلسي، الناشر: مكتبة ومطابع النصر الحديثة الرياض، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٦- "بدائع التفسير الجامع لما فسرّه الإمام ابن قيم الجوزية" ط: دار ابن الجوزي الدمام، الطبعة الثانية ١٤٣١ هـ؛ جمع وتخريج: السيدي السيد محمد، ومراجعة وتنسيق: صالح أحمد الشامي.
- ٧- "البداية والنهاية" للحافظ ابن كثير، ط: دار هجر، الطبعة الأولى ١٤١٨ هـ، بتحقيق الدكتور عبدالله بن عبدالمحسن التركي.

المصادر والمراجع

- ٨- "بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني" للشيخ أحمد البنا، ط: دار الشهاب القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٩- "تاريخ الإسلام" (عهد الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم) للحافظ الذهبي، الناشر: دار الكتاب العربي بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٧ هـ، بتحقيق، د. عمر عبدالسلام تدمري.
- ١٠- التاريخ الإسلامي (الخلفاء الراشدون والمهد الأموي) للأستاذ محمود شاكر، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الرابعة ١٤٠٥ هـ.
- ١١- "تاريخ خليفه بن خياط" ط: دار طيبة الرياض، الطبعة الثانية ١٤٠٥ هـ، د. أكرم ضياء العمري.
- ١٢- "تحفة الأحوذى" شرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبدالرحمن المباركفوري، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠ هـ.
- ١٣- "تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في تفسير الكشاف للزمخشري" للحافظ الزيلعي، ط: دار ابن خزيمة الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٤ هـ.
- ١٤- "الترغيب والترهيب" للحافظ المنذري، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠١ هـ، بتعليق الشيخ مصطفى محمد عمارة.
- ١٥- "تطهير الاعتقاد عن أدران الإلحاد" للعلامة محمد إسماعيل الصنعاني، ط: دار القبس الرياض، الطبعة الثانية ١٤٣٢ هـ، بتحقيق ا. صبري بن سلامه شاهين.

المصادر والمراجع

- ١٦- "تفسير آية الكرسي" للشيخ العثيمين، الناشر: دار ابن الجوزي الدمام، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ١٧- "تفسير البغوي" المسمى بـ "معالم التنزيل" للإمام البغوي، ط: دار المعرفة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ، بإعداد وتحقيق الأستاذين خالد عبدالرحمن العك ومروان سوار.
- ١٨- "تفسير البيضاوي" للقاضي البيضاوي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.
- ١٩- "تفسير التحرير والتنوير" للأستاذ ابن عاشور، ط: الدار التونسية للنشر تونس، سنة الطبع ١٩٨٤م.
- ٢٠- "تفسير الجلالين" للإمامين جلال الدين المحلي، وجلال الدين السيوطي، ط: دار التراث العربي للطباعة والنشر القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٢١- "تفسير أبي السعود" المسمى بـ "إرشاد العقل السليم إلى مزايا القرآن الكريم" للقاضي أبي السعود، ط: دار إحياء التراث العربي، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٢٢- "تفسير الطبري" المسمى بـ [جامع البيان من تأويل آي القرآن] للإمام الطبري، ط: دار المعارف بمصر، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الشيخين محمود محمد شاكر، وأحمد محمد شاكر.
- ٢٣- "تفسير القاسمي" المسمى بـ "محاسن التأويل" للعلامة محمد جمال الدين القاسمي، ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي.

المصادر والمراجع

- ٢٤ - "تفسير القرآن" للإمام عبد الرزاق بن همام الصنعائي، ط: مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ، بتحقيق د. مصطفى مسلم محمد.
- ٢٥ - "تفسير القرطبي" المسمّى بـ ((الجامع لأحكام القرآن)) للإمام القرطبي، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٢٦ - "التفسير الكبير" المسمّى بـ ((مفاتيح الغيب)) للإمام فخر الدين الرازي، ط: دار الكتب العلمية طهران، الطبعة الثالثة، بدون سنة الطبع.
- ٢٧ - "تفسير ابن كثير" المسمّى بـ ((تفسير القرآن العظيم)) للحافظ ابن كثير، ط: دار الفيحاء دمشق، ودار السلام الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ، بتقديم الشيخ عبد القادر الأرناؤوط.
- ٢٨ - "تفسير المنار" للشيخ السيد محمد رشيد رضا، ط: دار المعرفة بيروت، الطبعة الثانية، بدون سنة الطبع.
- ٢٩ - "تفسير النسفي" للإمام النسفي، ط: دار إحياء الكتب العربية القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٣٠ - "التقييد الكبير في تفسير كتاب الله المجيد" للعلامة أحمد بن محمد البسيلي التونسي، ط: مطبعة السفير الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ، بتحقيق د. عبدالله بن مطلق الطوالة.
- ٣١ - "التلخيص" [المطبوع بذييل المستدرك على الصحيحين] للحافظ الذهبي، دار الكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

المصادر والمراجع

- ٣٢- "تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان" للشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدي، ط: دار المدني بجدة، سنة الطبع ١٤٠٨ هـ، بتقديم الشيخ محمد زهري النجار. [أو ط: مؤسسة الرسالة] (أو ط: مركز صالح بن صالح الثقافي).
- ٣٣- "جامع الترمذي" المطبوع مع تحفة الأحوذى، للإمام الترمذي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠ هـ.
- ٣٤- "حضارة العرب" للدكتور غوستاف لويون، نقله إلى العربية ا. عادل زعير، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الثالثة ١٩٧٩ م.
- ٣٥- "خلق أفعال العباد" للإمام البخاري، ط: دار المعارف السعودية الرياض، سنة الطبع ١٣٩٨ هـ، بتحقيق د. عبدالرحمن عميره.
- ٣٦- "دعوة الرسل إلى الله تعالى" للشيخ محمد أحمد العدوي، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤١٤ هـ.
- ٣٧- "الرحيق المختوم" للشيخ صفى الرحمن المباركفوري، ط: دار الكتاب والسنة كراتشي، الطبعة الأولى ١٤١٧ هـ.
- ٣٨- "روح المعانى في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" للعلامة الألويسي، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٥ هـ.
- ٣٩- "رياض الصالحين" للإمام النووي، ط: دار المأمون دمشق و بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٢ هـ، بتحقيق عبدالعزيز رباح، وأحمد يوسف الدقاق، ومراجعة الشيخ شعيب الأرنؤوط.
- ٤٠- "زاد المسير في علم التفسير" للإمام ابن الجوزي، ط: المكتب

المصادر والمراجع

- الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٩٨٤ م.
- ٤١- "زاد المعاد في هدي خير العباد ﷺ" للإمام ابن قيم الجوزية، توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد الرياض، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٤٢- "سلسلة الأحاديث الصحيحة" للشيخ الألباني، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩ هـ.
- ٤٣- "سنن أبي داود" [المطبوع مع عون المعبود] للإمام أبي داود السجستاني، ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٩ هـ.
- ٤٤- "شرح السنة" للإمام البغوي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٠ هـ. بتحقيق الشيخين شعيب الأرنؤوط وزهير الشاويش.
- ٤٥- "شرح الطحاوية في العقيدة السلفية" للقاضي ابن أبي العز الحنفي، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الثانية ١٤٠٧ هـ، بتحقيق د. عبدالرحمن عميرة. ز أو ط: وزارة الشؤون الإسلامية الرياض، سنة الطبع [١٤١٩ هـ] ز أو بتحقيق الشيخ أحمد محمد شاكر ط: وزارة الشؤون، سنة الطبع ١٤١٨ هـ].
- ٤٦- "شرح كتاب التوحيد من صحيح البخاري" لنشيخ عبدالله بن محمد النيمان، ط: دار الازهر للدراسات والبحوث، الطبعة الثانية ١٤٢٢ هـ.
- ٤٧- "شرح النووي" للنسب صحيح مسلم للإمام النووي، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠١ هـ.
- ٤٨- "صحيح البخاري" [المطبع مع فتح الباري] للإمام البخاري، نشر

المصادر والمراجع

- وتوزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد
الرياض، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٤٩- "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية
العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ.
- ٥٠- "صحيح سنن أبي داود" صحح أحاديثه الشيخ الألباني، الناشر:
مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى
١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ الشاويش.
- ٥١- "صحيح مسلم" للإمام مسلم بن الحجاج القشيري، نشر وتوزيع:
رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد الرياض،
سنة الطبع ١٤٠٠هـ.
- ٥٢- "العقيدة الطحاوية" (المطبوع مع شرح الطحاوية) للإمام الطحاوي،
ط. وزارة الشؤون الإسلامية الرياض، سنة الطبع ١٤١٨هـ.
- ٥٣- "عمدة القاري" للعلامة العيني، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة و
سنة الطبع.
- ٥٤- "عون المعبود شرح سنن أبي داود" للشيخ أبي الطيب العظيم
آبادي، ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٩هـ، بتحقيق
الشيخ عبدالرحمن محمد عثمان.
- ٥٥- "غرائب القرآن ورغائب الفرقان" للعلامة النيسابوري، ط: شركة
مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة الأولى
١٣٨١هـ، بتحقيق الشيخ إبراهيم عطوة عوض.
- ٥٦- "فتح الباري" [شرح صحيح البخاري] للحافظ ابن حجر، نشر

المصادر والمراجع

- وتوزيع: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد الرياض، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٥٧- "فتح البيان في مقاصد القرآن" للشيخ صديق حسن خان، ط: مطبعة العاصمة القاهرة، بدون الطبعة، و سنة الطبع ١٩٦٥ م.
- ٥٨- "الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل" للشيخ البنا، ط: دار الشهاب القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ٥٩- "الفتح السماوي بتخريج أحاديث تفسير البضاوي" للعلامة المناوي، ط: دار العاصمة الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩ هـ.
- ٦٠- "فتح القدير" للإمام الشوكاني، التوزيع: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتعليق الأستاذ سعيد اللحام.
- ٦١- "فتح المغيث شرح ألفية الحديث للعراقي" للحافظ السخاوي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٣ هـ.
- ٦٢- "فتح الملهم شرح صحيح مسلم" للشيخ شبير احمد العثماني، الناشر: مكتبة دارالعلوم كراتشي، سنة الطبع ١٤٤٠ هـ، مع التعليقات للمفتي محمد رفيع العثماني.
- ٦٣- "فقه السيرة" للدكتور زيد بن عبدالكريم الزيد، ط: دار التدمرية الرياض، الطبعة الرابعة ١٤٢٩ هـ.
- ٦٤- "في ظلال القرآن" للأستاذ سيد قطب، ط: دار الشروق بيروت، بدون الطبعة، وسنة الطبع ١٣٩٣ هـ.
- ٦٥- "القاموس المحيط" للعلامة الفيروز آبادي، ط: المؤسسة العربية للطباعة والنشر بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

المصادر والمراجع

- ٦٦- "القصيدة النونية" للإمام ابن القيم، ط: مكتبة الطبري القاهرة، سنة الطبع ١٤٢٩هـ، (المطبوع مع شرحه للشيخين العثيمين والسعدي) مع التعليق للشيخ أبو عائش عبدالمنعم إبراهيم.
- ٦٧- "قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث" للعلامة محمد جمال الدين القاسمي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٩هـ.
- ٦٨- "كتاب الأسماء والصفات" للإمام البيهقي، ط: المكتبة الأثرية سانكله هل، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الشيخ عماد الدين أحمد حيدر.
- ٦٩- "كتاب التسهيل لعلوم التنزيل" للحافظ أبي القاسم الكلبي الغرناطي، ط: دار الكتب الحديثة القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذين محمد عبدالمنعم اليونسي وإبراهيم عطوة عوض.
- ٧٠- "كتاب السنن الكبرى" للإمام النسائي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١١هـ، بتحقيق الأستاذين: د. عبدالغفار سليمان البنداري وسيد كسروي حسن. [أو ط: مؤسسة الرسالة].
- ٧١- "الكشاف عن حقائق التنزيل وعبون الأقاويل في وجوه التأويل" للعلامة الزمخشري، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة.
- ٧٢- "اللائي البهية في شرح العقيدة الواسطية" للشيخ صالح بن عبدالعزيز آل الشيخ، الطبعة الأولى ١٤٣١هـ، توزيع: وكالة المطبوعات و

المصادر والمراجع

الثالثة، بدون سنة الطبع، بتحقيق الشيخ أحمد شاکر [أو ط: مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى].

٨١- "مسند أبي يعلى الموصلي" للإمام أحمد بن علي بن المثنى التميمي، ط: دار المأمون للتراث دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٤ هـ، بتحقيق الأستاذ حسين سليم أسد.

٨٢- "مشكاة المصابيح" للشيخ محمد بن عبدالله الخطيب التبريزي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩ هـ، بتحقيق الشيخ الألباني.

٨٣- "المفردات في غريب القرآن" للإمام الراغب الأصفهاني، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذ محمد سيد كيلاني.

٨٤- "النهاية في غريب الحديث والأثر" للإمام ابن الأثير، الناشر: المكتبة الإسلامية بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذين طاهر أحمد الزاوي ود. محمود محمد الطناجي.

٨٥- "هامش تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في تفسير الكشاف للزمخشري" للأستاذ سلطان بن فهد الطبيشي، ط: دار ابن خزيمة الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٤ هـ.

٨٦- "هامش تفسير الطبري" للشيخين محمود محمد شاکر وأحمد محمد شاکر، ط: مكتبة ابن تيمية القاهرة، الطبعة الثانية، بدون سنة الطبع.

٨٧- "هامش صحيح مسلم" للشيخ محمد فؤاد عبد الباقي، نشر وتوزيع: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد

المصادر والمراجع

- الرياض، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٠هـ.
- ٨٨- "هامش الفتح السماوي بتخریج أحاديث تفسير القاضي البيضاوي"
للشيخ أحمد مجتبی السلفي، ط: دار العاصمة الرياض، الطبعة
الأولى ١٤٠٩هـ.
- ٨٩- "هامش المسند" للشيخ شعيب الأرنؤوط ورفقائه، ط: مؤسسة
الرسالة بيروت، الطبعة الأولى.
- ٩٠- "هامش مسند أبي يعلى الموصلي" للشيخ حسين سليم أسد، ط: دار
المأمون دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ.

اردو کتب:

- ١- "أحسن التفاسير" سيد أحمد دہلوي.
- ٢- "أذکار نافعہ" فضل الہی، دار النور اسلام آباد.
- ٣- "معارف القرآن" مفتی محمد شفیع، إدارة المعارف کراچی، تاریخ طباعت ١٣٩٩ھ
- ٤- "تفسیر أحسن البیان" حافظ صلاح الدین یوسف ط: مکتبہ دار السلام الرياض.
- ٥- "تیسیر الرحمن لبیان القرآن" ڈاکٹر محمد لقمان السلفي، ط: دار الداعی الرياض، ساتواں
جدید ایڈیشن.
- ٦- "القرآن الکریم و ترجمہ معانیہ و تفسیرہ إلى اللغة الأردیة" ترجمہ: مولانا
محمود الحسن، تفسیر: مولانا شبیر احمد عثمانی، ط: مجمع الملک فہد مدینہ طیبہ.



مؤلف کی کتب

عربی کتب:

- ۱- التقویٰ اہمیتها وثمرتها وأسبابها
- ۲- الأذکار النافعة
- ۳- فضل آية الكرسي و تفسیرها
- ۴- إبراهيم عليه الصلاة والسلام أباً
- ۵- حب النبي ﷺ وعلاماته
- ۶- وسائل حب النبي ﷺ
- ۷- مختصر حب النبي ﷺ وعلاماته
- ۸- النبي الكريم ﷺ معلماً
- ۹- أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
- ۱۰- من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم
- ۱۱- فضل الدعوة إلى الله تعالى
- ۱۲- ركائز الدعوة إلى الله تعالى
- ۱۳- الحرص على هداية الناس (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
- ۱۴- السلوك وأثره في الدعوة إلى الله تعالى
- ۱۵- من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (في ضوء الكتاب والسنة)
- ۱۶- من صفات الداعية: اللين والرفق
- ۱۷- الحسبة: تعريفها ومشروعيتها ووجوبها
- ۱۸- الحسبة في العصر النبوي وعصر الخلفاء الراشدين رضوان الله عليهم

- ۱۹- شبہات حول الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر
- ۲۰- مسؤولیۃ النساء فی الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر (فی ضوء التصوص و سر الصالحین)
- ۲۱- حکم الإنکار فی مسائل الخلاف
- ۲۲- الاحتساب علی الوالدین: مشروعیتہ، ودرجاتہ، و آدابہ
- ۲۳- الاحتساب علی اللأطفال
- ۲۴- قصۃ بعث ابي بكر جيش أسامة رضي الله عنه (دراسة دعوية)
- ۲۵- مفاتيح الرزق (فی ضوء الكتاب والسنة)
- ۲۶- التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي
- ۲۷- التدابير الواقية من الربا في الإسلام
- ۲۸- شناعة الكذب وأنواعه
- ۲۹- لا تيسوا من روح الله
- ۳۰- عظيم منزلة البنت ومكانتها

ارو وکتب:

- ۱- تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب
- ۲- حضرت ابراہیم عليه السلام بحیثیت والد
- ۳- حضرت ابراہیم عليه السلام کی قربانی کا قصہ
- ۴- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب
- ۵- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم
- ۶- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد
- ۷- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کی علامتیں
- ۸- بیٹی کی شان و عظمت
- ۹- فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے

- ۱۰۔ قرض کے فضائل و مسائل
- ۱۱۔ فضائل دعوت
- ۱۲۔ دعوت دین کس چیز کی طرف دی جائے؟
- ۱۳۔ دعوت دین کسے دیں؟
- ۱۴۔ دعوت دین کون دے؟
- ۱۵۔ دعوت دین کہاں دیں؟
- ۱۶۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری
- ۱۷۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت
- ۱۸۔ والدین کا احتساب
- ۱۹۔ بچوں کا احتساب
- ۲۰۔ مسائل قربانی
- ۲۱۔ مسائل عیدین
- ۲۲۔ لشکرِ اُسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی
- ۲۳۔ رزق کی کنجیاں
- ۲۴۔ جھوٹ کی سنگینی اور اقسام
- ۲۵۔ حج و عمرہ کی آسانیاں
- ۲۶۔ حج و عمرہ کی آسانیاں (مختصر)
- ۲۷۔ باجماعت نماز کی اہمیت
- ۲۸۔ باجماعت نماز کی اہمیت (مختصر)
- ۲۹۔ آیت الکرسی کے فضائل اور تفسیر
- ۲۹۔ زنا کی سنگینی اور اس کے برے اثرات

۳۰۔ زنا سے بچاؤ کی تدبیریں (زیر طبع)

دیگر زبانوں میں:

بنگالی:

- ۱۔ اذکارِ نافعہ
- ۲۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں
- ۳۔ باجماعت نماز کی اہمیت
- ۴۔ حج و عمرہ کی آسانیاں (مختصر)
- ۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے
- ۶۔ بیٹی کی شان و عظمت
- ۷۔ رزق کی کنجیاں
- ۸۔ فضائلِ دعوت
- ۹۔ آیت الکرسی کے فضائل اور تفسیر
- ۱۰۔ لا تیسوا من روح اللہ

انڈونیشی:

- ۱۔ اذکارِ نافعہ
- ۲۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں
- ۳۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)
- ۴۔ رزق کی کنجیاں
- ۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے
- ۶۔ لا تیسوا من روح اللہ

فرانسیسی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)

انگریزی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

۲۔ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی

۳۔ بیٹی کی شان و عظمت

۴۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری (زیر طبع)

فارسی:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

مصنف کے تیار کردہ پوسٹر

۱۔ دعا کی شان و عظمت

۲۔ قبولیت دعا کے اسباب

۳۔ مزاجیں پورا کروانے والی دعا

۴۔ پریشانی کو راحت سے بدلنے والی دعا

۵۔ اولاد کے لیے چودہ دعائیں

۶۔ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے فوائد اور نافرمانی کے نقصانات

۷۔ نبی کریم ﷺ کا قرب دلوانے والے اعمال

۸۔ رزق کی کنجیاں

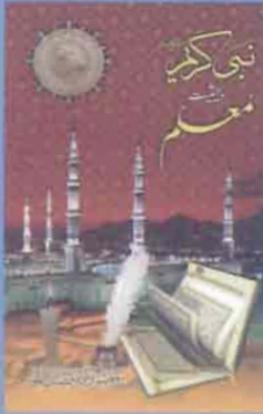
۹۔ چار مفید اور تین نقصان والے کام

مؤلف کے قلم سے

نبی کریم ﷺ

معمت

بجائیت



آنحضرت ﷺ کی بجائیت معلم چھیا لیس باتوں کا بیان

انہی میں سے کچھ اہم نکات:

- ★ ہر مناسب وقت اور جگہ میں تعلیم
- ★ مختلف اقسام کے لوگوں کو تعلیم
- ★ دوران تعلیم اشاروں، شکلوں، اور لکیروں کا استعمال
- ★ تعلیم بالعمل
- ★ عمدہ استفسار کی تعریف
- ★ پہلے اہمال پھر تفصیل
- ★ فقیر شاگردوں کے لئے ایثار
- ★ طلبہ کی صلاحیتوں کا ادراک
- ★ آسانی کرنے والے معلم

کتاب کے نمایاں خصائص:

- ★ اساس کتاب قرآن و سنت
- ★ استدلال میں مفسرین و محدثین سے استفادہ
- ★ غیر ثابت شدہ روایات سے احتراز

وَارِثُ النُّورِ اسلم آباد

0333-5139853
0321-5336844